معدنِ کرم

مشتمل بر احوال و آثار

حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری قدس سرہ العزیز
المعروف بہ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف: محمد اکرم ایم اے

Marfat.com

حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیوبند میں حاضری ص ۸۶

امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۹ (جاگتے میں زیارت)

صاحب تذکرہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ ص ۹۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

بفضلہٖ ومنّہٖ تعالیٰ

ایں کتاب موسومہ بہ

معدنِ کرم

مشتمل بر احوال و آثار

معدنِ انوار، مخزنِ اسرار، شمس العارفین، سراج السالکین، سیّدنا و مُرشدنا

حضرت سیّد محمّد اسمٰعیل شاہ بُخاری قدس سرہ العزیز

المعروف بہ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

مؤلّفہ : محمّد اکرام، ایم اے

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

کتاب ---------- "معدنِ کرم"

مولف ---------- محمد اکرام ایم اے

طابع وناشر ---------- چوہدری محمد صدیق بی اے میاں چنوں ضلع ملتان

مطبع ---------- نثار آرٹ پریس لمیٹڈ۔ لاہور

کتابت ---------- علی احمد صابر چشتی

بار اوّل ---------- ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء

تعداد ---------- ایک ہزار

قیمت مجلد ---------- ۲۰/ روپے

سرورق: حافظ محمد یوسف السدیدی

ملنے کے پتے:

۱۔ مولوی محمد اکرام ایم اے۔ آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف ضلع ساہی وال۔

۲۔ چوہدری محمد صدیق بی اے۔ ریٹائرڈ ڈپٹی سیکرٹری۔ محلہ غریب آباد۔ میاں چنوں ضلع ملتان

۳۔ مکتبہ شعاعِ ادب —— چوک لوہاری دروازہ —— لاہور ——

Marfat.com

تختۂ دار سے رہائی	۱۴۸
طاقتِ گویائی عطا کر دی	۱۵۰
نورِ فراست	۱۵۱
اولادِ نرینہ عطا ہوئی	۱۵۲
معالجِ روحانی کا عجیب تصرف	۱۵۳
نظرِ کرم سے حلِ مشکلات	۱۵۴
گم شدہ بچی کی بازیابی	۱۵۵
دُنیوی معاملات کی درستگی	۱۵۹
اولادِ نرینہ کے لیے دُعا	۱۵۹
سنگین مقدمات سے بریت	۱۶۰
مخلصانہ خدمت کا صلہ	۱۶۰
ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں پر نظرِ کرم	۱۶۲
کاروبار میں برکت کی دُعا	۱۶۳
آپ کی عظمتِ شان کا اعتراف	۱۶۴
مرید کے حال سے کامل آگاہی	۱۶۵
لاعلاج مریض کی صحت یابی	۱۶۶
مالیخولیا سے شفا	۱۶۷
پولیس افسر کی فوری ترقی	۱۶۸
پریس کے لیے کشادہ قطعۂ زمین	۱۶۸
مخلص مُرید کی جانب توجہ	۱۶۹
روئی کے کارخانہ کی الاٹمنٹ	۱۷۰
پابندیٔ وقت کے لیے تصرف	۱۷۱
ٹیوب ویل درست ہو گیا	۱۷۳
دریا کا رُخ بدل گیا	۱۷۴
ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہو گئی	۱۷۵
ہندو جج کا فیصلہ	۱۷۶
مستوں سے محبت	۱۷۷
حضرت بو علی شاہ قلندرؒ سے روحانی تعلق	۱۷۸
فوج سے سبکدوشی	۱۷۹
سنگرہنی سے شفا	۱۷۹
حضراتِ مشائخ سے روحانی تعلق	۱۸۰
حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی کرم نوازی	۱۸۱
فراستِ کاملہ	۱۸۲
حضرت نور الحسن شاہ صاحبؒ کے یومِ وصال پر آپؒ کی بے چینی	۱۸۲
بلا تکلیف سفر طے ہو گیا	۱۸۴
فوجی جوان پر نظرِ کرم	۱۸۵
ملازمت پر بحالی	۱۸۶
گم شدہ بچے کا واپس آنا	۱۸۶
ایک ہندو کی عقیدت	۱۸۷
دیرینہ خاندانی تنازعہ کا حل ہونا	۱۸۷
ایک ڈاکٹر کے بچے کی معجزانہ شفایابی	۱۸۹
دُنیاوی منصب عطا کر دیا	۱۹۳
شیخ صاحب کی والدہ کی وفات کی خبر	۱۹۴
عدالتی فیصلوں میں آپؒ کا تصرف	۱۹۵
خلافِ شرع امور سے پرہیز کی تلقین	۱۹۷
اولادِ نرینہ کے لیے دُعا	۱۹۸
خیالاتِ فاسدہ سے رہائی	۱۹۸
متوقع خطرے سے محفوظ رہا	۱۹۹
علم کی دولت عطا فرما دی	۲۰۰
اولادِ نرینہ عطا ہوئی	۲۰۱
مہلک مرض سے شفا	۲۰۲
ایک چور کی اصلاح	۲۰۳
وَلَا الضَّآلِّین کا مسئلہ	۲۰۴
اسمِ ذات کا ذکر	۲۰۵

Marfat.com

عالمِ دین پر نگاہِ لطف ۲۰۵
ملازمت پر بحالی ۲۰۶
بیوی کو شفا حاصل ہوگئی ۲۰۶
ایک عقیدت مند کی مشکل کشائی ۲۰۸
کشف و کرامت کی روشن مثالیں ۲۱۰
عقیدت مندوں سے پیار ۲۱۲
اولادِ نرینہ عطا ہوئی ۲۱۳
نعمتِ اولاد عطا ہوئی ۲۱۴
پاک توجہ کا اثر ۲۱۵
مرید کے احوال کی نگرانی ۲۱۶
طعام میں برکت ۲۱۷
پولیس افسر پر نظرِ کرم ۲۱۷
شدید حادثہ کے بعد سلامتی ۲۱۸
بغیر آپریشن بینائی حاصل ہوگئی ۲۱۹
مرید کے حال پر نظرِ کرم ۲۲۰
منصب میں ترقی مل گئی ۲۲۲
پیشگی انتباہ اور خطرے سے حفاظت ۲۲۳
مقدمہ سے رہائی ۲۲۴
حضورؒ کا بلند مقام ۲۲۵
اصلاحِ احوال ۲۲۵
امر بالمعروف ۲۲۶
گمشدہ بچہ مل گیا ۲۲۷
مرضِ بواسیر سے نجات ۲۲۸
دعا سے مشکل حل ہوگئی ۲۲۹
مریض پر رحم ۲۳۰
مرید کی استعانت ۲۳۰
قدیمی مسجد اور کنوئیں کی آبادی ۲۳۲
پھانسی کی سزا سے رہائی ۲۳۳
بینائی عطا کردی ۲۳۴
بے سہاروں کا سہارا ۲۳۵
گمشدہ اونٹنی خود بخود واپس آگئی ۲۳۶
ترقی مل گئی ۲۳۷
ملازمت پر باعزت بحالی ۲۳۸
قتل کا ملزم بری ۲۳۹
موت کے منہ سے نجات ۲۴۰
مرید کی دستگیری ۲۴۱
شیخِ کامل کی غیبی امداد ۲۴۳
حضرتِ قبلہ کا طریقۂ تلقین ۲۴۴
کراچی کا سیٹھ ۲۴۶
عالمِ دین پر نظرِ کرم ۲۴۷
روحانی تصرف کے ذریعہ دستگیری ۲۴۸
شرِ اعداء سے حفاظت کا انوکھا ہتھیار ۲۴۹
مشکل مسئلہ حل کردیا ۲۵۰
دستِ غیب ۲۵۱
اولادِ نرینہ عطا ہوئی ۲۵۲
دل کی حقیقی صفائی ۲۵۳
عرضداشتوں پر فوری فیصلے ۲۵۳
اولادِ پاک ۲۵۹
آپ کی علوِ شان ۲۶۰
صاحبزادہ صاحب سے آپ کی والہانہ محبت ۲۶۲
شجرہ شریف نقشبندیہ ۲۶۶
شجرہ شریف نقشبندیہ (منظوم) ۲۶۸
شجرہ شریف چشتیہ ۲۶۹
خاتمۂ کلام ۲۷۰
وصال صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاریؒ ۲۷۲

Marfat.com

انتساب

شوق ۔ محبت اور ارادت کے دائمی تازگی اور ابدی خوشبو والے پھولوں سے تیار کیا ہُوا

یہ

گلدستۂ عقیدت

شاہبازِ طریقت ، مقبولِ بارگاہ حقیقت آگاہ ، حضُورِ پُرنور

حضرت صاحبزادہ خواجہ سیّد عُثمان علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم

کی خدمتِ بابرکت میں بصد ادب پیش کرتا ہُوں ۔ بازارِ مصر میں ایک بُڑھیا تھوڑا سا سُوت لے کر خریدارانِ یُوسُف علیہ السّلام میں شامل ہو گئی تھی اور یہی اس کی نجات کا وسیلہ بن گیا تھا ۔

قوی اُمید ہے کہ یہ تالیف بھی اس تہی دامن کی نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بن جائیگی ۔

شنیدم کہ در روزِ امّید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

محمّد اکرام ۔ ایم اے
میاں چنوں ضلع ملتان

شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ
جولائی ۱۹۷۸ شمسی

Marfat.com

عکسِ تحریر از دستِ مبارک حضرت صاحب قدس سرہٗ العزیز

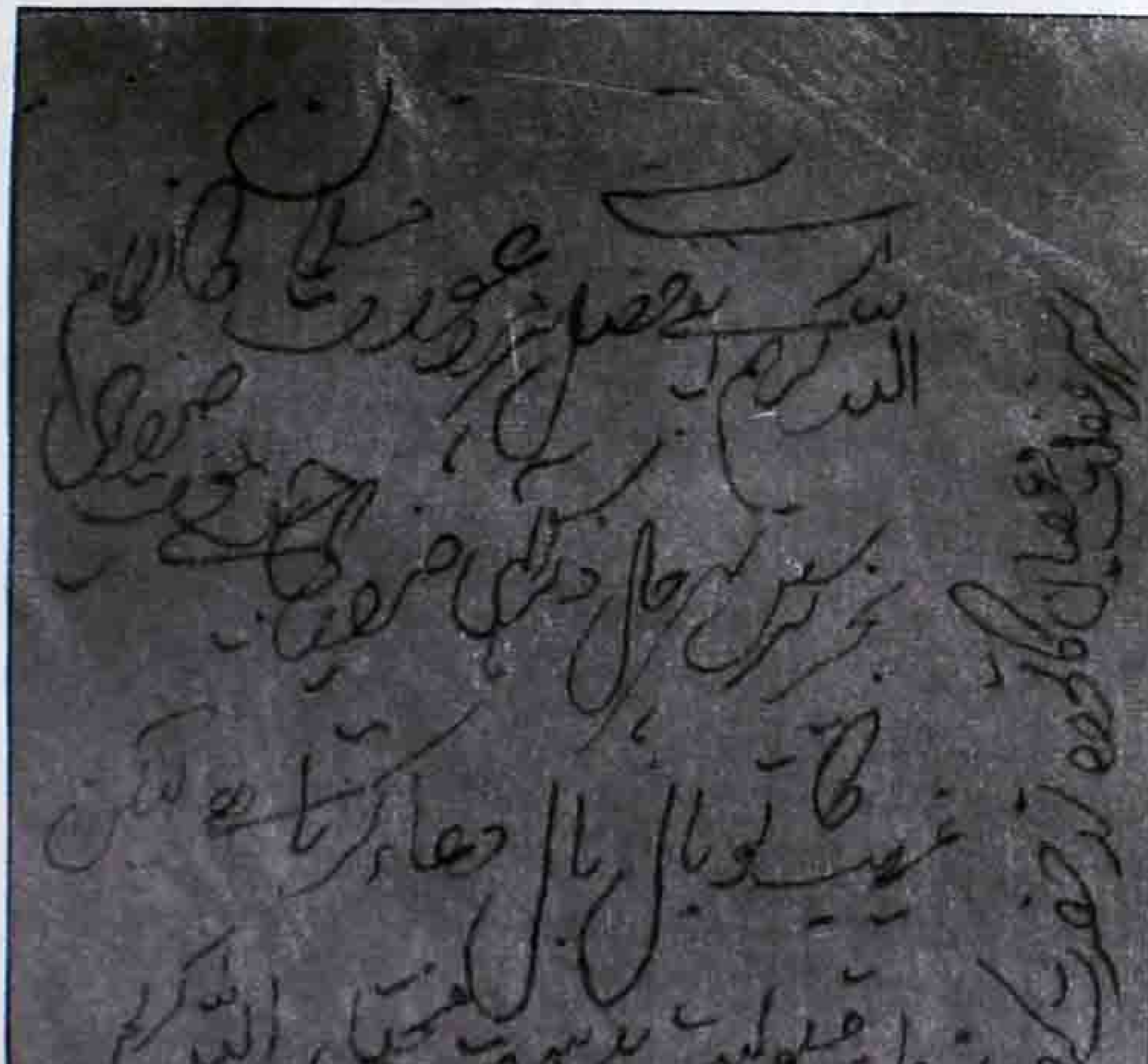

(یہ مضمون حضورؒ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر مؤلف کتاب ہذا کو بطور نمونہ خط عطا فرمایا تھا)

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ
دیباچہ	۱
مقدمہ	۵
تمہید	
سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت	۱۷
فضائلِ صحابہ کرام رض	۲۰
مناقبِ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۴
امام الاولیاء حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار	۳۶
کرامت	۴۱
ذکرِ جہر اور رقص سے اجتناب کی تاکید	۴۱
مرید کے احوال پر نظر	۴۲
وقتِ رحلت	۴۲
بلادِ ہند میں نسبتِ نقشبندیہ کا ظہور	
حضرت باقی باللہ رح کا ہندوستان میں ورودِ مسعود	۴۳
احوال و مناقب حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔	۴۴
ولادت و طفولیت	۴۴
تحصیل علوم ظاہری و باطنی	۴۵
عزمِ سفرِ حج اور ملاقات حضرت خواجہ بزرگ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۴۶
سرہند میں واپسی	۴۷
فتنۂ الحاد و ارتداد کی سرکوبی	۴۸
جہانگیر کا عہد	۴۹
اتباعِ سنت کی تاکید	۵۱
حضور رح کے خوارق و کرامات	۵۲
مکشوفات و ملفوظات	۵۲
تلقین کثرتِ ذکر۔ آدابِ شریعت کا لحاظ ناقص درویشوں کا بیان۔	۵۴
نسبتِ نقشبندیہ کی افضلیت	۵۴
رحلت	۵۵
حضور رح کے صاحبزادگان	۵۶
شہبازِ توحید حضرت سید شاہ حسین رح المعروف "بھورے والے"	۵۷
قطب الاقطاب، قیوم العالم، ابو البرکات حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۵۹
بیعت و خلافت	۶۰
ارشادات	۶۱
احترامِ پیر	۶۱
مرید صادق کی تعریف	۶۲
کرامت ۔ خلفاء و رحلت	۶۳
حضرت صاحبزادہ سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۶۳
حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ	۶۴
ابتدائی حالات	۶۴

Marfat.com

تھانیداری	۶۵
نئی تقرری	۶۵
کرامات	۶۵
مجددِ دوراں، قطبِ زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	۶۶
آبا و اجداد	۶۷
ولادتِ باسعادت	۶۸
بیعت و خلافت	۷۰
رشد و ہدایت	۷۲
صورت و سیرت مبارک	۷۲
معمولات	۷۴
ارشاداتِ عالیہ	۷۷
مکاشفات و کرامات	۸۰
اہلِ حاجت کی امداد	۸۱
اصلاحِ عقاید	۸۴
خدمتِ انسانیت	۸۸
وفات	۸۹
خلفائے کرام	۹۱
زبدۃ العارفین قطب الاقطاب سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری قدس سرہ العزیز المعروف بہ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ	۹۳
ولادتِ باسعادت و عہدِ طفلی	۹۴
حصولِ علومِ دینیہ	۹۵
منازلِ سلوک	۹۶
حلیہ مبارک	۱۰۰
لباس	۱۰۱
خورد و نوش	۱۰۲
معمولات و عبادات	۱۰۳
اخلاقِ کریمانہ	۱۰۹
احوال و ارشاداتِ عالیہ	۱۱۴
اتباعِ شریعت کا جذبہ	۱۲۶
مکاشفات و کرامات	۱۲۸
وسائلِ قربِ حق	۱۲۹
شیخ کی نظرِ کرم	۱۳۰
آپ کا بلند مقام	۱۳۱
تصدیقِ کامل	۱۳۲
علوِ شان کا اعتراف	۱۳۳
مقامِ قربِ حق	۱۳۴
تمنائے دل پوری کردی	۱۳۵
حصولِ عرفان کی ترغیب	۱۳۶
درود شریف پڑھنے کا صحیح طریقہ	۱۳۷
ایک حیرت انگیز شفایابی	۱۳۷
عظمتِ فقر کا احساس	۱۳۸
عدالتی فیصلہ سے آگاہی	۱۳۸
ایک ناگہانی حادثہ سے نجات	۱۳۹
میٹھے پانی کا کنواں جاری کردیا	۱۴۰
توجہ رحمت آثار	۱۴۱
محبتِ شیخ اور اس کے ثمرات	۱۴۲
کرم نوازی کے نرالے انداز	۱۴۴
مکروہات پر تنبیہ	۱۴۴
ہر کس و ناکس پر نگاہِ کرم	۱۴۵
آنکھوں کی بینائی مل گئی	۱۴۶
سلبِ مرض کا ایک واقعہ	۱۴۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصًا علیٰ سیّد الورٰی و علیٰ صحبہٖ مصابیح الھدٰی فی غواشی الدجیٰ و علیٰ سائر اولیاء امّتہٖ مادامتِ الارض و السمٰوٰتِ العلیٰ ۔

اکابرِ نقشبندیہ مجدّدیہ رحمہم اللہ کی مساعی کو دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں بڑا دخل ہے۔ اس سلسلے کا عظیم ترین سرمایۂ افتخار حضرت سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خصوصی نسبت ہے؛ یہ اس عالی مرتبت ہستی کا روحانی فیض ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد خیر الخلائق کی شان سے ممتاز ہے۔ حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ اللہ رب العزت نے میرے سینے میں کوئی ایسی شے القا نہیں فرمائی کہ میں نے اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں القا نہ کیا ہو۔ آپ کا یہ ارشاد سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جمیع فیوض و برکات، نتائج و ثمرات اور حقائق و معارف کی روحِ رواں ہے۔ اس سلسلہ میں فیضانِ نبوّیہ کا انعکاس ہے جیسا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ نے فرمایا: طریقۂ ما بعینہٖ طریقۂ اصحابِ کرام است۔ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے قلب و روح میں انوار و تجلیاتِ مصطفویہ کا انجذاب کرتے تھے۔ کسبِ فیض کے اس انداز اور لزومِ صحبت ہی نے انہیں تاقیامت آنے والے تمام اولیاء اللہ سے سربلند و سرفراز کر دیا ہے۔ معارفِ نقشبندیہ مجددیہ اسی تسلسلِ کرم سے عبارت ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ "فیوض الحرمین" میں اسی طرح رقم طراز ہیں کہ زیارتِ حرمِ نبوی کے ایام میں جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باطنی طور پر فرمایا کہ حضراتِ شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما)

علومِ نبویہ میں جو اقامتِ صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ اور دیگر ارکانِ اسلام پر مشتمل ہیں، میرے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اکابرِ نقشبندیہ نے انہی علوم کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور اپنی سیرت و کردار کو انہی کے قالب میں ڈھالا۔ انکے ہاں از خود رفتگی اور ہاؤ ہو نام کو نہیں؛ ہر انداز میں ایک پہلوئے نیاز ہے، بے پناہ سکوت اور انکسار کا عالم ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند   کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

دراصل یہ سب تاثیرات حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک پر مترتب ہوئیں کہ میں دُنیا میں اگر کسی کو دوست بناتا تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو دوست بناتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق حضور علیہ السلام کی خُلّت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حصّہ میں آئی؛ ضبطِ احوال، خاموشی اور دردمندی اسی نسبت کے لوازم ہیں۔ یہ اسی خُلّت کا ثمرہ ہے کہ حضراتِ نقشبندیہ کی سیرِ سلوک تمام انبیاء علیہم السلام کی سیر کے تحت انفسی ہے اور سیرِ آفاقی اس کے ضمن میں طے کرا دی جاتی ہے۔

حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اس اعتبار سے ایک نرالی شان نصیب ہے کہ آپ باطن میں سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بہرہ یاب ہیں اور باعتبارِ نسب حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ بالفاظِ دیگر آپ ظاہری و باطنی طور پر حضرات شیخین کریمین کی عظمت و شان کے وارث ہیں۔ آپ نے سنتِ نبوی کی ترویج، دینِ قیم کے احیاء اور بدعاتِ فاسدہ کے ازالہ کو عمر بھر شعار بنائے رکھا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی مداہنت کو گوارا نہ کیا۔ فتنۂ الحاد اور نظامِ باطل سے متصادم ہوئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے عظیم اور پاکیزہ طرزِ عمل کو برابر جاری رکھا۔ آپکے جمیع خلفاء اور صاحبزادگان نے اس مشعلِ نور کو فروزاں رکھا اور اسکی روشنی میں حرمِ نبوی کی طرف افرادِ امت کی رہبری کی۔ یہ ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا کہ آپکے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے مریدین کی تعداد نو لاکھ کے قریب ہے جن میں کم و بیش سات ہزار خلفاء ہیں —— سندھ میں صاحبزادہ محمد سعید رحمۃ اللہ کے تربیت یافتہ ایک بزرگ خواجہ محمد زمان رح تھے جن سے حضرت قاضی احمد فیض یاب ہوئے۔ قاضی صاحب موصوف کو قیامِ مدینہ منورہ کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے یہ ارشاد ہوا تھا کہ ہمارا ایک عزیز تمہارے پاس پہنچے گا، ولایت کی یہ نسبت تم اس کے حوالہ کر دینا۔ یہ وہ باطنی نسبت ہے جو

Marfat.com

آخر کار حضرت شاہ حسین صاحب المعروف "حضرت بھورے والے" کا مقدر بنی۔ شاہ صاحب موصوف اور آپ کے اخلاف و اعقاب کے دم قدم سے مکان شریف ضلع گورداسپور میں بے شمار ہنود اور سکھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت میاں امیر الدین رح تھے جن سے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کسب فیض کیا۔ پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقوں میں حضرت میاں صاحب شرقپوری کا فیضان جاری و ساری ہوا۔ میاں صاحب رح کی صحبت اور ارشادات مبارکہ میں یہ تاثیر تھی کہ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے شخص کی کایا پلٹ جاتی تھی، وہ آپ کی توجہ باطن کی بدولت سابقہ گناہوں سے تائب ہو جاتا اور اس کے دیدہ و دل میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا تھا۔ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل المعروف حضرت کرمانوالے، میاں صاحب شرقپوری کے جلیل القدر خلیفہ تھے جن کے احوال و آثار پیش نظر کتاب کی زینت ہیں۔

متقدمین حضرت والا کے احوال و آثار پہ طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے، وہ یہ کہ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ سے جو سلسلہ فروغ گیر ہوا، ان میں حضرت خواجہ سیف الدین، نور محمد بدایونی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح اور شاہ غلام علی دہلوی رحمہم اللہ جیسے اکابر اولیاء نسبت مجددیہ کے حامل و وارث ہوئے۔ جنہوں نے فیوض و برکات سلسلہ کو چار دانگ عالم میں پھیلایا مگر حضرت خواجہ محمد سعید علیہ الرحمہ کی باطنی نسبت کوئی دو اڑھائی سو سال تک مستور رہی بالفاظ دیگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نگاہ کرم اس نسبت کی حفاظت و تربیت پر مرکوز رہی۔ پھر مدت مدید کے بعد اس نسبت کا تمام و کمال ظہور مکان شریف کے سادات کرام اور ان کی اولاد و احفاد کی مقدس ارواح پر ہوا، بعد ازاں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری، آپ کے خلفائے عظام اور بالخصوص حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ اس نسبت جلیلہ کے وارث و مظہر بنے ——— حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی جامع کمالات تھی، علوم معقول و منقول کے فارغ التحصیل، جبیں طاعت الٰہی سے روشن، روئے مبارک پر دودمان مصطفوی کا جمال و وقار، نگاہ میں اتباع سنت کی ضیا، فطرت میں پاکیزگی کا جوہر، نفس میں بلا کا انکسار و استتار، روح انوار مجددیہ سے لبریز جس پر نسبت چشتیہ کا سوز و گداز مستزاد تھا۔ ستم رسیدگان دہر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو نصرت ربانی ان کی دستگیر ہوتی، طالبان حق باریاب ہوتے تو انہیں بھی استعداد سے بڑھ کر نوازا جاتا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو وہ شان و تمکنت عطا فرمائی تھی جو خاصان بارگاہ کا طرۂ امتیاز

Marfat.com

ہے ؛ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اقلیمِ ولایت کا ایک تاجدار خلقِ خدا میں رونق افروز ہے ۔

مصنفِ کتاب حضرت مولٰنا محمد اکرم صاحب نے آج سے کوئی پچاس برس پیشتر عربی زبان و ادبیات میں ایم اے کیا اور چالیس سال متواتر حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ فیض کیا اور اکثر و بیشتر سفر و حضر میں شیخِ طریقت کے ساتھ رہے ۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی غایت درجہ شفقت اور کمالِ عنایت سے مصنف کو تنویرِ باطن سے نوازا ۔ ظاہر ہے کہ حضرت والا کے احوال و آثار کا ادراک اور آپ کی واردات و کیفیات کا جامع بیان مولٰنا ہی کے شایانِ شان تھا اور یہ بلا شبہ روزِ ازل سے انھی کا مقدر تھا ۔ مصنف نے کتابِ ہذا میں سلسلہ عالیہ کے مبدأ فیض جناب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت امام ربانی قدس سرہما تک اکابر طریقہ کے آثار و معارف کو اجمالی طور پر قلم بند کیا ہے ۔ چنانچہ ایک عام قاری فیضانِ طریقت کے تدریجی ارتقاء سے روشناس ہونے کے بعد کتاب کے اصل موضوع تک رسائی حاصل کر پاتا ہے اور پھر اسے بالآخر حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کے حیات افروز سوانح اور بصیرت افروز ارشادات سے دیدہ و دل کی جلا میسر آتی ہے ۔ ——— مولٰنا محمد اکرم صاحب نے اسلوبِ بیان میں عام تذکرہ نگاروں کے سطحی انداز سے احتراز کیا ہے اور حضرت والا کے کمالات و خوارق کو آپ کے ارشادات کے پس منظر میں بیان کیا ہے ، جو کتاب کی افادیت میں گراں بہا اضافے کا موجب ہے ۔ احوال و مقامات کی تسہیل کے لیے جامع اور بلیغ عنوانات کا انتخاب کیا ہے ؛ یہ عنوانات نفسِ مضمون کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ اس کے نقوش مطالعہ کرنے والے کے دل پر ثبت ہو جاتے ہیں ——— مولٰنا نے واقعات کے بیان میں کہیں افراط و تفریط سے کام نہیں لیا اور ذکر و فن کی صداقت کے تمام تقاضوں کو ہر آن پیشِ نظر رکھا ہے ۔ یہ تمام واقعات مصنف کے ذاتی مشاہدات ہیں انھوں نے مشاہدات کے اس ذخیرے سے ان جواہر ریزوں کو سلکِ نثر میں پرو دیا ہے جنکی آب و تاب میں سنتِ مصطفوی کا انعکاس نسبتاً روشن تر اور واضح تر ہے ۔

اللہ رب العزت بطفیل جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم مولٰنا محمد اکرم صاحب کے انفاس سے افرادِ امت کو بالعموم اور حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کے وابستگانِ سلسلہ کو بالخصوص مستفیض فرمائے ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(پروفیسر) حافظ محمد افضل فقیر ۔ لاہور

۲۴ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ کی ستائیسویں اور سن عیسوی کے مطابق سال ۱۹۶۶ کے ماہ جنوری کی بیس تاریخ تھی جمعرات کا دن اور عین عصر کا وقت تھا کہ شیخ الاسلام۔ قطبِ زمان۔ محرمِ اسرار و مخزنِ انوار رہبرِ کامل۔ ہادیٔ برحق۔ حامیٔ شریعت و سنت۔ نائبِ رسالت حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری المعروف بہ "حضرت کرمانوالے" مالکِ حقیقی کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے واصلِ بحق ہوئے۔ حضورِ اقدس کے وصال کے بعد وقت گزرتا گیا اور صدمہ کی شدت سے ایک عرصہ تک خیالات منتشر و پراگندہ رہے۔ احبابِ طریقت وقتاً فوقتاً باصرار مطالبہ کرتے رہے کہ آپ کے حالات و مقامات اور ملفوظات کو کتابی شکل دی جائے۔ مگر اپنی بے بضاعتی سامنے آجاتی اور اشہبِ قلم وہیں رُک جاتا۔ یہ بھی خیال آتا کہ میرے جیسا غافل اور کوتاہ عمل انسان ایک برگزیدہ۔ پاک اور باکمال ہستی کے متعلق کیا لکھ سکتا ہے۔ آفتابِ علم و عرفان کے محاسن ایک ذرۂ بے مقدار کیا بیان کرے گا۔ اِس لیے ہر موقعہ پر معذرت کر کے احباب سے دامن چھڑاتا رہا اور یونہی وقت گزرتا چلا گیا۔

گزشتہ چند سالوں میں بعض قدیمی احباب داغِ مفارقت دے گئے۔ جن میں مولوی محمد عمر اچھروی، مولوی عبدالحق پاکپتنی، رائے نیاز احمد خان اور صوفی نور عالم رحمہم اللہ تعالےٰ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ حضرات وہ تھے جن کو حضور قدس سرہ العزیز سے طویل عرصہ تک فیضانِ صحبت حاصل رہا اور اس طرح وہ آپ کے حالات و ملفوظات سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے پاس اُن حسین یادوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن وہ اِن یادوں کو اپنے سینوں سے لگائے رخصت ہو گئے۔ چنانچہ فقیر کے دل میں یہ خیال آیا

Marfat.com

کہ بڑے افسوس کی بات ہوگی اگر یہ حالاتِ عجیبہ اور مقاماتِ غریبہ احاطۂ تحریر میں نہ لائے جائیں اور یہ اسرارِ گراں مقدار کچھ مدت کے بعد یادوں سے محو ہو کر گم ہو جائیں۔ اِس لیے یہ ضروری خیال کیا کہ آپؒ کے حالات، مکشوفات، کرامات اور بشارات کو کتابی شکل دی جائے۔ سب یارانِ طریقت اور عقیدت مندوں کے دلوں میں یہ بات قدرتی طور پر پائی جاتی ہے کہ انہیں اپنے پیروں اور بزرگوں کی باتیں سننے کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اور جُدائی کے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے یہی تذکرہ مرہم کافور کا کام دیتا ہے۔ جی یہی چاہتا ہے کہ اپنے شیخ کے احوال و مقامات کا ذکر کیا اور سُنا جائے۔ ذکر سننے والوں کی محبت۔ شوق اور جذبہ میں اِس سے اضافہ ہوتا ہے۔ چونکہ یار نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اِس لیے اُس کی یادگار تسکینِ خاطر کا سبب بنتی ہے ع

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

احباب نے اب پھر اصرار شروع کیا اور جب عالی جناب فیض مآب حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی کا بھی واضح ارشاد ہُوا تو تائیدِ غیبی کی اُمید پر اور حضرت صاحبزادہ ذی شان اور احباب کی دُعاؤں کے سہارے اِس کارِ خیر کی انجام دہی پر کمر باندھ لی۔ کُلُّ اَمْرٍ مَّرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

(ترجمہ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

Marfat.com

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

(ترجمہ) ہر انسان اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔

نیز وَمَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَہُ اللّٰہُ فِیْ زُمْرَتِھِمْ۔

(ترجمہ) جو شخص کسی قوم سے محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اُن کے زمرے میں اُٹھائے گا۔

نیز مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ ۔

(ترجمہ) جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُن میں سے ہی ہوگا۔

ان احادیثِ شریفہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مشائخ کے احوال اور اُن کے اسماء کا ذکر ہی رحمتِ الٰہی کے نزول اور نجات و بخشش کا باعث بنتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حِکَایَاتُ الْمَشَائِخِ جُنْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلْقُلُوْبِ یُعِیْنُھَا لِفُتُوْحِ اللّٰہِ

(ترجمہ) مشائخ کی حکایتیں لشکرِ الٰہی ہیں جس سے دِلوں کو فتوحِ الٰہی حاصل ہوتی ہیں۔

نیز آپؒ سے پُوچھا گیا کہ مشائخ کی باتوں کا مریدوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ

وَجَآءَکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَۃٌ وَّ ذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○

(ترجمہ) اے محبوبؐ! ہم گزشتہ انبیاء کے قصّے آپ سے اِس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے قلب کو ثابت قدمی حاصل ہو اور اس کے ذریعے سے آپ تک سچائی اور نصیحت پہنچے اور مومنوں کے لیے ذکر۔

اِسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے طالب رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردانِ خدا کی سی خصلتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

حاتم اصمؒ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب تک کچھ حصّہ قرآنِ پاک کا اور کچھ حصہ اپنے پیروں کی حکایات کا نہ پڑھ لو تب تک ایمان سلامت ہی نہیں رہ سکتا۔

ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب اکابرِ دین اور مشائخ عظام وفات پا جائیں تو پھر ہم کیا کریں تاکہ سلامت رہیں۔ آپؒ نے فرمایا: "اُن کا کلام پڑھو۔ ان کی باتیں سنو۔ اُن کے علوم و معارف پر غور کرو۔ پھر سلامت رہو گے۔"

شیخ عطّار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے بعد دوسرے درجے پر اہل اللہ کے اقوال و احوال ہیں۔ اور سب افسانوں میں سے عمدہ افسانے صوفیاء کے ہیں۔ اس لیے کہ اُن کی باتیں پڑھنے اور سننے سے اُن کے ساتھ نسبت پیدا ہوتی ہے اور یہی نسبت نجات کا موجب ہو گی جیسا کہ ارشاد ہے: عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ۔

(ترجمہ) نیک لوگوں کا ذکرِ خیر ہو تو رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

خواجہ محمدؒ پارسا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام کا ارشاد ہے کہ تو اس بات کی کوشش کر کہ اپنی جگہ دوستانِ حق کے دل میں بنائے اور اگر یہ بات میسّر نہ آسکے تو دوستانِ خدا کی دوستی کو اپنے دل میں جگہ دے۔ جب تیرا دل اُن کی دوستی کا مقام ہو گا۔ تو تیرا خانۂ دل حرص و ہوا سے پاک ہو جائے گا۔ اُن کی محبت کے سوا اور کسی چیز کی تیرے دل میں سمانے کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔

شیخ ابوبکر جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم پر لازم ہے کہ ایسے شخص سے محبت رکھو جو حق تعالےٰ سے محبت رکھتا ہو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو اُن کے علوم و معارف، کلمات اور نقلیات سے محبت رکھو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم اُن علوم و معارف کا مطالعہ ضرور رکھو تاکہ ان کی برکت سے تم رفتہ رفتہ حق تعالیٰ جل شانہٗ تک پہنچ جاؤ۔ ع

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنّت است

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت کرتا ہے اُن کے دِلوں کو اپنی طرف لگا لیتا ہے اور جو اُس کی دوستی میں دسترس حاصل کرلیتا ہے ۔ اُس کے دل کو اللہ تعالیٰ شر سے محفوظ رکھتا ہے ۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں : "نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ تو مشائخ کی باتیں سُنے اور اُن پر اعتقاد کرے اور محبت کرے کیونکہ دوستانِ حق کی باتوں سے پیار کرنا گویا دوستانِ حق کی دوستی ہے ۔ اسی تعلق سے حق تعالیٰ سبحانہٗ سے نسبت پیدا ہوتی ہے اور انسان مقربانِ بارگاہِ الٰہی میں سے ہوجاتا ہے ۔

ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم اپنے مرشدوں کو نہ پائیں تو کونسی ایسی بات کریں جس سے تباہی سے بچ جائیں ۔ بزرگ نے فرمایا کہ ہر روز اُن کی باتوں کا ایک ورق پڑھو اور اُن کے اعمال اور مقامات سنو پھر یقیناً سلامت رہوگے ۔

شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وقت میں یہ نصیحت کی کہ اوّل تو پیروں کی باتیں سنو اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم نام ضرور یاد رکھو تاکہ اسی کی برکت سے بہرہ ور ہوسکو نیز فرمایا کہ مرید کی سب سے اچھی نسبت تو یہ ہے کہ اس نے پیر کو دیکھا ہو اور کمال محبت سے اُن کی صحبت میں رہ چکا ہو ۔ اُن کی صحبت کی برکت سے ایسی باتیں حاصل ہونگی جو اور کسی طرح نصیب نہ ہوں گی ۔

شیخ نجم الدّین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ افسوس کسی شخص نے اولیاء اللہ کی قدر نہ پہچانی مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جس شخص کو اہل اللہ کے احوال و افعال کا مشاہدہ اور اقوال کا علم حاصل نہیں ہوتا وہ ان کے حق میں ایسی ویسی باتیں کرتا ہے اور اُن کا منکر ہوجاتا ہے لیکن یاد رہے کہ اُن کے اقوال و افعال کا انکار ایسا ہی ہے جیسے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا انکار ہے

اسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور اُن کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں ۔ اِس سے وہ رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردانِ خدا کے خصائص اپنے اندر پیدا کرتے ہیں ۔ اِس لیے ضروری ہے کہ اپنے احوال اور اُن کے احوال کا موازنہ کریں ۔ اگر موافق

Marfat.com

ہوں تو شکر بجا لائیں اور اگر مخالف ہوں تو استغفار کریں اور مجاہدے میں کوشش کریں

شیخ صمدون قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں تو کوئی نیک صفت دیکھے اُس سے جُدا نہ ہو کیونکہ تو جلدی ہی اسکی برکت سے بہت کچھ حاصل کرے گا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِن کوتاہ اندیشوں کا بزرگوں کی کرامات اور ان کے احوال سے اِنکار کرنا اِس وجہ سے ہے کہ وہ خود اِن اسرار سے آشنا نہیں ہوتے اور احوال کا نشان تک اُن میں نہیں پایا جاتا۔ یہ نفی تو اس واسطے کرتے ہیں کہ عوام کے روبرو رسوا نہ ہوں۔ پاک لوگوں کے کام کا اندازہ اپنی حالت سے نہ کرو۔ خواہ دیکھنے میں کیسا ہی آسان ہو ؎

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست

سخن شناس نہٖ دلبرا خطا اینجاست

اس گروہ سے حاسدوں کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ یہ بزرگوار کمال متابعت کے باعث راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور اس خرچ کے لیے مال و اسباب جمع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ خبر ہی نہیں کہ منصبِ ارشاد کی ایک شرط انفاقِ مال و زر بھی ہے لہٰذا مال و اسباب جمع کرنا جائز ہے تاکہ طالبانِ راہِ حق فارغ البال ہو کر اپنے کام میں مشغول رہیں ؎

پراگندہ روزی پراگندہ دل　　خداوندِ روزی بحق مشتغل (سعدیؒ)

شیخ علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لوگ مشائخ کی نسبت عجیب عجیب اعتقاد رکھتے ہیں بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ وہ گدا اور محتاج ہیں۔ ان کم فہم لوگوں کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو خلقت کا محتاج ہی نہیں رکھتا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں۔ حالانکہ یہ دُنیا اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ ان کے قدموں میں ڈال دی جاتی ہے۔ شیخ مجدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا سالانہ خرچ دو لاکھ اشرفی تھا۔ اور پانچ لاکھ اشرفی کی ملکیت

Marfat.com

وقف طریقہ کی تھی۔ بعض صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور شیخ ابو سعید ابو الخیر اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہما کے مال کے متعلق تو سب کو علم ہے نیز حضرت شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور مزارعہ کو پیدا کرنے میں بھی حکمت رکھی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا منشا ہے کہ جہان۔ اہلِ جہان، اور بندگانِ خدا کی جمعیت کا انتظام قائم رہے اور خلقت کو فائدہ پہنچے۔ لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ زمین کے آباد کرنے سے کیا ثواب حاصل ہوتا ہے تو اسے بنجر کبھی نہ چھوڑیں۔ کوئی شخص اگر محنت کر کے زمین سے زیادہ غلّہ پیدا کرتا ہے۔ تو وہ مخلوقِ خدا کی روزی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا معاملہ بالکل مختلف ہے وہ اگر خلوت یا صحبتِ خلق اختیار کرتے ہیں تو محض رضائے الٰہی کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ وہ مال و اسباب جمع کرتے ہیں تو طالبوں کی جمعیتِ خاطر اور رضائے مولا کے لیے اور اگر ترک کرتے ہیں تو مصلحت کے لیے۔ غرضیکہ جو کچھ کرتے ہیں امرِ الٰہی اور رضائے الٰہی کے ساتھ کرتے ہیں۔ کوئی فعل اُن کا نفسانی خواہش کی رو سے نہیں ہوتا۔ عالم اور عارف درویش پر اعتراض کرنا خطا ہے جو کچھ ان پر گزرتا ہے اُس میں حکمت ہوتی ہے۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگان کا طریقہ اہلِ سنت والجماعت کا اعتقاد ہے اور شرعی احکام کی متابعت۔ سنّت کی پیروی۔ عزیمت۔ دوامِ عبودیت یعنی دائمی حضوری اور آگہی ہے پس جو لوگ اِن بزرگوں کی نفی کرتے ہیں اُن کا سبب یہ ہے کہ اُن لوگوں پر حرص کی تاریکی اور ظاہری و باطنی بدعت چھائی ہوئی ہے۔

حضرت جُنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے نیکی عطا کرنا چاہتا ہے اُسے اپنے برگزیدہ بندوں کی خدمت میں بھیجتا ہے اور دنیاوی شغل سے اسے باز رکھتا ہے۔ بزرگانِ دین کا قول ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ سے بے جا جھگڑتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کسی شخص کے لیے تین چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔

(۱) جس کو علم حاصل ہو .... لیکن .... عمل کی توفیق حاصل نہ ہو

Marfat.com

(۲) عمل کی توفیق مل جائے ------- لیکن ------- اخلاص اور للّٰہیت نہ ہو

(۳) نیکوں کی صحبت کا موقع ملے ------- لیکن ------- انکے نزدیک قبولیت حاصل نہ ہو

شیخ الاسلام قُدّس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ مشائخ کے دیدار کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار جاتا رہے تو سمجھ لو کہ پھر یہ سعادت نہیں مل سکے گی۔ پس جو شخص اولیاء اللہ کی جستجو میں نکلے اور اُن میں سے کسی پاک ہستی کو پالے تو سمجھ لے کہ اس نے ایک نُور پا لیا ہے اور اگر راہِ طلب میں ہی جان دے دی تو یہ امر اُس کی بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

ظہورِ کرامت کسی ہستی کی فضیلت کا اصلی باعث نہیں۔ بلکہ اصل کام تو استقامت اور اتباعِ شریعت ہے۔ اس زمانے کے بعض علماء پر تعجب ہے کہ جب علمی بحث پر اُترتے ہیں تو دلائل سے کراماتِ اولیاء اللہ کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں لیکن جب اولیاء اللہ کی کرامتیں دیکھتے ہیں تو اُن کا دل انہیں قبول نہیں کرتا اور انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس انکار سے بچائے۔ ان علمائے ظاہر کی طبیعتوں میں حسد ہوتا ہے۔ ظاہر بینوں کی نظر صرف اس بات پر ہوتی ہے کہ ولی وہ ہے جو گزشتہ اور آئندہ حالات کی اطلاع دے۔ لیکن وہ کوتاہ نظری سے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ علم غیب صرف ذاتِ حق کا خاصہ ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے لیے ہر وقت پردۂ غیب پر ہی نظر رکھنا غیر ضروری ہے اور محض تضیعِ اوقات کا باعث ہے۔

فاتحۃ العلوم میں لکھا ہے کہ جس شخص کو صدیقوں کے حال، مقام اور علم سے کچھ بہرہ نہ ہو یا اس کا منکر ہو تو اس کا حال بُرا ہوتا ہے۔ اُن کا منکر کسی طرح بھی علم سے حظ نہیں اٹھاتا اور جس شخص کو ذرا بھی علم سے مَس ہو وہ اس علم اور حال کی تصدیق کرتا ہے۔

ایک نوجوان عالم اہل اللہ کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے اپنی انگوٹھی دے کر کہا کہ جاؤ اسے فلاں نانبائی کے ہاں جا کر ایک دینار کے بدلے گروی رکھ دو اور کھانا لے آؤ۔

جب وہ نوجوان نانبائی کے پاس گیا تو اس نے انگوٹھی ایک درہم کے بدلے بھی قبول نہ کی۔ ناچار نوجوان واپس چلا آیا۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اچھا اب فلاں جوہری کے پاس جاؤ اور اس کی قیمت کا اندازہ لگواؤ۔ جوہری نے انگوٹھی کو غور سے دیکھا اور اس کا اندازہ ایک ہزار دینار کیا۔ اس پر شیخ نے نوجوان سے کہا کہ تیرا علم جو اولیاء اللہ کے متعلق ہے وہ بعینہٖ نانبائی کے علم کا سا ہے تو اس سے توبہ کر۔ نوجوان تائب ہو کر راہِ راست پر آگیا۔

حضرت کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صدیق کی تین علامتیں ہیں:

۱۔ دُنیا کی دولت اور مال وجاہ کی قدر و منزلت اس کے دل میں بالکل نہ ہو۔ دُنیا سے اس کا دل سرد ہو جائے

۲۔ ریا اور نمایش کا اس میں شائبہ تک نہ ہو۔ نہ تعریف سے پھُولے اور نہ مذمت سے پژمردہ خاطر ہو۔

۳۔ لذات و شہوات اس کے دل سے جاتی رہیں۔ ایسا ہو جائے کہ بھُوک اور شکم سیری میں اسے فرق محسوس نہ ہو اور ترکِ شہوات اس کا شیوہ بن جائے۔

ایک بزرگ سے پُوچھا گیا کہ جب وہ زمانہ آجائے کہ ہم مرشدوں کو اپنی ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہر روز ان کا کلام پڑھا کرو کیونکہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو چراغ سے ہی روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے۔ قلم اُن کے کلمات وارشادات کاغذ کے صفحے پر محفوظ کر دیتی ہے اور ان میں وہی تر و تازگی اور چاشنی ہوتی ہے جو دِلوں کو زندہ اور رُوح کو منور کر دیتی ہے۔

موجُودہ زمانے میں اکثر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان دنوں بزرگانِ سلف کے مانند کوئی ہستی نہیں ہے۔ اِسی سبب سے وہ اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں اور زندگی غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ بدگمانی محض نادانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اس گروہ کو حاصل ہُوا ہے وہ کمال متابعتِ

Marfat.com

حضور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ متابعتِ سنتِ سنیہ اور ولایت و قرب کی راہ ایسی نہیں جو کہ صرف سابقہ زمانے کے لیے ہی مخصوص تھی بلکہ وہ ہمیشہ باقی ہے اور قابلیت و اہلیتِ انسانی بھی موجود ہے۔ جو سمجھ دار ہے وہ پالیتا ہے پس تمام طالبوں کے لیے لازم ہے کہ اپنے زمانے میں ایسے شخص کی جستجو کریں۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی اولیاء اللہ موجود ہیں۔ وہ بے شک شب قدر کی طرح پوشیدہ ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاهِلِیَّۃً۔

(ترجمہ) جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہل کی موت مرا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔

(ترجمہ) اے محمد ان لوگوں سے کہدو کہ میرا راستہ یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ راستہ میں نے اور میرے متبعین نے پوری پہچان کے بعد اختیار کیا ہے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْٓ اُمَّتِهٖ۔

(ترجمہ) رہنما اپنی قوم میں اسی طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

مَنْ لَّا شَیْخَ لَهٗ لَا دِیْنَ لَهٗ۔

(ترجمہ) جس کا کوئی رہنما نہ ہو وہ بے دین ہے۔

پس راہِ خدا میں سالک کے لیے ایسے ہادی کی بے حد ضرورت ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی طرف لے جانے والے راستہ کی رہبری کر کے اور اس پیر کے سلسلہ کی اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل

Marfat.com

ہوں اور اس کا ظاہر اور باطن حضرت حبیب رب العٰلمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے اتباع کامل
سے آراستہ ہو۔ چنانچہ کشف وکرامت کی چنداں پروانہ کی جائے اور نہ ان کو کمال کی شرط خیال کیا جائے پس
جو شخص صحتِ کامل یعنی نسبتِ محمدیہ کا طلب گار ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ سنّتِ نبوی کی پیروی
کو تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے افضل سمجھے اور جو انوار و برکات اس سے حاصل ہوں ان کو تمام فیوضات
سے ارفع واعلیٰ خیال کرے۔ وجد۔ سُکر اور عام مشہور ذوق کو باطنی جمعیت اور دوام حضور کے مقابلے
میں کچھ وقعت نہ دے۔ جس بزرگ کی خدمت میں رہ کر یہ احوال حاصل ہوں اس کو سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا نائب جان کر اُس کی خدمت کرنا اپنے لیے فرضِ عین سمجھے۔ اور اس کا مرید بن کر شریعت کے فواید حاصل
کرے تاکہ قیامت کے دن حسرت اور ندامت کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔ یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ
یہ دُنیا ایسے بزرگوں سے کسی لمحہ خالی نہیں رہ سکتی۔ ان کی برکت سے آسمانوں سے پانی برستا ہے اور
اُن کی بدولت زمین کو تر و تازگی اور رعنائی حاصل ہوتی ہے۔ عالمِ انسانیت اُن کے دم سے آباد ہے۔ پہاڑ
اُن کی برکت سے قائم اور دریا اُن کے فیض سے جاری ہیں۔ کائنات ارضی وسماوی کا نظام ان کے دم قدم
سے قائم ہے۔

الغرض یہ کتاب اسی مقصد سے لکھی گئی ہے کہ طالبانِ راہِ حق کے لیے مشعل کا کام دے سکے
اور قلوب وارواح کو نورِ ہدایت حاصل ہو سکے۔ اس میں ایک عاشقِ حقیقی و نائبِ رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی پاک اور بابرکت زندگی کی جھلک ہے۔ جس نے سنّتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے قربِ
محبوبیت کا درجہ حاصل کیا۔ جو اپنے ملنے والوں کو ہمیشہ اتباعِ سنّت اور پیرویِ شریعت کی تلقین فرمایا کرتے
تھے۔ ایسی پاک ہستی جس کی صحبت کیمیا اثر میں دلوں کے آئینے دنیا ومافیہا کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے
تھے اور اللہ کے ذکر کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا تھا مجھے اُمید ہے کہ ہر طبقے کے اہلِ نظر حضرات
اس سے مستفیض ہوں گے اور نشانِ منزلِ مقصود حاصل کر سکیں گے۔ عاقل وہ ہے جو اگر کوئی چیز مکمل طور پر

حاصل نہ کر سکے تو اسے بالکل ترک نہ کر دے بلکہ اُس میں سے جو کچھ حاصل کر سکے اُسے تو نہ چھوڑے۔

بقول: مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ

نقشبندیاں عجب قافلہ سالار انند   کہ بُرند از رہِ پنہاں بہ حرم قافلہ را

اے مولا کریم! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیارے بندوں کی محبت عطا فرما۔ اسی محبت میں تا دمِ آخر سرشار رکھ اور کل بروز قیامت جب ہم اُٹھیں تو یہی حقیقی محبت کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہو۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ حَبِیْبِکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔ اٰمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْن

اُن کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی توجہ سے یہ ناچیز اِس پیشکش کو ہدیۂ ناظرین کرنے کے قابل ہُوا۔ سب سے مقدم کریم ابنِ کریم عالی جناب فیض مآب حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم کی ذات والاصفات ہے جن کی تحریک اور نیک دعاؤں سے بندہ کو اِس کتاب کی تالیف و تدوین کا بیڑہ اٹھانے کی ہمت پیدا ہوئی۔ آپ نے ہر مرحلہ پر خصوصی توجہ سے رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج میں اور زیادہ ترقی عطا فرمائے۔

بعض اہم مقامات پر میرے محترم دوست اور مخلص کرم فرما جناب صوفی حافظ محمد افضل صاحب فقیر ایم اے کے مفید مشورے کتاب کے ظاہری اور معنوی حُسن میں اضافہ کا باعث بنے۔ طباعت اور اشاعت کے سلسلہ میں میرے دیرینہ معاون عزیز مکرم چوہدری محمد طفیل شاہین حال مقیم گلاسگو (انگلستان)، اور میاں غلام مصطفےٰ صاحب غازی۔ مالک غازی انڈسٹریز۔ لمیٹڈ میاں چنوں نے خاص دلچسپی لی۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ وَارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محمد اکرم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد الامین
وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین ورحمتہ وبرکاتہ علینا وعلی کل المؤمنین ما دامت السموات
والارضین سبحان الذی نور قلوب العارفین بنور معرفتہ واوصل المحبین بکمال فضلہ وکرمہ

: تمہید :

سرورِ کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

اِس کتاب کے اصل موضوع کی طرف آنے سے قبل بطور تمہید بزرگانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بعض ہستیوں کے مختصر حالات تبرکاً و تیمناً شامل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ جس پاک ہستی کا ذکرِ خیر اس جگہ مطلوب ہے اُس کا تعلق سرچشمۂ فیضانِ سرمدی کے ساتھ کن ذرائع سے ہُوا اور وہ کس راہ سے معرفتِ الٰہی کی بُلندیوں تک پہنچے۔

اہلِ نظر حضرات جانتے ہیں کہ طریقت کے تمام سلسلے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم پر منتہی ہوتے ہیں۔ فیوض و برکات کا اصل منبع رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو خاتم النّبیین کا منصب عطا فرما کر تا قیامِ قیامت کل بنی نوعِ انسان کی ہدایت کیلیے مبعوث فرمایا۔ تمام عالم انبیائے سابقہ علیہم السلام کی تعلیمات سے روگرداں ہو کر ضلالت

ومعصیت میں غرق ہو چکا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو پسِ پُشت ڈال کر بُت پرستی اور شرک اختیار کیا جا چکا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہُوا کہ لوگ اخلاقی اقدار سے مُنہ پھیر کر ہولناک تباہیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ توحید کی بجائے تثلیث اور بُت پرستی رواج پا چکی تھی۔

اس پُر آشوب دَور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت خاتم المرسلین مُحمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مبعُوث فرمایا اور دُنیا کی ہدایت کے لیے اپنے آخری رسُول کو بھیج کر پھر اپنی مخلوق پر رحمتوں کے دروازے کھول دیے۔ آپکی تشریف آوری کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تمام کائنات از سرِ نو نورِ توحید سے جگمگا اُٹھی۔ پہلے خطہ عرب اور پھر بیرونِ عرب تمام عالمِ انسانیت کو خدائے واحد کی طرف بُلایا اور اُس آفتابِ ہدایت نے بہ نفسِ نفیس اور پھر اُس سے روشنی حاصل کرنے والی بے شمار قدسی صفات ہستیوں نے روئے زمین کو نُورِ وحدت سے تابندہ کر دیا۔ ع

وَصَلَّی اللّٰہ عَلیٰ نُورٍ کز و شد نورہا پیدا

داعیِ اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے احکامِ خداوندی کی پیروی، تعلیماتِ قرآنی و اخلاقِ ربانی کا عملی نمونہ بن کر پیش کیا اور جب اپنے قول و عمل سے ارشاداتِ الٰہی کی توضیح و تشریح فرمائی تو لوگوں میں اُس کے سمجھنے، اُس کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے اور انہیں حاصل کرنیکے طریقے معلوم کرنے کا جذبہ پیدا ہُوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنا ہر قول و فعل نشست و برخاست، خور و نوش اور تمام حرکات و سکنات حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوہ حسنہ کے مطابق اختیار کرنا اپنا مقصدِ حیات بنا لیا۔ ایمان اور اسلام اُن کے دل و دماغ اور رگ و پے

Marfat.com

میں سرایت کرتا چلا گیا۔ یہ آپ کی صحبت اور محبّت کی تاثیر تھی کہ جو شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہُوا پھر نہ قریش کی چیرہ دستیاں اسے متزلزل کر سکیں اور نہ دردناک اذیتیں اُس کے پائے ثبات کو ڈگمگا سکیں۔ اِسلام کے اِن پروانوں نے مصائب جھیلنا اور جان دینا گوارا کر لیا مگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے رُوگردانی نہ کی۔ صحابہ کرامؓ کی ایمان کی پختگی کا ہی یہ کرشمہ تھا کہ صراطِ مستقیم پر قائم رہنا اُن کے لیے آسان اور سہل بن جاتا تھا۔ وقتِ عبادت ہو تو عبادت کے لیے کمربستہ وتیّار۔ معاملاتِ دُنیا میں راست بازی، اور دیانت داری اُن کا شعار اور وقتِ جہاد ہو تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور جاں نثار وجاں سپار۔ ایمان کی یہ پختگی۔ حوصلہ کی بلندی اور دینِ اسلام سے شیفتگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے فیضانِ صحبت کا نتیجہ تھا۔ ایک ہی صحبت میں آپ کی محبّت کا نقش ہر صاحبِ ایمان کے قلب پر ایسا گہرا بیٹھ جاتا تھا جسے مٹانا ممکن نہ ہوتا۔ صحابۂ کرامؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر احکامِ خداوندی کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور آپ کی صحبت سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے تھے۔

حکمت و انوارِ الٰہیہ اور اسرارِ دین کے درس کی جانب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توجّہ سب سے زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے منصبِ نبوّت کے تقاضوں کا بیان اِس آیتِ قرآنی میں فرمایا ہے:

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

غرض رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ۲۳ سال کی مدّت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر جماعت کو تربیت دے کر ایسا راسخ العقیدہ اور سرگرمِ عمل بنا دیا تھا کہ آپ کے بعد اسلام کی اشاعت، تبلیغِ دین و احکامِ الٰہیہ اور تزکیۂ نفوس کا کام انہی کے سپرد کر دیا۔

Marfat.com

فضائلِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

سیرتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر جیّد علماء اور فاضل مصنّفین نے مستند کتابیں لکھ کر علم دوست حضرات کے لیے بڑا مفید اور قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اِس چشمۂ نُور سے سیراب ہونے کے لیے اور قلب و رُوح کو منوّر کرنے کے لیے اِن کتابوں کا مُطالعہ بہت ممد و معاون ہو سکتا ہے۔ ہر نُور کی ضیاء کا منبع مہرِ نبوّت ہے۔ آفتابِ رسالت سے نُور و ہدایت کی بے شمار کرنیں پھُوٹیں جن کی آب و تاب سے یہ جہانِ تیرہ و تار جگمگا اُٹھا۔ حضُور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ

"میرے اصحاب روشن ستاروں کی مانند ہیں۔ گمراہی کی اندھیری رات میں تم اُن میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

فیضانِ نبوّت سے سیراب ہونے والی یہ ہستیاں اگر فرشتوں کے گروہ میں قابلِ احترام ہیں تو اُنکے مناقب و فضائل کا ذکر حضُور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی

Marfat.com

زبانِ مبارک سے فرمایا ہے:

۱: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ سِوَی النَّبِیّٖنَ وَاخْتَارَ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَۃً فَجَعَلَھُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَھُمْ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ (رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ)

(حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو بعد پیغمبروں کے تمام عالم میں پسند فرمایا اور تمام اصحاب میں سے چار کو منتخب کر لیا اور اُن کو میرا بہترین دوست بنایا وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو)

۲: ابنِ عساکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَۃٌ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَھُمْ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ، لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُھُمْ اِلَّا فَاجِرٌ وَّ ھُمْ حَلَآئِفُ نُبُوَّتِیْ وَعَضُدُ دِیْنِیْ وَعِصْمَۃُ اُمَّتِیْ وَ مَعْدِنُ حِکْمَتِیْ لَا تُقَاطِعُوْا ھُمْ وَلَا تُحَاسِدُوْا مِنْھُمْ۔

(رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی بابت لوحِ محفوظ میں میثاق لیا کہ اُن کو دوست نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے مومن کے اور اُن سے بغض نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے فاجر کے۔ وہ میری نبوّت کے حلیف ہیں اور میرے دینِ متین کے بازو اور میری اُمّت کی عصمت ہیں اور

میرے علم کے معدن۔ اُن سے قطعِ تعلق نہ کرو نہ اُن پر حسد کرو۔)

اس حدیثِ پاک میں خلفائے اربعہ کے فضائل تبدریج بیان فرمائے ہیں:

۳: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَبُوْبَکْرٍ وَزِیْرِیْ وَالْقَآئِمُ فِیْ اُمَّتِیْ وَ عُمَرُ حَبِیْبِیْ وَعُثْمَانُ مِنِّیْ وَ عَلِیٌّ اَخِیْ وَصَاحِبُ لِوَآئِیْ۔

(آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اُبوبکر میرا وزیر اور میرے بعد میرا قائم مقام ہے اور عُمر میرا حبیب ہے اور عثمان مجھ سے ہے اور علی میرا بھائی اور صاحبِ لوا ہے۔ رضی اللّٰہ عنہم) (ترمذی)

۴: وَ قَالَ ایضاً عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ "لَا یَجْتَمِعُ حُبُّ ھٰٓؤُلَاءِ الْاَرْبَعَۃِ اِلَّا فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِیٌّ۔"

(آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چار اشخاص یعنی اُبُوبکر اور عُمر اور عثمان اور علی کی محبت سوائے قلبِ مؤمن کے کسی اور جگہ جمع نہیں ہوتی (رضی اللّٰہ عنہم)

۵: وَقَالَ ایضاً عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسَّلَامُ "اَبُوْبَکْرٍ بَصَرِیْ وَعُمَرُ یَنْطِقُ بِلِسَانِیْ وَ عُثْمَانُ رُوْحِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ"

(آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "ابوبکر میری آنکھوں کی بینائی ہیں اور عمر میری زبان سے گفتگو کرتے ہیں اور عثمان میری رُوح ہے اور علی مجھ سے ہے اور مَیں اُس سے ہُوں۔ (رضی اللّٰہ عنہم)

Marfat.com

۶: وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَنَا مَدِيْنَةُ الصِّدْقِ وَ اَبُوْبَكْرٍ سَقْفُهَا وَ اَنَا مَدِيْنَةُ الصَّلَابَةِ وَعُمَرُ عِمَادُهَا وَ اَنَا مَدِيْنَةُ الْحَيَاءِ وَعُثْمَانُ جِدَارُهَا وَ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا"۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں صدق کا شہر ہُوں ابُوبکر اُس کی چھت ہیں۔ مَیں صلابت کا شہر ہُوں اور عمؓر اس کا ستون ہیں۔ مَیں حیا کا شہر ہوں اور عثمان اس کی دیوار ہیں۔ مَیں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔ رضی اللہ عنہم) (ترمذی)

۷: حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ اٰمَنُوْا مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ وَاٰمَنَ النَّاسُ مِنْ خَوْفِ السُّيُوْفِ"۔

(بُرا نہ کہو میرے اصحابؓ کو کیونکہ وہ ایمان لائے صرف خدا کے خوف سے اور دوسرے لوگ تلوار کے خوف سے ایمان لائے۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے منبر پر بیٹھ کر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خُطبہ پڑھا۔ حمد و نعت کے بعد آپ نے فرمایا:

۸: "سب لوگ سمجھ لو کہ حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام آدمیوں میں بہتر ابُوبکر، عمُر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جو شخص اُن کو بُرا کہے اور اُن کے حق میں بہتان لگائے اُس پر خُدا و رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

۹: محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے باپ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ۔ میں نے کہا کہ اُن کے بعد کون ہے، فرمایا عمرؓ۔ میں نے پوچھا اُن کے بعد، فرمایا عثمانؓ۔ میں نے کہا اُن کے بعد اے امیرالمؤمنین آپ ہی افضل ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا، میں بھی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہُوں"

مناقب امیرالمؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تاجدارِ مدینہ، سرورِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء میں سے آپ خلیفۂ اوّل ہیں۔ آپ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ ظاہری و باطنی سے فیضانِ عظیم حاصل ہُوا۔ آپ کا نسب نامہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چھ واسطوں کے بعد مُرہ بن کعب سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش سن فیل سے دو برس اور چند روز کم چار ماہ کے بعد ہوئی۔ آپ کا رنگ گورا بدن لاغر تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو اُس وقت حضرت ابوبکرؓ کی عمر اڑتیس برس تھی۔ مردوں میں آپ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے۔ آپ کی اولاد میں تین فرزند محمدؓ، عبداللہ، عبدالرحمٰن اور تین صاحبزادیاں اُم کلثومؓ، اسماءؓ اور عائشہؓ تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت دو برس چار مہینے رہی۔ بعض روایتوں میں تیس ماہ یعنی اڑھائی برس مذکور ہے۔ آپ کی عمر تریسٹھ سال بہ مطابق عمر اشرفِ نبوی

Marfat.com

علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہوئی۔ آپ کی وصیّت کے مطابق آپ کی بیوی اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا اور پُرانے دو کپڑے ہی آپ کے کفن کے طور پر دھو کر استعمال کیے، اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ "زندہ آدمی نئے لباس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔" امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے صحابہ کبار رضی اللہ عنھم کے ہمراہ نماز جنازہ پڑھی اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک میں حضور سرورِ کائنات عَلَیہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّحِیَّات کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا صَبَّ اللّٰہُ فِی صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَصَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

"کوئی چیز ایسی اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں نہیں ڈالی کہ جس کو میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو۔ (بروایت ابی ہریرہؓ)

حضور رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاتِ مُبارکہ کے آخری ایام میں یہ خُطبہ پڑھا،

"اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِتَّخَذَ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلًا؟ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا دُوْنَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا لٰکِنْ ھُوَ شَرِیْکٌ فِیْ دِیْنِیْ وَصَاحِبِیَ الَّذِیْ اَوْجَبْتُ لَہٗ صُحْبَتِیْ فِی الْغَارِ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ۔"

(خُدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کے بعد معلوم ہو کہ اُس نے تمہارے صاحب کو اپنا دوست بنایا ہے (اس میں اشارہ اپنی ذات پاک کی طرف ہے) اور اگر میں

Marfat.com

اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن وہ میرے دین میں میرے شریک ہیں (یعنی میرے ناصر اور معین ہیں اور میرے دین اور یقین کو ظاہر کرنے والے ہیں) وہ میرے دوست ہیں اور میں نے غار میں اپنی رفاقت کے لیے انہیں کو منتخب کیا۔ وہ میری اُمت میں میرے جانشین ہیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد کہ :

"اگر کوئی اور شخص اس مقامِ خاص میں میرا شریک ہوتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے۔"

اِس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ، علمِ باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیائے اُمت میں اکمل و افضل و اعلم ہیں اور پیغمبروں کے بعد گروہِ صدیقین میں اکمل اور صدیق اکبر ہیں۔ اکابر اربابِ دانش قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :

"وَاللهِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ عَلٰی اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ۔"

"قسم خدا کی پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکرؓ سے بڑھ کر کسی اور بہتر شخص پر آفتاب طلوع اور غروب نہیں ہوا"

نیز حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ :

"میں ابوبکر کو تم سب سے بہتر جانتا ہوں یہ کچھ اُن کے نماز روزہ کے سبب نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو اُن کے سینہ میں ہے۔" (یعنی ایمان اور یقین)

اور یہ حدیث شریف :

"لَوْ وُزِنَ[1] اِیْمَانُ اَبِیْ بَكْرٍ مَعَ اِیْمَانِ الثَّقَلَیْنِ لَرَجَحَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَكْرٍ"

(۱ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجیے)

Marfat.com

(اگر ابوبکرؓ کے ایمان کا تمام جن و انس کے ایمان کے مقابلہ میں وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہو گا یعنی باستشنائے ایمانِ انبیاء علیہم السّلام)

اور حضرت ابوبکرؓ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ:

"آپؐ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟" —— آپؐ نے فرمایا:

"عائشہؓ" —— صحابہؓ نے عرض کیا:

"مردوں میں سے کون؟" —— آپؐ نے فرمایا:

"اُس کا باپ" —— [1]

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"مسجد میں بجز ابوبکرؓ کے کسی کا دریچہ باقی مت رکھو" —— [2]

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"میری اُمت میں سب سے مہربان میری اُمت پر ابوبکرؓ ہے۔" "اور جس کسی پر میں نے اسلام کو پیش کیا، وہ فکر میں سرگرداں ہو گیا سوائے ابوبکرؓ کے۔" اور جب حضرت ابوبکرؓ صدیق اپنا تمام مال آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا: "اپنے گھر والوں کے واسطے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟"

(گذشتہ صفحہ سے) اِس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمرؓ سے موقوفاً بدیں الفاظ نقل کیا ہے، لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبُوْبَکْرٍ بِاِیْمَانِ اَھْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ بِھِمْ اور حکیم ترمذی نے بھی فضائل الصحابہؓ میں اسکو نقل کیا ہے۔

[1] اِس حدیث کو امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ نے بروایت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

[2] اِس حدیث کو امامینؒ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

Marfat.com

تو بے تکلف عرض کیا: "اللہ اور اُس کے رسول علیہ السلام کو"۔[1]

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"مَیں نے ایک روز جبریلِ امین سے دریافت کیا کہ "کیا میری اُمت سے قیامت کے دِن حساب لیا جائے گا"؟ کہا کہ "ہاں! سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے لیا جائے گا۔ ابوبکر سے کہا جائے گا کہ بے حساب جنت میں جاؤ۔" وہ جواب دیں گے کہ، "مَیں اپنے دوستوں کو ہمراہ لیے بغیر جنت میں نہ جاؤں گا۔ ربّ العزت جلّ شانہ، کا ارشاد ہو گا کہ "اپنے دوستوں کو بھی جنت میں لے جاؤ کہ مَیں نے تیری ولادت کے روز یہ وعدہ کر لیا تھا اور اُسی دن بہشت کو حکم دے دیا تھا کہ اے بہشت جو کوئی ابوبکرؓ کا دوست ہو گا۔ وہ تجھ میں ضرور داخل ہو گا"۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ کَمَالِ اَبِیْ بَکْرٍ ط فَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا"[2]

(مجھ کو کسی کے مال نے ابوبکرؓ کے مال کی طرح نفع نہیں دیا ہے اور اگر مَیں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدًا اِلَّا کَافَیْنَا مَا خَلَا اَبِیْ بَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِیْہِ اللّٰہُ"[3]

---

[1] اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، احمدؒ نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے

[3] ترمذی نے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

(کسی شخص کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے معاوضہ ادا نہ کر دیا ہو سوائے ابوبکر کے کہ اُس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کا معاوضہ اللہ تعالٰے ہی دیگا۔")

منقول ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور مہاجرین وانصار میں سے سب سربرآوردہ صحابہ کرامؓ نے اپنی رضا و رغبت سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ بالفرض اگر لوگ مجھ کو مجبور کرنے کی غرض سے گرفتار کر لیتے اور بصورت انکار گردن مارنے تک تیار ہو جاتے تو میں اس کو بخوشی پسند کر لیتا مگر یہ بات مجھے ہرگز منظور نہ ہوتی کہ میں ایسی قوم میں امیر بنایا جاؤں جس میں ابوبکرؓ موجود ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے کہا کہ:

"اے ابوبکرؓ! تم کو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دین کے کاموں میں آگے رکھا، اپنی موجودگی میں نمازوں میں امام بنایا اور تمہاری اقتدار کی۔ ہم بھی آپ کو دین و دُنیا کے کاموں میں آگے رکھیں گے پس آپ اپنا ہاتھ دیجیے تاکہ میں بیعت کروں۔"

آپ کی عظمتِ شان، کمالِ یقین اور پختگیٔ ایمان کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہُوا۔ آپ نے دین کے مخالفوں کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دیا۔ آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی لشکر ممالک شام وعراق وغیرہ کی تسخیر میں مصروف رہے۔ جس قدر صدقہ، خیرات اور جزیہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں بیت المال میں وصول ہوتا تھا۔ آپ کے عہد میں بھی برابر وصول ہوتا رہا اور کسی کو زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی سے اِنکار کی جرأت نہ ہوئی۔ مسیلمہ کذّاب نے نبوّت کا دعوٰی کیا تھا اور اسود عنسی خدائی کا مدعی تھا۔ دونوں نے بہت بڑے فتنے برپا کیے تھے یہاں تک کہ ستر اسّی

ہزار کے قریب دُنیوی حرص کے بندے اُن کے دامِ تزویر میں پھنس گئے تھے۔ مگر آپ کی تیغ باطل شکن نے یہ فتنے فرو کر دیے اور قیامت تک اُمّتِ مُسلمہ کے لیے یہ مثال قائم کر دی کہ حضُور خاتم النبیّین کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

زہری نے روایت کی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو آپ منبر پر چڑھے اور خُطبہ پڑھا:

"وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً قَطُّ۔ وَلَا کُنْتُ فِیْھَا رَاغِبًا وَّلَا سَئَلْتُھَا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً وَّمَالِیْ فِی الْاَمَارَۃِ مِنْ رَّاحَۃٍ۔"

"(قسم ہے خدا کی، مَیں نے کبھی امارت کے لیے حرص نہیں کی اور دن میں یا رات میں اس کا خیال بھی نہیں گزرا۔ اور نہ کبھی پوشیدہ یا ظاہر اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی کیونکہ اس امارت میں مجھے کوئی راحت نہیں ہے)

یہاں تک تو اُن امور کا مختصراً ذکر آیا، جن کے باعث حضرت صدیق اکبرؓ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مکمل اتباع۔ عشق و محبت اور اخلاص و وفا کے مظہر بنے۔ وِصال کے بعد آپ کی آخری آرام گاہ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں حجرۂ امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بنی اور حبیب اپنے حبیب کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی وفات سے چند ساعات پہلے اپنی صاحبزادی امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے؟ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات شریف کس دن ہوئی؟ یہ پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آرزو تھی کہ کفن اور یومِ وفات میں بھی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت نصیب ہو۔ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شوق اور جذبہ۔ اللہ اللہ!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ[۱]:

"جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ ہم آپ کو شہداء میں دفن کریں گے اور بقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ اپنے حجرہ میں اپنے حبیبؐ کے پاس دفن کروں گی۔ ہم اسی اختلاف میں تھے کہ نیند کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ میں نے سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے" ضُمُّوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ" دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ میں بیدار ہو گئی تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس آواز کو سن لیا۔ یہاں تک کہ مسجد میں بھی لوگوں نے سنا۔"

شواھد النبوۃ میں منقول ہے کہ:

"حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ اُن کے تابوت کو حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لے جائیں اور عرض کریں" السلام علیک یارسول اللہ۔ اے خدا کے رسول! یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانہ پر آیا ہے" اگر یہ بات دربارِ رسالت میں مقبول ہو گئی تو دروازہ کھل جائے گا۔ پھر مجھ کو وہیں رکھنا لیکن اگر دروازہ نہ کھلا تو بقیع میں لے جانا" راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق عمل کیا ابھی یہ بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دروازہ کھل گیا اور ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ حبیبؐ کو حبیبؐ کے پاس لے آؤ۔

ارشاداتِ عالیہ آخر میں تبرکاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات

---

[۱] اس حدیث کو کتاب صفوۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور امام سیوطیؒ نے اس کا خلاصہ تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔

کا مختصر بیان ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے آپ کی سیرتِ پاک پر علیحدہ کتابیں موجود ہیں۔ جن کے مطالعہ سے قلب و رُوح کو تسکین حاصل ہو سکتی ہے آپ کا ارشاد ہے:

۱۔ چار چیزوں کی تکمیل کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں:

(۱) نماز کی تکمیل سجدۂ سہو سے ——

(۲) روزہ کی تکمیل صدقۂ فطر سے ——

(۳) حج کی تکمیل فدیہ سے ——

(۴) اور —— ایمان کی تکمیل جہادِ فی سبیل اللہ سے ہوتی ہے۔

۲۔ آپ نے فرمایا، تین چیزوں سے تین چیزیں حاصل نہیں ہوسکتیں:

(۱) آرزو کرنے سے مالداری

(۲) خضاب لگانے سے جوانی

(۳) دوائی استعمال کر لینے سے تندرستی

۳۔ آپ نے فرمایا:

(۱) جو آدمی بغیر توشہ (یعنی نیک اعمال) کے قبر میں چلا گیا اسکی مثال ایسی ہے کہ دریا کا سفر بغیر کشتی کے کیا (ظاہر ہے کشتی کے بغیر پانی میں جانے والا ڈوب مرے گا)

۴۔ فرمایا: پانچ تاریکیاں ہیں اور اُن کو دُور کرنے کیلیے پانچ روشن چراغ ہیں:

(۱) دُنیا کی محبت تاریکی ہے اُس سے نجات کے لیے پرہیزگاری کا چراغ روشن ہونا چاہیے۔

(۲) قبر کی تاریک گہرائی ہے اسے روشن کرنے کے لیے کلمۂ توحید

Marfat.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا چراغ چاہیے۔

(۳) آخرت کی زندگی تاریکی ہے اگر نیک اعمال کا چراغ نہ ہو۔

(۴) پُل صراط تاریکی ہے اگر یقین کا چراغ نہ ہو

(۵) گناہ تاریکی ہے اور توبہ اُس کا چراغ ہے۔ اِسی روشنی سے یہ تاریکی دُور ہو گی۔

۵ ۔آپ نے فرمایا عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں :

(ا) جو ڈر کر عبادت کرتے ہیں۔ اُن کی شناخت یہ ہے کہ :

(۱) اپنے آپ کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں۔

(۲) اپنی نیکیوں کو کم جانتے ہیں۔

(۳) اپنے گناہوں کو زیادہ جانتے ہیں۔

(ب) جو جنّت کی اُمید پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اُن کی شناخت یہ ہے کہ :

(۱) دُنیا کے مال میں سے بہت زیادہ سخاوت کرتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے ہوتے ہیں۔

(۳) اچھے کاموں میں قوم کے پیشوا ہوتے ہیں۔

(ج) جو محبّت کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اُن کی شناخت یہ ہے کہ :

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی پیاری سے پیاری چیز خدا کے نام پر بلا توقف دے دیتے ہیں۔

Marfat.com

(۲) رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنی خواہشات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کے پابند ہوتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"مَیں مدینہ طیبہ میں بوڑھوں۔ محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کے خیال سے جاتا تھا تو ان کی سب حاجات کا انتظام موجود پاتا تھا۔ مجھ کو یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوئی کہ وہ کون ہے جو ان لوگوں کے تمام کام پہلے ہی کر جاتا ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد معلوم ہُوا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ صدیق ہیں"

جس وقت کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو آپ فرماتے:

"خدایا! میرے نفس کا تو عالم ہے اور ان لوگوں کی نسبت مَیں اپنے نفس کا زیادہ عالم ہُوں۔ اے اللہ! مجھے ان کے گمان سے زیادہ بہتر بنا دے۔ میری اُن باتوں کو بخش دے جن کا ان کو علم نہیں ہے اور جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ مجھ سے اُس کا مواخذہ نہ کر۔"

خداوندِ کریم ہمیں خلیفۂ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے آفتابِ رسالت سے جو نُور حاصل کیا۔ اُس سے تمام عالم منور ہوگیا، اُس کی ضیاء سے ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں اور اُن کی روشنی اقصائے عالم میں پھیل گئی۔ آپ کے فیضانِ صحبت سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ جیسے ممتاز صحابی کا سینۂ پاک اس نسبتِ لطیف کا حامل ہوا۔ سالہا سال تک

Marfat.com

ہر طرف علم و عرفان کی بارش ہوتی رہی۔ رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر اُٹھتی رہیں اور تشنگانِ معرفتِ الٰہی کو سیراب کرتی رہیں۔ شام، عراق، فارس اور ماوراء النہر۔ بلخ، بخارا، تاشقند، سمرقند اور وسط ایشیا کے علاقوں میں یہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ، خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ۔ خواجہ علی رامیتنیؒ حضرت بابا سماسیؒ، حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتی ہوئی آٹھویں صدی ہجری میں یہ نسبتِ عالیہ امام الطریقت والشریعت حضرت خواجہ بہاءُ الدّین نقشبندؒ تک پہنچ گئی۔ حضورؒ کی توجہ کا یہ عالم تھا کہ جس شخص پر نگاہ پڑتی اس کی لوحِ دل پر نقش "اللہ" ثبت ہو جاتا اور ہر بُنِ مُو سے ذکرِ حق جاری ہو جاتا۔ یہیں سے اِس نسبتِ لطیف کو نسبتِ نقشبندیہ کا عرفِ عام مل گیا۔

Marfat.com

امام الاولیاء حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

کے احوال و آثار

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کی ولادت مبارک آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں مستند ترین تذکرات میں اس قدر مرقوم ہے کہ حضرت بابا سماسی رضی اللہ عنہ، مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ بخارا کے قریب سے گزرے تو آپؒ نے فرمایا اس شہر سے عجیب و غریب قسم کی لطیف خوشبو مشامِ جان کو معطر کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۂ ولایت کا کوئی عظیم الشان فرد اس سرزمین میں ظہور کرنے والا ہے۔ ایک مدت بعد پھر آپ کا گزر وہیں سے ہوا تو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس لطیف خوشبو میں اضافہ ہو گیا ہے۔ یقیناً وہ ہستی کہ جس کا ہمیں انتظار تھا اور جس کے نورِ عرفاں سے چار دانگ عالم منور ہو جائے گا۔ وہ عالمِ امکان میں جلوہ ریز ہو چکی ہے۔ آپ اِس خوشبو کے پیچھے پیچھے بخارا کے گلی کوچوں سے ہوتے ہوئے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کے مولدِ مبارک پر پہنچ گئے۔

اُس وقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کو اِس دُنیا میں قدم رکھے

Marfat.com

ہوئے صرف تین دن گزرے تھے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے احوال و آثار اور آپ کے مقام کا صحیح تعین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کے پہلے ادوار اور صدیوں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے۔ آپ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے وسط ایشیا کا علاقہ منگولوں کی بربریت اور ہولناکیوں سے شعلہ زار بنا ہوا تھا۔ کُشت و خُون کا بازار گرم تھا۔ اہل اسلام کی تہذیب و ثقافت، پاکیزہ اسلامی اقدار سب تہس نہس ہو چکی تھیں۔ انسانیت چنگیزیوں کی دست بُرد سے نوحہ کناں تھی۔ جس طرح فطرتِ الٰہیہ کا اصُول ہے کہ ہر شر انتہا پر پہنچنے کے بعد خیر کے لیے جگہ بنا دیتی ہے اور خزاں کے بعد بہار کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس تاخت و تاراج اور بربادی و خونریزی کے بعد چمن زارِ ہست و بُود میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کا وجودِ اقدس ابرِ بہاراں بن کر آیا جس نے ملّتِ بیضا کے کشت زار کو از سرِ نو اتباعِ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے برکات سے زعفران زار بنا دیا۔

حضرت خواجہؒ کے دورِ مُبارک میں چنگیزیوں کا ظلم و استبداد ختم ہو چکا تھا۔ خوں آشام تلواریں آسودۂ نیام ہو چکی تھیں۔ وہ منگول جو انسانوں کے خون کے پیاسے تھے اور قتل و غارت ان کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ انھی کی اولاد آج مسلمان ہو کر سریر آرائے سلطنت تھی اور حامیٔ دین اور ناصرِ اسلام بن چکی تھی۔ آپ کے مُبارک زمانے میں میراں شاہ بخارا کا فرماں روا تھا اور حضرت خواجہؒ کا فقید المثال عقیدتمند تھا۔ حضرت امامِ ربّانی مجدد الفِ ثانی قدّس سرّہٗ نے اپنے مکتوبات میں میراں شاہ کی ارادتمندی کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے جو عقیدت و نیازمندی کے دفتر کا شاہکار ہے۔ صُورتِ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ خانقاہ کی

Marfat.com

کی دریاں اور چادریں باہر لے جا کر جھاڑ دیں۔ اتفاقاً اس وقت بازار سے میراں شاہ عمایدِ سلطنت کے ساتھ گزر رہا تھا۔ گردوغبار کو دیکھ کر وہ وہیں رُک گیا۔ اعیانِ مملکت نے مشورہ دیا کہ آپ گردوغبار سے بچنے کے لیے ایک طرف ہو جائیں۔ اس پر میراں شاہ نے کہا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ حضرتِ نقشبند علیہ الرحمۃ کے آستانۂ عالیہ کی چٹائیوں کا گردوغبار میرے جسم پر پڑ جائے اور میری نجات کا موجب بن جائے۔ اس کے انتقال پر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میراں شاہ مُرد و ایمان بہ سلامت بُرد" سبحان اللہ کیا عظیم الشان ہستی تھی کہ جس کے آستانۂ پاک کی خاکِ پاک بھی نجاتِ ابدی اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بن گئی۔

حضرت خواجہؒ کی تعلیمات اور اسرار و معارف ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ آپ کے جملہ اسرار کا طرۂ امتیاز احکامِ خداوندی کی اتباع، حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّتِ مُبارکہ کی پیروی اور بدعات سے اجتناب ہے۔ حضرت خواجہؒ کے نزدیک تمام عبادت و ریاضت کا مقصود رضائے الٰہی ہے۔ آپ کے نزدیک انوار و تجلیاتِ الٰہیہ محمود ہیں مقصود نہیں، آپؒ کا ایک ارشادِ گرامی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور جس کے بارے میں حضرت امام ربّانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرتِ نقشبند علیہ الرحمۃ کے ایک جملے کے باعث ان کا مُرید ہو گیا ہوں وہ ارشاد یہ ہے:

"معرفتِ حق بر بہاؤالدین حرام است اگر ابتدائے او انتہائے بایزیدؒ نہ باشد"۔

خود حضرتِ امامِ ربانیؒ نے اس ارشاد کی توضیح حیرت انگیز انداز سے کی ہے، فرماتے ہیں کہ:

"حضرت بایزید بسطامیؒ فنا کے آخری مقامات تک انوار و تجلیات میں

سرگرم و سرشار رہے لیکن حضرتِ نقشبندؒ نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سُنا سب غیر ذات ہے۔ کلمہ لَا کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیے گویا جو مقاماتِ عالیہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے نزدیک مہتم بالشّان تھے حضرت خواجہ اپنے فکری اور نظریاتی انداز سے ایک ہی جست میں انہیں طے کر گئے یعنی جہاں حضرتِ بایزید بسطامیؒ کی انتہا تھی حضرت نقشبندؒ کی وہ ابتدا ہے۔"

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں:

سکّہ کہ در یثرب و بطحا زدند　　　نوبتِ آخر بہ بخارا زدند

از خطِ آں سکّہ نشد بہرہ مند　　　جز دلِ بے نقش شہِ نقشبند

اوّل اُو آخرِ ہر منتہی　　　ز آخرِ اُو جیبِ تمنّا تہی

حضرتؒ کے ارشادات اور آپ کی پاکیزہ تعلیم و تربیت نسبتِ نقشبندیہ میں سنگِ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپؒ نے فرمایا:

۱۔ کسی حالت میں جادۂ شریعت اور استقامت سے قدم باہر نہ رکھنا چاہیے۔ عزیمت و سنّت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دُور رہنا چاہیے۔ اخبارِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آثارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے متلاشی رہنا چاہیے اور احادیثِ نبوی کو ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیے۔

۲۔ ہمارے طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں مگر اتباعِ سنّتِ نبوی کی رعایت بدرجۂ کمال رکھنا اور آثارِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی پیروی کرنا لازم ہے۔

۳۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ سب سے ملے جُلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت نشینی

میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

۴- آپ فرماتے ہیں، خدا کی معرفت حاصل کرنے کے تین راستے ہیں،
مراقبہ - مشاہدہ - محاسبہ -

مراقبہ یہ ہے کہ نِسْیَانُ رُؤْیَةِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظْرِ اِلَی الْخَالِقِ - ہمیشہ خالقِ حقیقی کی جانب نظر رکھنے اور مخلوق کی طرف سے نظریں پھیر لینے کو مراقبہ کہتے ہیں - مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے اور حضراتِ نقشبند نے اس کے حصول کا طریقہ مقرر فرمایا ہے یعنی "نفس کی مخالفت کرنا"۔

مشاہدہ وارداتِ غیبی کو کہتے ہیں جو سالک کے دِل پر نزول کرتی ہیں۔

محاسبہ - جو کچھ ہم پر گزرتا ہے ہم ہر گھڑی اُس کا حساب کرتے ہیں۔ اگر کوئی عمل نقصان دہ ہے تو اس سے باز رہتے ہیں اور اگر کوئی عمل بہتر ہے تو اس میں کوشش کرتے ہیں اور دوام اختیار کرتے ہیں۔

۵- آپ فرماتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے کہ جو شخص خدا کی جانب دوڑا اُس نے خُدا کو پالیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خُدا کو وہ پائے گا جو اس راہ میں دوڑتا رہے گا یعنی ہمیشہ اِس راہ میں سعی کرتا رہے گا۔

۶- آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو چھپی ہوئی باتوں کی اِطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بغیر حکمِ الٰہی کے اُن کو ظاہر نہیں کرتے۔

۷- آپ فرماتے ہیں کہ ہر کام میں نیّت کی صحت نہایت ضروری ہے۔

۸- آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کا کوئی کام ناپسند ہو تو چاہیے کہ بقدرِ طاقت صبر کرے اور انتظار کرے ممکن ہے اُس کا راز اُس پر ظاہر کر دیا جائے۔

Marfat.com

لیکن اگر طالب مُبتدی ہو اور طاقت صبر کی نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کرلے کیونکہ بدظنی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہونے سے بچ جائے گا۔ گر متوسط الحال طالب کے لیے لب کُشائی یا سوال حلال نہیں ہے۔

کرامت

۱۔ خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ابر تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھ سے پُوچھا کہ کیا نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا ہے، مَیں نے اپنی دانست کے مطابق جواب دیا کہ ابھی نہیں ہُوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ مَیں نے اوپر دیکھا۔ تو بالکل ابر نہ تھا اور تمام ملائکہ آسمان پر نمازِ ظہر کی ادائی میں مصروف تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہُوا۔ مَیں نے نادم ہو کر استغفار کی۔

۲۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ زیارت بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے۔ حاجی عید کے دن مقامِ منٰی میں قربانی کر رہے تھے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے چاہیے کہ اسی کو ہم قربان کر دیں۔ واپسی پر بخارا پہنچنے پر معلوم ہُوا کہ عین عید کے دِن آپ کے فرزند نے انتقال کیا تھا۔

ذکرِ جہر اور رقص سے اجتناب کی تاکید

آپؒ کے ایک درویش نے بیان کیا کہ مَیں ایک دفعہ مقام قرشی میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ خلوت میں رقص کر رہا تھا۔ میرے پاس ایک عمدہ رومال تھا۔ مَیں نے وہ رومال قوال کو دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسی کام کے لیے گھر سے نکلا تو سامنے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کھڑے تھے۔ مَیں ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرتِ خواجہ قدس سرہٗ سے ملاقات کی۔ حضرتؒ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا " اہل قرابت فقرا،

Marfat.com

کی صحبت رکھنی چاہیے ۔ ہمارے طریقہ میں ذکرِ جہر اور رقص نہیں ہے"۔ اِس ارشاد کے ساتھ ہی میرا حال متغیر ہُوا ۔ حضرتؒ نے ایک مدت تک مجھ کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیا جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی۔

مُرید کے احوال پر نظر

ایک اور درویش کہتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ نے مجھ کو ایک کام کے لیے کسی جگہ روانہ کیا۔ موسم سخت گرمی کا تھا۔ واپسی پر میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور درخت سے پیٹھ لگا کر سو گیا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ آپؒ ہاتھ میں عصا لیے ہُوئے میری طرف تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے، اُٹھو"۔ مَیں بے قرار ہو کر خواب سے بیدار ہُوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو بھیڑیے خونخوار میرے قریب کھڑے ہیں۔ مَیں فوراً قصرِ عارفاں روانہ ہو گیا۔ جب میں بستی کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ راستہ میں کھڑے فرما رہے ہیں کہ کوئی شخص یہاں سو رہا ہے"

وقتِ رحلت

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقتِ رحلت آئے گا تو مَیں درویشوں کو مرنے کی ترکیب سکھلاؤں گا۔ جب حضرت خواجہ قُدّس سرّہٗ مرض الموت میں مُبتلا ہُوئے تو آپ نے کاروان سرائے میں قیام فرمالیا۔ اور بیماری کے ایّام اسی سرائے کے ایک حجرے میں مقیم رہے۔ چند خاص مرید آپ کی خدمت میں موجُود تھے۔ حضرت اُن کے حال پر نظرِ رحمت و الطاف فرماتے رہے۔ آخر وقت میں لیٹے لیٹے دونوں ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھائے اور بہت دیر تک مصروفِ دُعا رہے۔ پھر دستِ مُبارک چہرۂ انور پر رکھے اور اِس عالم سے رحلت فرمائی۔ وِصال سے ایک روز قبل آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جس کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو وہ خواجہ محمّد پارسا کو دیکھ لے"۔ آپ نے چوہترویں سال میں دوشنبہ کے دن ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو وفات پائی۔ مزار شریف بخارا میں ہے۔

Marfat.com

بلادِ ہند میں

نسبتِ نقشبندیہ کا ظہور

سولھویں صدی عیسوی میں ہندوستان پر مغلوں کی حکومت تھی۔ جلال الدین اکبر اس وسیع و عریض سلطنت کا شہنشاہ تھا۔ اُس کے دربار میں ہندو راجاؤں کا غلبہ تھا۔ حتی کہ اس کے محلسرائے کی با اثر رانیاں بھی ہندو گھرانوں سے تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اکبر نے مشرکانہ رسوم و روایات اختیار کرلیں اور بمصداق اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ رعایا بھی صحیح اسلامی اور مشرکانہ رسوم میں تمیز کرنے سے عاری ہوگئی۔ درباری علماء اہلِ ہوس تھے اسلامی علوم سے بے بہرہ بادشاہ کو ٹوکنے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ نوجوان شہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) بھی اسی رنگ میں رنگا گیا اور وہ بھی اپنی ابتدائی زندگی میں مذہبِ اسلام سے اتنا ہی بیگانہ تھا جتنا کہ اسکا باپ شہنشاہ اکبر۔

حضرت خواجہ باقی باللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہندوستان میں ورودِ مسعود

کفر و شرک کی تاریکیاں جب کشورِ ہندوستان میں ہر طرف پھیلنے لگیں اور مغل شہنشاہوں نے اپنی تائید و حمایت سے ان کی گہرائیوں میں اضافہ

کرنے کی ٹھان لی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اُن کی اصلاح کا سامان فراہم کر دیا۔ اطرافِ سمرقند سے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز اپنے مرشد حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق روانہ ہوئے اور دارالحکومت دہلی میں پہنچ کر سکونت اختیار کر لی۔ دو سال کی قلیل مدت میں ہزارہا سعید رُوحوں نے فیضان حاصل کیا اور جب شاہبازِ طریقت امامِ ربانی حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مختصر مدت میں انہیں اپنی نگاہِ کرم سے کمال تک پہنچا دیا۔ اور رُشد وہدایت کا کام آپ کے سپرد کر کے خود گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

احوال ومناقب

حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

ولادت وطفولیت

آنحضرت قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ماہ شوال سنہ ۹۷۱ ہجری میں شہر سہرند (سرہند) میں ہوئی۔ آپ کے والدِ بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ مشہور عالمِ دین اور بزرگ تھے جنہیں حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت اور سلسلۂ چشتیہ وقادریہ سے نسبت واجازت حاصل تھی۔ حضرت کا نام احمد رکھا گیا۔ پیدائش سے ہی حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ حضرت پر توجہ خاص رکھتے تھے۔ بچپن میں ایک دفعہ آپ بیماری کی وجہ سے نہایت لاغر ہو گئے تو آپ کے والد ماجدؒ آپ کو لے کر حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے پاس آئے۔ حضرت ممدوح نے دُعا فرمائی اور بولے

Marfat.com

"خاطر جمع رکھو، صاحبزادہ عمرِ دراز پائے گا۔ بڑا عالم اور عارفِ کامل ہوگا اور ہم ایسے بہت سے لوگ اس سے ہدایت پائیں گے۔"

تحصیلِ علومِ ظاہری و باطنی

حضرت نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحدؒ سے حاصل کی۔ پھر ایک مکتب میں داخل ہو گئے اور بہت جلد قرآن حکیم حفظ کر لیا۔ ازاں بعد آپ نے حصولِ علم کے لیے لاہور، دہلی اور سیالکوٹ میں مشہور علماء سے استفادہ کیا۔ سیالکوٹ میں مولانا کمال کشمیریؒ سے جو آپ کے زمانہ کے محقق اور جید عالم اور عابد و زاہد تھے، معقول کی بعض کتابیں پڑھیں اور علمِ حدیث مولانا یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ تحصیلِ علوم سے فارغ ہو کر اپنے والدِ ماجدؒ کے حضور میں درسِ علوم میں مشغول ہوتے۔ کتبِ تفسیر و حدیث و صحاح ستہ وغیرہ کے درس میں آپ دقائق و رموز بیان فرمایا کرتے تھے۔ خداداد ذہانت و قابلیت کی وجہ سے تحصیلِ علم میں وہ کمال حاصل کیا کہ صغر سنی میں ہی ضخیم کتابوں پر حواشی تحریر کیے حتیٰ کہ عہدِ اکبری کے مشہور علماء ابوالفضل اور فیضی سے جب تبادلۂ خیالات ہوا تو انہوں نے آپ کے تبحرِ علمی کا اعتراف کیا۔

کمالاتِ باطنیہ کے اکتساب اور انوارِ سلسلۂ قادریہ و چشتیہ کے اقتباس کے لیے آپ نے اپنے والدِ بزرگوار کی صحبت کو لازم پکڑا۔ آپ کے والدِ ماجدؒ نے آخر وقت میں اپنے تمام صاحبزادوں میں سے خرقۂ خلافت حضرتؒ کو ہی عطا فرمایا، اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ ایک مقام پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"فقیر کو توفیقِ عباداتِ نافلہ خصوصاً ادائے صلوٰۃِ نافلہ میں اپنے والد سے مدد پہنچی ہے اور انکو یہ سعادت سلسلۂ چشتیہ کے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے

حاصل ہوئی تھی۔"

عزمِ سفرِ حج اور ملاقات حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ باقی باللہؒ

آپ ہمیشہ زیارتِ حرمین شریفین کے لیے بیقرار رہتے تھے مگر اپنے والدِ ماجد کی خدمت اور تحصیلِ کمالات کی وجہ سے یہ کام معرضِ التوا میں رہا۔ ۱۰۰۷ھ میں حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا اور اس کے بعد آپؒ بارادہ حج و زیارت سفر پہ روانہ ہوگئے۔ کسی کو اس ارادہ کی اطلاع نہ دی۔ جب آپؒ دہلی پہنچے تو شیخ حسن کشمیریؒ سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے مخلص قدیمی تھے۔ ان سے حضرت خواجہؒ کے مناقب اور فضائل و کرامات کا ذکر سنا تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اس عظیم المرتبہ بزرگ کی زیارت کے شوق نے غلبہ کیا۔ آپؒ کو اس نسبتِ عزیز الوجود کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت سے ذکر و مراقبہ حاصل کر کے اسے راہِ حرمین کا توشہ بنائیں۔ حضرت خواجہ بزرگوارؒ نے ملاقات ہوتے ہی فرمایا "آپ زیارتِ بیت اللہ کے لیے جا رہے ہیں اگر چند روز یہاں قیام کریں تو ممکن ہے جس چیز کی طلب میں آپ وہاں جا رہے ہیں وہ یہیں پالیں"۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ صرف تین دن یہاں مقیم رہو اگر اس کے بعد بھی ارادۂ سفر مصمم رہے تو روانہ ہوجانا"۔ چنانچہ تین دن کی مختصر مدت میں حضرت خواجہ قدس سرہ کے اخلاقِ ظاہری اور تصرفِ باطنی سے آپ نے ارادۂ سفر ملتوی کر دیا اور حضرت کی صحبت اختیار کر لی۔ برسوں کا معاملہ ساعتوں میں پورا ہوتا گیا۔ تھوڑی ہی مدت میں آپ مقصود سے واصل ہوگئے اور مراتبِ کمال و تکمیل اور قطبیت و فردیت پر فائز

Marfat.com

ہو گئے۔ آپؒ خود ارشاد فرماتے ہیں :

" اس فقیر کو یہ نسبت ابتدائے تعلیمِ ذکر سے دو ماہ اور چند روز میں حاصل ہو گئی۔
اِس نسبت کے بعد ایک اور فنا حاصل ہوئی جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں۔ دل میں
اِس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام عالم عرش سے لے کر مرکزِ زمین تک اِس
وسعت کے مقابلہ میں رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔"

سرہند میں واپسی اس کے بعد آپ وطنِ مالوف سہرند (سرہند) تشریف لے گئے۔ وہاں سے تین مرتبہ اپنے شیخ حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

پہلی دفعہ —— حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے دولتِ کمال و تکمیل کے حصول اور مدارج قرب و نہایت میں ترقی کی آپؒ کو خوشخبری دی۔

دوسری دفعہ —— طالبانِ حق کی ہدایت اور ارشاد کی اجازت دی اور خلعتِ خلافت عطا فرما کر اپنے چیدہ اصحاب کی ایک جماعت حضرت کے ہمراہ کر کے ان کی تربیت آپ کے سپرد فرمائی۔

تیسری دفعہ —— جب آپؒ حضرت قدس سرّہٗ کی خدمت میں آئے تو خواجہ بزرگوارؒ قلعہ فیروزی سے چل کر کابلی دروازہ پہنچے اور آپ کا استقبال فرمایا۔ نہایت اعزاز و اکرام سے آپ کو ہمراہ لے کر جائے سکونت پر آئے۔ اپنے تمام مریدوں کو آپ کے حوالے کیا اور مشیخیت و ارشاد کا معاملہ بالکلیہ آپؒ کے سپرد فرما دیا۔ اپنے فرزندانِ گرامی کو جو ہنوز بچے تھے طلب فرما کر اُن کے بارہ میں آپ سے توجہ کی خواہش فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "مقصود ہماری پیری مریدی سے صرف آپؒ کا ظہور تھا۔ اس لیے

Marfat.com

ہم نے اب مشیخیت کو ترک کر دیا ہے"۔ نیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "ہم نے یہ تخم سمرقند و بخارا سے لا کر ہند میں بو دیا"۔

آنجنابؒ حسب الارشاد حضرت قدس سرہٗ سہرند میں تشریف لائے اور تربیتِ سالکین میں مصروف ہوئے۔ اس آفتاب علم و عرفاں کی روشنی چار دانگِ عالم میں سرعت سے پھیلنے لگی۔ حصولِ فیضان کی غرض سے ہر طرف سے کثیر تعداد میں تشنگانِ حق آپؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ عوام الناس سے لے کر اکثر اعیانِ سلطنت تک سب آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

فتنۂ الحاد و ارتداد کی سرکوبی

سلطنتِ مغلیہ کے پایۂ تخت دہلی سے دُور اپنے وطنِ مالوف سہرند (سرہند) میں حضرت اقدسؒ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ طالبانِ راہِ حق کی تربیت و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ مشرکینِ ہند کی ریشہ دوانیوں سے کفر و الحاد کی آندھیوں نے بلادِ ہند کو گھیر لیا۔ یہ زمانہ مغل شہنشاہ اکبر کے طویل عہدِ حکومت کا آخری دَور تھا۔ پہلے ہندو راجاؤں اور ہندو رعایا کو خوش کرنے کے لیے دربار سے ایسے احکام صادر کیے جو سراسر احکامِ اسلام کے منافی تھے۔ اسی پر بس نہ کی بلکہ ایک نئے خود ساختہ مذہب دینِ الٰہی کی داغ بیل ڈال دی۔ یہ نیا مذہب ایسے اصولوں پر مبنی تھا جو دینِ اسلام سے بیزاری اور بغاوت پر آمادہ کرتے تھے۔ مقصد صرف غیر مسلموں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی غیرتِ ایمانی اس کو خاموشی سے کب برداشت کر سکتی تھی۔ آپ نے بادشاہ کے مقربین کو متنبہ فرمایا:

"بادشاہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو گیا ہے

Marfat.com

یاد رکھو اس کی بادشاہی اور طاقت کا گھمنڈ ایک دن مٹ جائے گا۔
بہتر ہے کہ وہ ملحدانہ خیالات و افعال سے توبہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کے
غضب کا انتظار کرے۔"

اکبر بادشاہ اپنی جاہ وحشمت کے نشے میں چُور تھا۔ اس انتباہ کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور اپنے کوتاہ اندیش مشیروں اور وزیروں کے مشورہ سے حضرت امامِ ربّانی رح کو ایک خصوصی دربار میں شرکت کی دعوت دی۔ دربار کا انتظام اس طرح کیا گیا کہ ایک طرف دنیاوی جاہ وجلال کا ساز و سامان تھا۔ پُرتکلّف کھانے اور پھل تھے اور اس حصّے کا نام اپنے دینِ الٰہی کی نسبت سے دربارِ الٰہی رکھا تھا۔ دوسرے حصّے کا نام دربارِ رسولؐ رکھا اور اس میں رُوکھے پھیکے کھانے اور درویشانہ ساز و سامان تھا، پھر اعلان ہُوا کہ اپنی اپنی پسند کے حصّہ میں سب لوگ جگہ حاصل کرلیں۔ حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین دربارِ رسالت میں داخل ہوکر باطمینان بیٹھ گئے۔ اور بادشاہ اور اس کے خوشامدی درباری دربارِ الٰہی میں چلے گئے۔ اچانک غیرتِ حق جوش میں آئی اور ایک خوفناک طوفان نے بادشاہ اور اُس کے مصاحبین کو گھیرے میں لے لیا۔ آراستہ و پیراستہ خیمے آنِ واحد میں زمیں بوس ہوگئے اور سب سامانِ عیش وطرب خاک میں مل گیا۔ خود بادشاہ اکبر کے سر میں ایک چوب لگی جس سے وہ مجروح ہوگیا۔ مگر جس حصّہ میں حضرت امامِ ربّانیؒ کے احباب فروکش تھے وہ بالکل محفوظ رہا۔ بادشاہ اسی حادثہ کی وجہ سے کچھ دنوں بعد راہیِ ملکِ بقا ہوگیا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر نے آخری ایام میں توبہ کرلی تھی اور ملحدانہ خیالات سے باز آگیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جہانگیر کا عہد نورالدین جہانگیر نوجوانی کے عالم میں تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ اُسکے

گرد بھی متعصب ہندوؤں کا وہی حلقہ تھا بلکہ اس کی بیگم نور جہاں کے اثر کی وجہ سے دربار میں اور بھی بے دینی بڑھ گئی۔ بادشاہ کے تنگ نظر امراء نے حضرت امام ربانیؒ کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیے حتیٰ کہ انھوں نے بادشاہ کو یہ یقین دلا دیا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیشمار مریدوں کی مدد سے تختِ سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ اسی لیے وہ عوام کو ظلِ سبحانی کے روبرو سجدہ کرنے سے منع کرتے ہیں، چنانچہ بادشاہ نے حضرتؒ کو دربارِ شاہی میں طلب کیا اور حضرت سے آدابِ شاہی (سجدہ کرنا) بجا لانے کا مطالبہ کیا۔ حضرتؒ نے سختی سے انکار کیا اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں پھر میں ایک انسان کو بھلا کیسے سجدہ کر سکتا ہوں۔"

بادشاہ نے ناراض ہو کر حضرتؒ کو وسطی ہند کے ایک قلعہ (گوالیار) میں نظر بند کر دیا۔ حضرتؒ نے اپنے متوسلین کو لکھا:

"مجھے جو قید خانے میں ڈالا گیا ہے۔ اس میں مشیتِ الٰہی ہے۔ تم بادشاہ کی اطاعت قبول کرو اور بغاوت سے باز آؤ۔ میں بھی ان شاء اللہ جلد قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔"

دو سال تک قید و بند کی مصیبتیں صبر و استقلال سے برداشت کیں۔ زمانۂ نظر بندی میں قلعہ کے اندر بہت سے غیر مسلم آپؒ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے، اور آپ کا فیضان قلعہ کے اندر اور باہر یکساں طور پر جاری رہا۔ آخر جہانگیر کا دل آپؒ کی طرف سے صاف ہوا تو اس نے آپ کو قید سے رہا کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ آپ نے مندرجہ ذیل شرائط پر رہا ہونے کے لیے رضامندی کا اظہار فرمایا:

Marfat.com

۱۔ بادشاہِ وقت کے حضور سجدہ کرنے کی رسم بند کی جائے۔

۲۔ مسلمانوں کو گائے کے ذبیحہ سے نہ روکا جائے اور بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کرے۔

۳۔ جو مسجدیں شہید کی گئی ہیں وہ نئے سرے سے تعمیر کی جائیں۔

۴۔ کفّار سے شرع شریف کے مطابق جزیہ لیا جائے۔

۵۔ قوانینِ شریعتِ محمدی کا نفاذ کیا جائے۔

۶۔ تمام قیدی رہا کیے جائیں۔

شاہ جہانگیر نے تمام شرطیں قبول کر لیں اور آپؒ قید خانے سے باہر تشریف لے آئے۔ بادشاہ جہانگیر میں بھی آپؒ کی توجہ سے تبدیلی آچکی تھی اور وہ آپ کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ اعیانِ سلطنت، امیرانِ دربار اور عوام الناس سب آپؒ کے گرد جمع ہو گئے اور کسبِ فیض کے لیے بہت سے مشائخ بھی مشیخیت ترک کر کے صحبتِ بابرکت میں پہنچ گئے۔ ایک سو کے قریب عُلماء و صُلحاء و حُفّاظ آپ کی خدمت میں عموماً مقیم رہتے اور حضُور و آگاہی سے لذّت آشنا رہتے۔

اِتباعِ سنّت کی تاکید

اعمال کی ادائیگی میں پیرویٔ سنّت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ عمل میں عزیمت آپؒ کا شعار تھا۔ بدعت اور رخصت سے ہمیشہ اجتناب فرماتے۔ اپنے عقیدت مندوں کو بھی یہی تلقین فرماتے۔ ہر کام میں استخارہ فرماتے۔ قبروں کو بوسہ دینا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ہاں کبھی کبھی اپنے والدِ بزرگوارؒ اور اپنے پیرِ بزرگوارؒ کی قبروں کو تبرّکاً ہاتھ سے چھُوتے تھے۔ کسی خاص دعوت میں تو تشریف لے جاتے لیکن عام دعوت میں جانے سے گریز کرتے۔ مجلسِ سماع و سرود و مولُود خوانی میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ ذکرِ خفی آپ کا معمُول تھا۔ آپ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"چنیں آہستہ کُن ذکرش کہ از خود نیز اخفا کُن"

نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتے تھے۔ غلبۂ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ جمیع اصحاب رضوان اللہ علیہم کو جمیع اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے افضل سمجھتے تھے۔ طریقۂ نقشبندیہ کو سب طریقوں سے افضل تصور فرماتے تھے۔ حضورؒ کا خُلق عین خُلقِ محمدی کے مُطابق تھا۔ تسلیم و رضا بر قضا اور شفقت و تواضع بر خلقِ خُدا کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ اہلِ حقوق سے نیک سلوک کرتے اور صلۂ رحم کی بے حد کوشش فرماتے۔

حضُور کے خوارق وکرامات

حضورؒ کے خوارق و کرامات بے شمار ہیں بعض حضرات نے سات سو تک کا شمار کیا ہے۔ مگر آپ کے نزدیک کوئی کرامت خدائے جل و علا کی محبت اور حضُور سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بڑھ کر نہیں۔ قلوب پر تصرف اور اہل اللہ کے احوال کو سمجھنا بڑی کرامت ہے۔ اِس میں آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔ کشف و کرامات کے بے شمار واقعات ہے اور آنحضرتؒ کی توجہ سے مُشکلات کا آسان ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ہزاروں کفار آپ کے دستِ حق پرست پر مُسلمان ہوئے اور بیشمار فاسق و فاجر لوگ تائب ہو کر متقی و پرہیزگار بن گئے۔ آپ کے دیدار سے ہی لوگ ذکر و فکر میں جذب ہو جاتے تھے اور سالہا سال کی ریاضتوں کی بجائے مختصر مدت میں رشد و ہدایت حاصل ہو جاتی تھی۔

مکشوفات وملفُوظات

یہاں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض اہم مکشوفات و ملفوظات کا ذکر اسلیے ضروری ہے کہ حضورؒ کے بلند مقام کا اندازہ ہو سکے۔

Marfat.com

عزلت سے صحبت بہتر ہے ـــــــ آپ فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ میرا ارادہ ہُوا کہ کسی مقامِ خلوت میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کروں۔ بارگاہ ربّ العزت سے ارشاد ہُوا کہ مناسب لائق اور محبوب پسندیدہ طریقہ یہی ہے جس پر آپ قائم ہیں نہ کہ طریقۂ گوشہ نشینی و تنہائی۔

نسبتِ مہدی موعود علیہ السلام کے متعلق ـــــــ ۱۔ آپؒ نے ایک روز فرمایا کہ:

"مُجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر افاضہ فرمائے ہیں کسی اور پر ظاہر نہیں ہوں گے۔"

۲۔ آپؒ نے فرمایا کہ ـــــــ "مُجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے معارف وحقائق تحریر کردہ حضرت مہدیؑ موعود کی نظرِ اقدس سے گزریں گے اور اُن کی بارگاہ میں مقبول ہوں گے۔"

۳۔ آپؒ نے فرمایا کہ ـــــــ "مُجھ پر منکشف ہُوا کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام اسی نسبتِ علیہ پر ہوں گے"۔ اِس میں آپ نے اپنی نسبتِ خاصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مکاشفہ: آپؒ نے فرمایا ہے کہ ـــــــ "جو لوگ داخلِ طریقہ ہو چکے ہیں یا قیامت تک بالواسطہ یا بے واسطہ داخل ہوں گے وہ سب مرد اور عورتیں مثالی صورت میں میرے سامنے لائے گئے اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بتایا گیا۔ اگر مَیں چاہوں تو سب بیان کر سکتا ہوں۔"

ملفوظ: آپؒ نے فرمایا کہ ـــــــ "جو کچھ ہم کو عطا کیا گیا ہے وہ محض کرمِ حق ہے۔

Marfat.com

اگر اُس کے لیے کوئی بہانہ ہُوا ہے تو وہ متابعتِ حضرت سید الانبیاء علیہ السلام ہے - جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے راستہ سے دیا گیا ہے - اگر کچھ ملنے سے رہ گیا ہوگا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم سے بتقاضائے بشریت اتباعِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی"

تلقینِ کثرتِ ذکر : آپؒ ہمیشہ اپنے اصحاب کو کثرتِ ذکر و دوام حضور و مراقبہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دُنیا دارِ عمل ہے اور مزرعۂ آخرت -

آدابِ شریعت کا لحاظ : لوگ ریاضات و مجاہدات کی خواہش رکھتے ہیں - حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ آدابِ شریعت کی رعایت کے برابر نہیں ہے - خصوصاً فرض و واجب و سنّت نمازیں حسبِ اصولِ شریعت ادا کرنا بہت ضروری ہے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے : وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ « نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر »

ناقص درویشوں کا بیان : بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعتِ بیضا کا انکار اور مخالفت کرنے لگتے ہیں - حالانکہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام بھی عہدِ نبوت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ہوتے تو بجز اتباعِ شریعتِ مصطفوی کے اُن کو بھی اور چارۂ کار نہ ہوتا - اس لیے ان کور باطنوں کو مخالفت کا کوئی حق نہیں ہے -

نسبتِ نقشبندیہ کی فضلیت

حضراتِ خواجگان نقشبندیہ قُدِّس اسرارہم نے فرمایا ہے کہ :

" ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالا ہے "

چونکہ ان کا طریق اتباعِ سنتِ سنیہ اور رعایتِ عزیمت ہے - اس لیے ان کی نسبت

Marfat.com

بھی افضل ہے۔ **ملفوظ**: "جب تک کسی کو علمِ ظاہری میں پُوری پُوری مہارت نہ حاصل ہو جائے اس وقت تک اسرارِ صوفیہ سے کماحقہٗ استفادہ نہیں کر سکتا۔"

ملفوظ: "احوال تابعِ شریعت ہیں اور شریعت تابعِ احوال نہیں کیونکہ شریعت قطعی ہے اور وحیِ الٰہی سے ثابت ہو چکی ہے اور احوال ظنی امور ہیں۔ کیونکہ اُن کی بنیاد کشف و الہام پر ہے۔"

حضرت امام ربانیؒ کے علوم و معارف آپ کی متعدد تصنیفات میں بھرے پڑے ہیں اور آپ کی کرامات میں سے سب سے بڑھ کر وہ جدید علوم و معارف ہیں جن کی اشاعت کتاب و سنّت کی پیروی میں آپ سے ہوئی۔ آپ کے مکتوبات شریف کے تین دفتر ہیں جن میں آپ کے علُومِ ظاہری و باطنی، کمالاتِ قرب و ولایت اور افادۂ فیوضِ الٰہی کا بیان ہے۔ آپ کی تحریروں کی برکت سے کفر، شرک اور بدعت کی تاریکیاں دُور ہوئیں اور دُنیا نورِ معرفت سے بھر گئی۔

رحلت

۱۰۳۲ھ میں آپؒ کی عمر مُبارک اکسٹھ سال کی ہُوئی تو آپؒ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہٗ کے مزارِ مُبارک پر حاضری کیلیے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ پُرفتوح سے بے حد لطف و کرم کا مشاہدہ کیا۔ مراجعت فرمائے سرہند ہُوئے تو فرمایا کہ ہماری عمر تریسٹھ سال معلُوم ہوتی ہے۔ ۱۰۳۳ھ میں نصف شعبان کی شب خلوت میں گزاری۔ خلوت سے باہر آئے تو ایک شخص نے کہا، "معلُوم نہیں اس سال کس کا نام زندہ رہنے والوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے؟" آپ نے فرمایا، "تو شک کے طور کہہ رہا ہے۔ اُس شخص کا کیا حال ہے جو اپنا نام مرنے والوں کی فہرست میں دیکھتا ہے۔"

Marfat.com

اِس کے بعد حضرت امامِ ربّانی قدس سرہٗ نے مخلوقِ خدا کی ہدایت کا کام اپنے فرزندانِ گرامی کے سپُرد کر دیا اور خُود عبادت و تلاوت و اذکار میں مصروف ہو گئے صِرف نمازِ پنجگانہ کے لیے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لاتے ۔ ماہِ رمضان میں صیام و قیام کا پُورا اہتمام رکھا اور صدقہ و خیرات کثرت سے کرتے رہے ۔ ماہِ ذی الحجہ میں بیماری شدت اختیار کر گئی ۔ بارھویں محرم کو ارشاد فرمایا کہ اب چالیس پچاس دن کے اندر جہانِ فانی سے عالم جاودانی کو روانگی ہو گی ۔ آخر کار ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں نہایت استغراق اور غلبۂ ذکر اسم ذات کی حالت میں رحلت فرمائی ۔ حضرتؒ اپنی وصیت کے مطابق اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد صادقؒ کے پہلو میں سرہند شریف میں آرام فرما ہیں اور روضہ پر انوار مرجع خواص و عوام ہے ۔

حضُور کے صاحبزادگان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے وصال کے بعد یہ نسبت عزیز حضور کے فرزندان گرامی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ قیوم ثانی اور خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ خازن رحمت کے حصہ میں آئی جہاں سے یہ نسبت تمام اطراف عالم میں پھیل گئی ۔ بلادِ ہند اور بلادِ سندھ بھی اس کی ضیاء سے منور ہو گئے ۔ سندھ میں خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ لواری شریف اور مخدوم ولایت حضرت خواجہ قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے حامل ہوئے ۔ اطرافِ سندھ میں اِن بزرگواروں نے دینِ اسلام کی بہت خدمت کی ۔ متعدد مقامات پر خانقاہیں قائم کیں ۔ جہاں طالبانِ ہدایت فیض حاصل کرتے اور اشاعتِ اسلام کے لیے کمربستہ

Marfat.com

ہو جاتے۔ اِن صاحبِ کمال بزرگوں کے طفیل پنجاب اور سندھ کا چپّہ چپّہ فیضانِ سرمدی سے سرشار ہو کر نورِ توحید سے جگمگا اُٹھا۔

شہبازِ توحید حضرت سید شاہ حُسین رحمۃُ اللہ علیہ
(المعروف بھورے والے)

شمالی ہند، دیارِ افغانستان اور ترکستان میں نسبت نقشبندیہ کے فروغ کے لیے کئی پاک ہستیاں کام کر رہی تھیں۔ حضرت امامِ ربّانی رضی اللہ عنہ کے بے شمار خلفاء اور فرزندان گرامی اور اُن کے خلفاء نے ملّتِ اسلامیہ کی خدمت اور بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنی بہترین صلاحیتیں وقف کر دیں۔ یہی پاک نسبت سرزمین سندھ سے شہبازِ توحید حضرت سیّد شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کے وجود پاک میں منتقل ہو کر پنجاب میں آئی۔ دریائے راوی کوہ ہمالیہ سے اُتر کر جس جگہ میدانی علاقے میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں دریا کے کنارے پر ایک گاؤں رتڑ چھتڑ آباد تھا۔ اس گاؤں کے نصیب جاگے اور حضرت سیّد شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ المعروف "بھورے والی سرکار" کے وجود پاک کی برکت سے اس کا نام مکان شریف ہو گیا۔

حضرت سیّد شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ ۱۰ ذیلقعدہ ۱۱۸۰ھ اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اُن کی پیدائش سے ساڑھے تین سو سال پہلے اُن کے مورثِ اعلیٰ حضرت شاہ دانیال عرب سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔ حصول تعلیم کے بعد حضرت سیّد شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ پشاور چلے گئے۔ وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شغل بھی جاری رہا اور کسب معاش کے لیے گھوڑوں کی تجارت بھی شروع کر دی۔ قدرت

Marfat.com

نے کسی اور کام کے لیے یہ گوہرِ یکتا پیدا کیا تھا۔ ایک دن بازار سے گزرتے ہوئے حفیظ نامی رنگریز کے منہ سے مثنوی شریف کے اشعار رقت انگیز لہجے میں سُنے۔ عشق حقیقی کی چنگاری کام کرگئی اور حضرت سیّد شاہ حسین سب کچھ چھوڑ کر شاہدِ حقیقی کی تلاش میں کہساروں، جنگلوں، بیابانوں، بستیوں اور شہروں میں سات سال تک گھومتے رہے۔ آخر مخدوم ولایت حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سندھ کے ایک گاؤں قاضی گوٹھ جا پہنچے۔ حضرت مخدوم ولایت پہلے ہی اس شہباز توحید کے منتظر تھے۔ جب در اقدس پر پہنچے تو ارشاد فرمایا:

> "جب ہم مدینۂ منورہ میں تھے تو ہمیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا ایک عزیز علاقہ پنجاب سے بڑی مصیبت جھیل کر تمھارے پاس آئے گا۔ وہ سرمست مقبولِ بارگاہ اور مخمورِ بادۂ وحدت ہوگا۔ جب وہ بلند ہمت آپ کے پاس آئے تو وہ امانت جو آپ کو سونپی گئی ہے اُس کے حوالے کر دینا۔"

چند دنوں کے بعد ہی حضرت کے فیضانِ صحبت سے حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ پر جذب و مستی کی حالت طاری ہوگئی۔ دیوانہ وار کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ جب ذرا افاقہ ہوتا تو سوزِ فراق میں ڈوبے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے اور دیارِ محبوب کی طرف رُخ کرتے۔ جوں ہی نگاہ در و دیوار پر پڑتی پھر بسمل کی طرح زمین پر لوٹتے اور جنگل کو بھاگ جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد پیر و مرشد کی توجہ سے جذب و سکر میں سکون پیدا ہوا اور انھیں خلافت کی سند عطا فرما کر اپنے وطن مالوف واپس جانے کا حکم دیا۔

Marfat.com

حضرت جب واپس وطن شریف میں آئے تو اطراف واکناف سے لوگ پروانہ وار اس شمع توحید کے گرد جمع ہوگئے۔ بے شمار لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر مقصود کو پہنچے۔ حضرتؒ کا زمانہ بہت پُرآشوب تھا۔ بندہ بہادر (سکھ گرو) نے ملک میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ سرہند شریف کی بے حرمتی ہورہی تھی۔ مسلمانوں کے گھروں کو برباد کرکے ہل چلائے جاتے تھے۔ حضرت تشریف لائے تو اس علاقہ سے نہ صرف کفر وشرک کی بالادستی ختم ہوگئی بلکہ جابجا ذکر وفکر، تسبیح وتہلیل کی صدائیں از سرِ نو بلند ہوئیں ویران مسجدیں پھر آباد ہوگئیں اور مسلمانوں میں خود اعتمادی پھیل گئی۔

وصال ۔حضرتؒ نے بعمر تریسٹھ سال، صفر ۱۲۴۴ھ مکان شریف میں ہی دنیائے ناپائیدار کو خیرباد کہا اور شاہدِ حقیقی سے واصل ہوگئے۔ ابتداء میں حضرت کی قبر شریف بہت سادہ اور کچی تھی۔ کسی قدر گہرائی میں ہونے کی وجہ سے حضرت کا مدفن "بھورہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی نسبت سے حضرتؒ کو "بھورے والی سرکار" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ خلفاء میں سیّد بڈھن شاہؒ کلانوری اور ابوالبرکات حضرت سیّد امام علی شاہؒ کو بہت قبولِ عام حاصل ہوا۔

قطب الاقطاب قیومِ العالم ابوالبرکات

حضرت سیّد امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۱۲ھ رحلت ۱۲۸۲ھ مزار شریف رتڑ چھتڑ (مکان شریف)

حضرت سیّد امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۱۲ھ مقام رتڑ چھتڑ میں ہوئی۔ حضرت کے والد بزرگوار سیّد حیدر علی شاہؒ طبابت میں شغف رکھتے تھے۔ بچپن میں

Marfat.com

ہی باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ ابتدائی دینی تعلیم اور آبائی پیشہ طبابت کی کتب حافظ محمد رضا اور مولانا فقیر اللہ دین کوٹی سے پڑھیں۔ انہی ایام میں فخرِ خاندان حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے دریافت فرمایا۔ "صاحب زادے کون سی کتاب پڑھتے ہو؟" یہ ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ خود ہی ارشاد فرمایا: "مثنوی شریف پڑھا کرو۔ اس کے مطالعہ سے عمل میں اصلاح، اعتقاد میں پختگی، قلب میں روشنی اور روح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔"

اگلے روز حضور نے انھیں طلب کیا اور مثنوی شریف کے چند اشعار کی تشریح فرمائی۔ حضرت بہت متاثر ہوئے اور اس کے بعد ہر روز کتاب لے کر حضور کے پاس پہنچ جاتے اور باقاعدہ سبق لیتے۔

اُدھر اعلیٰ حضرتؒ مثنوی شریف کا سبق پڑھاتے تھے اور ادھر اُن کے دل میں اُن کی عظمت گھر کر رہی تھی۔

بیعت و خلافت

دورانِ تعلیم ایک دفعہ اعلیحضرتؒ کیساتھ حافظ محمود صاحبؒ کے پاس سموال شریف ضلع جہلم جانے کا اتفاق ہوا۔ دونوں اولیاء کامل راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے۔ گرد و نواح کے لوگ حضرت حافظ صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ انھوں نے بھی حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے لیے درخواست پیش کر دی۔ اس پر حافظ صاحبؒ نے فرمایا: "اللہ پاک تمھیں اپنے مُرشد پاک کی محبتِ کاملہ عطا فرمائیں۔" اُسی دن سے اُن کے دل میں اعلیٰ حضرتؒ کی محبت اُمڈ آئی اور واپس گھر پہنچ کر بیعت کی التجا کر دی اعلیٰ حضرتؒ نے ازراہِ عنایت درخواست قبول فرما کر سلسلہ میں داخل کیا اور ذکر

Marfat.com

کی تلقین فرمائی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اعلیٰ حضرتؒ کی توجہ سے انھیں وہ مقام حاصل ہو گیا جس کے لیے سالک سالہاسال مجاہدے کرتے ہیں، کئی کئی رات مراقبہ میں مشغول رہتے اور تنہائی میں اللہ اللہ کرتے۔ اوراد و وظائف کا جو معمول حضرت کے پیر و مُرشد نے اُن کے لیے مقرر فرمایا تھا اُس پر تمام عمر کاربند رہے۔ اعلیٰ حضرت کا بیحد احترام فرماتے اور خوشنودیٔ طبع مبارک کے لیے اُن کی خدمت گزاری کے لیے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے۔ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اور اُن کے گھوڑے کا بول و براز مٹی کے برتن میں بھر کر سر پر رکھتے اور ہر روز دریا میں بہا دیتے اور طبیعت میں کبھی کراہت محسوس نہ کرتے بلکہ جب لوگ طنزاً دریافت کرتے کہ سر پر کیا ہے تو جواب دیتے کہ اِس میں عطر ہے۔ ،، حضرت کو ان بے بہا خدمات کے صلہ میں حق سبحانہ' نے بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ حضرت کے چہرۂ مبارک پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی۔

ارشادات

اعلیٰ حضرت نے اپنی زندگی میں ہی حضرت قیوم العالمؒ کو بیعت کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو بہت فروغ دیا۔ حضرت نے مریدین اور طالبین کو جو ارشادات فرمائے وہ بیش بہا جواہرات سے کم نہیں ہیں۔

آپؒ فرماتے ہیں:

احترامِ پیر

”مرید کے دل میں شیخ کا ادب اس درجہ تک چاہیئے کہ پیر کے روبرو بغیر اجازت کے بات نہ کرے۔ پیر کی طرف بے باکانہ نہ دیکھے۔ پیر کی محبّت کو دُنیا کی ہر چیز پر ترجیح دے۔ طریقت ادب کا نام ہے۔ بے ادب دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

Marfat.com

شیخ کا کلام ہمہ تن گوش ہو کر سُنے کیونکہ اِن ارشادات کا سُننا ہزاروں کتابوں کے مطالعہ سے بڑھ کر ہے اور پیر جس کام کا حکم دے اُسے دل و جان سے بجالائے۔"

مریدِ صادق کی تعریف: "مرید وہ ہے جس کی نفسانی خواہشات کو محبّت اور شوقِ الٰہی کی آگ نے جلا کر رکھ دیا ہو۔ جب صبح سویرے اُٹھے تو حسرت اور افسوس کی وجہ سے اُس کی آنکھوں میں آنسو بہتے ہوں۔ عاجزی اور انکساری اس کا شعار ہو۔ گزشتہ اعمال پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے پناہ مانگتا ہو۔ مصیبت، تکلیف اور سختی میں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور انھیں خُدا تعالیٰ کی طرف سے جانے۔ اپنے قصور کا اقرار کرتا رہے اور بخشش کا طلب گار رہے۔ کوئی سانس ذکرِ الٰہی کے بغیر نہ لے اور یہی سمجھے کہ یہ اُس کا آخری سانس ہے۔

فرماتے ہیں: توبہ اِس طرح کرے کہ گناہ کا خیال ہی دل میں نہ آئے۔

فرماتے ہیں: کُل عبادات کا مقصود اللہ جل شانہٗ کا ذکر ہے۔ پس کسی حالت میں بھی اس سے غافل نہ رہے۔ ذکر کی بے شمار فضیلتیں ہیں جس کا دل غیر اللہ سے پاک ہوتا ہے دُنیا کی ہر چیز اُس کے تابع ہوتی ہے۔

فرمایا: بوجہ لحاظ وفضیلت حضور سیّد المرسلین محبوبِ ربّ العلمین صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو پہلی نافرمان اُمتوں کی طرح اُمتِ محمدی کے چہروں اور جسموں کا مسخ منظور نہیں۔ البتہ معبودِ حقیقی سے نہ ڈرنے اور توبہ نہ کرنے سے لوگوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ گناہوں میں آلودہ ہو جاتے ہیں۔"

Marfat.com

فرمایا؛ ہر حالت میں متوکّل رہ کر کام کاج میں مشغول رہنا چاہیئے۔ بے کار نہ بیٹھے اور رازقِ حقیقی پروردگارِ عالم کو سمجھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر ذی جان کو رزق پہنچاتے ہیں۔ البتہ مقسوم سے زیادہ ملنا محال ہے۔ تنگی میں حق سبحانہٗ کی شکایت نہ کرے کیونکہ یہ نافرمانی ہے۔ اِس میں دونوں جہان کا خسارہ ہے۔ زیادہ لالچ حرام ہے۔

کرامات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباعِ کامل کے صلے میں حضرتؒ کو دو خصوصی انعام عطا فرمائے تھے۔ اوّل۔ نگاہِ اکسیر صفت، دوسرے۔ پُرکشش چہرۂ نورانی۔

حضرت کی نگاہِ مبارک جس کور باطن پر پڑ جاتی اُس کی سب سیاہیاں دُھل جاتیں اور جو شخص حضور کا روئے منوّر دیکھتا اُس کا قلب زندہ ہو جاتا۔ چنانچہ ہزاروں غیر مُسلم اور بے دین لوگ حضرتؒ کی زیارت سے مشرّف بہ اسلام ہوئے اور صحیح معنوں میں مسلمان بن گئے۔

حاجت مندوں، بیماروں اور دُکھیا مخلوقِ خُدا کو جو فوائد آپ کی ذات سے پہنچے اُن کے ذکر کے لیے علیحدہ دفتر کی ضرورت ہے۔

خلفاء و رحلت

آخری ایام میں حضرت اکثر بیمار رہتے تھے۔ ۱۲ شوال ۱۲۸۲ھ بروز جمعرات اِس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ اور مکان شریف میں ہی دفن ہوئے۔ حضرت کے وصال کے بعد صاحب زادہ سیّد صادق علی شاہ مسند ہدایت پر رونق افروز ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ: حضرت قبلہ قطب الاقطابؒ

کے نقشِ قدم پر چلتے تھے اور بے شمار مخلوقِ خدا کو راہِ ہدایت دکھائی پینتیس سال تک درگاہِ مبارک کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے چلایا حضرتِ اعلیٰ کے خُلفار اور معتقدین سے خاص محبّت رکھتے تھے اور سب وابستگان سلسلہ اُن کا بہت احترام کرتے تھے حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے ہی کوٹلہ شریف میں کارِ خاص پر بھیجا تھا اگرچہ خلعتِ خلافت حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۰۷ھ رحلت ۱۳۳۱ھ بعمر ۱۲۵ سال

مزار شریف، کوٹلہ پنجو بیگ (ضلع شیخوپورہ)

ابتدائی حالات

حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۷ھ میں ایک معزز ککّے زئی خاندان میں بہ مقام دھرم کوٹ رندھاوا متصل مکان شریف (ضلع گورداسپور پنجاب) پیدا ہوئے۔ معمولی تعلیم حاصل کی۔ بچپن سے ہی اُن کو بزرگانِ مکان شریف سے گہری محبّت و عقیدت تھی۔ حضرت قطب الاقطاب سیّد امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسندِ خلافت پر جلوہ گر ہوئے اور مخلوقِ خُدا اُن سے اکتسابِ فیض کرنے لگی تو حضرت بابا امیر الدینؒ بھی حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ہر وقت اپنے پیر و مُرشد کی چوکھٹ پر پڑے رہتے اور ایک لمحہ کی جُدائی بھی گوارا نہ فرماتے۔ حضرت قبلہؒ بھی بہت محبّت فرماتے اور اُن کے حال پر ہمیشہ نظرِ کرم رکھتے۔

Marfat.com

تھانیداری اعلیٰ حضرتؒ کے حکم کے مطابق ابتدا میں پولیس میں تھانیدار بن گئے۔ لیکن تین برس کے بعد ملازمت ترک کر کے پیر و مُرشد کی صحبت اختیار کر لی۔ طبیعت کا میلان یادِ الٰہی کی طرف تھا اور دل میں اسمِ ذات سما چکا تھا۔ دریا کے کنارے یادِ حق میں محو رہنے لگے۔ اِس قدر دل جمعی حاصل ہوئی کہ فیوض و برکات کی بارش ہونے لگی اور منازلِ سلوک طے کر کے بلند مقامات پر پہنچ گئے۔ حضرت اعلیٰؒ کے وصال کے بعد مکان شریف میں ہی مقیم رہے۔

نئی تقرری پنجاب میں سکھوں کی شورش ختم ہو رہی تھی اور انگریزی حکومت کے پاؤں جم رہے تھے۔ حضرت سیّد صادق علی شاہ صاحب نے کوٹلہ پنجو بیگ ضلع شیخوپورہ کے مقام پر زرعی اراضی کا وسیع رقبہ خرید کیا۔ اِس رقبہ پر قبضہ حاصل کرنے اور اس کا انتظام درست کرنے کے لیے متعدد اشخاص کو حضرتؒ نے وہاں روانہ کیا لیکن کسی کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر یہ کام حضرت خواجہؒ کے سپرد ہوا۔ اُنھوں نے وہاں پہنچ کر تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی ذاتی وجاہت، ظاہری فراست اور باطنی ہمّت سے جاگیر کا انتظام درست کر لیا۔ پھر حضرتؒ کے ایماء سے وہاں کوٹلہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ باطنی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے لوگ اُن کی خدمت میں آنے لگے اور جوق در جوق داخلِ سلسلہ ہونے لگے۔

کرامات آپؒ کی بے شمار کرامات ہیں لیکن سب سے بڑی کرامت شہبازِ ولایت، قطب الاقطاب حضرت میاں شیر محمّد شرقپوری رحمۃ اللہ کو اپنے دامِ عقیدت میں لاکر باطنی تربیت سے مقامِ کمال تک رہنمائی کرنا ہے۔ خود فرمایا کرتے تھے:

Marfat.com

"جب قیامت کے دن حق سبحانہٗ مجھ سے سوال کریں گے کہ دُنیا سے ہمارے حضور پیش کرنے کے لیے کیا تحفہ لائے ہو تو میں "شیر محمد" کو پیش کر دوں گا۔"

نیز یہ بھی فرمایا کہ: "میری اور میاں شیر محمد کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔"

وِصال آپؒ کا وصال ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ میں کوٹلہ شریف میں ہوا اور یہیں آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ ایک سو چھبیس سال کی طویل مدت حیات پائی۔ آپؒ نے خلافت کا منصب دُر یکتا حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ آپ کی نسبی اولاد میں دو صاحب زادے تھے جن کی اولاد اب بھی کوٹلہ شریف میں موجود ہے۔

مجددِ دوراں قطبِ زماں حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۸۲ھ رحلت: ۱۳۴۷ھ

مزار مبارک: شرق پور شریف

علم و عرفان کا گہوارہ "شہر لاہور" دریائے راوی کے بائیں کنارے پر آباد ہے۔ اس سے بیس میل دُور جنوب مغرب کی جانب اسی دریا کے دائیں کنارے پر شرق پور کا قصبہ آباد ہے۔ رنجیت سنگھ کا زمانہ تھا۔ سکھوں نے دو مرتبہ قصور شہر کو لوٹا اور اس بارونق قصبہ کے باشندوں کو امن و امان سے محروم کر دیا۔

اہلِ کمال قصور کو خیر باد کہہ کر اِدھر اُدھر بکھر گئے۔

آباؤ اجداد

اِسی پُر آشوب زمانہ میں ایک نہایت نیک اور پاک باز ہستی حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قصور سے نقل مکانی کر کے بالآخر قصبہ شرق پور میں آ کر آباد ہو گئی۔ اہالیان شرق پور نے اُن کی آمد پر اظہار خوشنودی کیا اور اُن کی رہائش کے ضروری انتظامات کر دیے۔ شاملات کا ایک قطعہ مسجد کی تعمیر کے لیے اُن کے سپرد کر دیا۔ اُنھوں نے اِس جگہ کی صفائی کروائی اور ایک "قلمی حمائل شریف" جو اُن کے فنِ خطاطی کا نادر نمونہ تھی ایک سو پچیس روپے میں ہدیہ کر کے اُس رقم سے وہاں کنواں کھدوایا اور مسجد کے دروازے کی چوکھٹ تیار کروائی۔ اِس مبارک ابتدا سے ایک بابرکت مسجد تیار ہو گئی جہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم کا مرکز قائم ہو گیا۔ شہر کے وسط میں اب یہی مسجد حضرت میاں صاحبؒ کی مسجد مبارک مشہور ہے

قیامِ شرق پور کے دوران حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شادی شرق پور کے معزز زمین دار گھرانے میں ہوئی۔ اُنھوں نے بیٹی کو ایک کنواں مع ملحقہ اراضی (ڈیک والا کنواں) بہ طور جہیز دیا۔ حضرت کی اولاد میں ایک لڑکی بی بی آمنہ تھیں۔ اُن کا نکاح اپنے خاندان کے ایک صالح نوجوان حافظ محمدؐ حسین قصوریؒ سے کر دیا اور نکاح کے بعد وہ قصور سے شرق پور ہی چلے آئے۔ ۱۲۸۲ھ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت کے بعد اُن کے داماد حافظ محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرق پور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اُن کے تین فرزند تھے:

Marfat.com

حافظ محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ | میاں حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ | میاں نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

(میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند:) مجدد دوراں حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ | حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادتِ باسعادت

تینوں بھائیوں میں سے بڑے بھائی میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اُس مردِ حق، شیر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنم لیا۔ جس کی برکت سے سرزمینِ پنجاب میں اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سُنت کے عظیم کارنامے سرانجام پائے۔ سکھ عمل داری کی نحوست اور انگریزوں کی نجاست سے مسلمانانِ پنجاب میں مذہبِ اسلام سے بیگانگی اور ارکانِ اسلام سے غفلت بہت بڑھ چکی تھی۔ یہ خطہ کسی ایسے صاحبِ کمال کے فیضان کو ترس رہا تھا جو مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کر کے اُن کو غفلت اور لادینی کے شکنجے سے نجات دلائے۔ اعلیٰ کردار اور یقینِ محکم والی ہستی اور کتاب و سُنت کے مطابق عمل کرنے والی شخصیت ہی اس عظیم کام کا بیڑا اُٹھا سکتی تھی۔ قدرت نے یہ عظیم کام اس نومولودِ مسعود سے لینا تھا جس کی آمد کی راہ کئی بزرگ تک رہے تھے۔

امیرِ طریقت حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ میاں صاحبؒ کی ولادت سے بہت پہلے ہر سال شرق پور شریف تشریف لاتے اور فرماتے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف فرمایا ہے کہ اس مقام پر ایک عظیم المرتبہ شیرِ خُدا پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحبؒ کی ولادت سے لے کر سنِ شعور تک حضرت

Marfat.com

امیرِ طریقت رحمۃ اللہ علیہ آپ کی باطنی خبر گیری فرماتے رہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے بہت سال پہلے ایک مجذوب بھی حضرت قبلہ کے مولدِ پاک کے اِرد گرد چکر لگایا کرتے تھے۔ لوگوں نے جب پوچھا تو کہا۔ "اِس محلہ میں ایک مقبولِ بارگاہ ربّ العلیٰ پیدا ہوگا۔ میں اُس کی بوئے مست سے روح کو مسرور اور دل و دماغ کو تازہ کرتا ہوں۔"

۱۲۸۲ھ کے اوائل میں وہ ساعت سعید آپہنچی کہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کاشانۂ مبارک میں اُس پاک اور پُر نور وجود کی آمد ہو جس کی ضیاء سے شرک و الحاد کی تاریکیاں چھٹ جائیں۔ خلافِ سُنّت رسوم کے سلسلے کٹ جائیں اور عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سے سب سرشار و مست ہو جائیں۔ آپؒ پیدا ہوئے تو گھر بھر میں عجیب کیفیت پائی جاتی تھی۔ سب خورد و کلاں خوش و خرّم تھے۔ ولادت کے وقت حضرت مولانا غلام رسولؒ اُس مولودِ مسعود کے استقبال کے لیے بھی موجود تھے۔ آپؒ نے حضرت قبلہ کو گود میں لیا اور خوب پیار کیا پھر اپنی زبانِ مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی اور حضرت نے اُسے چُوسا۔ بار بار سینے سے لگاتے اور چومتے۔ ساتویں روز اسمِ مبارک "شیر محمدؐ" رکھا گیا۔

حضرتؒ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن سے ہی کھیل کود سے بیزار اور متنفر تھے۔ تنہائی بہت پسند تھی۔ والدِ بزرگوار کے اصرار پر مدرسہ میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی پھر اپنے محترم چچا میاں حمید الدین صاحبؒ کے پاس مسجد میں دینی کتابیں پڑھیں اور قرآنِ حکیم ناظرہ نہایت ذوق و شوق سے پڑھا۔ خطّاطی کا بہت شوق تھا۔ بڑے بلند پایہ طغرے لکھے۔ رفتہ رفتہ سعادت ازلی نے اُس کام کی طرف پورے طور پر متوجہ کر دیا جو

Marfat.com

قدرتِ کاملہ نے آپ سے لینا تھا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میلش اندر طبعِ او انداختند

کبھی مسجد کے گوشہ میں بیٹھے "اللہ ۔ اللہ" کر رہے ہیں تو کبھی قبرستان یا ویرانوں کی تنہائیوں میں محوِ ذکر و فکر ہیں۔ جوں جوں زمانۂ شعور آتا گیا غلبۂ جذب و مستی بڑھتا گیا۔ ٹوٹی پھوٹی قبروں میں لیٹ جاتے اور انتہائی کیف و سرور محسوس کرتے۔ حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ میں "بوتل" دیکھتے تو حالتِ سکر میں گر پڑتے۔ کہیں جلتی دیا سلائی دیکھ لیتے تو بیخودی طاری ہو جاتی۔ کنوئیں کی چرخی کی آواز سن کر جذب طاری ہو جاتا اور گھنٹوں بے ہوش پڑے رہتے۔ اِس حالتِ بے خودی میں آپؒ کی نظروں سے بجلیاں سی کوندتی تھیں۔

کہتے ہیں انہی ایام میں آپ کے والدِ بزرگوار ایک دن صبح سویرے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ کسی مردِ غیب نے راستہ روک کر گھوڑے کی باگیں تھام لیں اور فرمایا "جس لڑکے کو آپ دیوانہ سمجھتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں وہ ایک دن بہت بلند اقبال ہوگا اور اُس کے بڑے چرچے ہوں گے اگرچہ آپ نہیں دیکھیں گے۔" حضرت قبلہؒ کے والدِ بزرگوار اُس دن سے حضرت قبلہؒ کی طرف سے مطمئن ہو گئے اور ہر طرح خیال رکھنے لگے۔

بیعت و خلافت

حضرت قبلہؒ خود ذکر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ اکثر کوٹلہ شریف سے شرق پور آتے اور آپؒ کے جدِ امجد کے پاس مسجد میں قیام فرماتے اور پھر واپس چلے جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر لوٹ آتے۔ یہ آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا۔ لیکن

Marfat.com

حضرت میاں صاحبؒ ابتداء میں اِس عمر رسیدہ بزرگ کی طرف مُلتفت نہ ہوتے تھے
آخر حضرت خواجہؒ کی توجہ اور کشش کام کر گئی اور جب ایک نظرِ خاص آپؒ پر پڑی تو آپؒ
نے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ
میں منسلک ہونے کی آرزو ظاہر کر دی۔ حضرت باباصاحبؒ تو اسی شاہباز کو اپنے دام
میں لانے کے لیے چکر لگا رہے تھے۔ نہایت شفقت اور توجہ سے ذکر کی تلقین فرمائی
اور داخلِ سلسلہ کر لیا۔

اِس کے بعد غلبۂ جذب و سُکر سے آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری رہتی
تھی۔ گریبان چاک کرتے۔ تڑپتے، زمین پر لوٹتے۔ بے قراری کے عالم میں مسجدوں کے
دروازوں پر پہنچ کر زور زور سے اللہ اللہ کے نعرے بلند کرتے۔ کبھی جنگل کی طرف
نکل جاتے اور راستہ میں ملنے والوں سے اللہ کا پتہ پوچھتے۔ اکثر قبرستان کی طرف
نکل جاتے اور کسی ٹوٹی پھوٹی قبر میں دیر تک لیٹے لیٹے اسمِ ذات کے ذکر میں محو رہتے۔
ہوش میں آتے تو حضرت باباصاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور
عرض کرتے: "مجھے کیا ہو گیا ہے۔" آپؒ خاموش رہتے تو پھر وجدانی کیفیت
طاری ہو جاتی۔ چنانچہ نہایت قلیل عرصہ میں کمال حاصل کر لیا۔ اور منازلِ سلوک طے
کر کے مقامِ قرب و قبول پر پہنچ گئے۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عطائے
خلافت کی تحریر آپ کے حوالے کرنا چاہی لیکن آپؒ کی عالی ظرفی نے نہایت انکساری
سے خدمتِ والا میں عرض کیا۔ "حضور! میں خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا ہوں
بیعت سے میرا مقصود معبودِ حقیقی کا بندہ بننا ہے۔" اسی طرح کچھ وقت گزر گیا تو ایک
روز حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا: "میں آپ

Marfat.com

کا مرشد ہوں اور آپ پر تعمیلِ ارشاد لازم ہے۔ اِس امانت کا آپ سے بڑھ کر میری نظر میں اور کوئی اہل نہیں۔" اِس پر آپ خاموش ہو گئے اور رضائے مولا کو مقدم سمجھا

رشد و ہدایت

منصبِ خلافت حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپؒ کچھ عرصہ اصلاحِ احوال کی طرف ہی متوجہ رہے اور مخلوقِ خدا کی ہدایت و رہبری کا جو کام آپؒ کے سپرد ہوا تھا اُس سے کنارہ کش رہے۔ آپؒ از راہِ انکسار فرماتے:

"میں خود کو ہرگز اِس منصب کا اہل نہیں پاتا ہوں۔ کیا کروں حضرت پیر و مُرشد مجبور کرتے ہیں۔"

"خزینۂ معرفت" میں صوفی محمد ابراہیم قصوریؒ نے اِسی زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ حضرت قبلہؒ کے ہمراہ ایک گاؤں میں گئے۔ وہاں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے بیان کیا کہ وہ متعدد مرتبہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن پذیرائی نہ ہوئی ——— اب وہ ایک ایسے پیر کے دامِ تلبیس میں گرفتار ہو گیا ہے جس نے پہلے اُس نوجوان سے اپنے باپ کو سجدہ کروایا اور پھر اپنے آپ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ صوفی صاحب نے یہ بات سُن کر بہت افسوس کیا اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ خلقِ خدا کی ہدایت پر کمربستہ نہ ہوئے تو لوگ اِسی طرح شرک و ضلالت میں مُبتلا ہوتے رہیں گے چنانچہ حضرت قبلہؒ نے اِس کے بعد طالبانِ راہِ ہدایت کی راہ نمائی کا کام ہاتھ میں لے لیا۔ شمعِ توحید کے پروانے نزدیک و دور سے آپؒ کے گرد جمع ہو کر فیض یاب ہونے لگے۔

صُورت و سیرت مبارک

حضرت قبلہؒ میانہ قد اور نحیف الجثہ تھے کتابی چہرہ، پیشانی چوڑی، بینی بلند، داڑھی مبارک گھنی

Marfat.com

جس میں کچھ بال سفید اور باقی سیاہ تھے۔ اکھرے جسم کے تھے۔ آنکھیں سیاہی مائل کثرتِ گریہ کی وجہ سے آخری عمر میں بینائی کمزور پڑ گئی تھی۔ مطالعہ کے وقت عموماً چشمہ کا استعمال کرتے تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ چہرۂ مبارک پر ذکر و فکر کی گہرائی کے اثرات نمایاں تھے۔

جمعہ کے روز غسل کے بعد صاف ستھرے کپڑے زیب تن فرماتے اور خوشبو بھی لگاتے۔ طبیعت بے حد لطیف پائی تھی۔ ہاتھوں کی انگلیاں ریشم کی طرح ملائم پائی تھیں۔ حیاداری کا یہ عالم تھا کہ حضرت قبلہؒ جب گھر سے نکلتے تو چہرۂ مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیتے۔ محلہ کی عورتیں اُنھیں دیکھ کر کہتیں۔ "ہمارے محلے میں یہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے جو سب سے منہ چھپاتی پھرتی ہے۔"

لباس میں انتہائی سادگی ہوتی تھی۔ سر پر پانچ پلّی ٹوپی اور اُس کے اوپر دستار مبارک ہوتی تھی۔ ڈھیلی آستینوں کا کرُتہ اور تہمبند زیب تن فرماتے۔ جاڑوں میں بند گلے کی واسکٹ اور بند گلے کا کوٹ پہنتے تھے۔ چلتے پھرتے وقت عموماً گز بھر کا سفید یا کالا رومال کندھے پر رکھتے تھے۔ سردیوں میں چمڑے کے موزے بھی استعمال فرماتے تھے اور سر پر لمبی روئی دار ٹوپی بھی رکھتے تھے۔ تہمبند ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ سفید لباس پسند تھا۔

گرمی کے موسم میں کبھی کبھی دو کرُتے بھی بیک وقت پہنتے۔ کوئی ضرورت مند آجاتا تو ایک اُتار کر اُس کو دے دیتے۔ بعض اوقات کسی کو بغیر پگڑی کے دیکھتے تو اپنی آدھی پگڑی پھاڑ کو اُس کو دے دیتے یا نئی دلوا دیتے۔ قصوری زرد رنگ کا جوتا استعمال کرتے۔ سیاہ جوتے سے نفرت کرتے۔

ہمیشہ دو زانو بیٹھتے۔ کھانے کے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر لیتے۔ آنے والے سے السلام علیکم کی خود پہل فرماتے۔ چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے۔ راستہ سے اینٹ پتھر

Marfat.com

یا پھل کے چھلکے جن سے ایذا کا خطرہ ہو خوُد ہاتھ سے ہٹا دیتے۔ رفتار میں تیزی ہوا کرتی تھی۔

وتر کی خاص رعائت رکھتے۔ مہمانوں کے آگے روٹیاں بھی تین تین رکھتے۔ کسی خادم کو اپنا جوتا چھونے نہ دیتے۔ اُگال دان بھی خود ہی اُٹھاتے۔ حضرت چٹائی (صف) پر ہی دوزانو بیٹھتے۔ کوئی پُرتکلف فرش یا قالین نہیں ہوتا تھا۔ اِسی پر بعض اوقات سر کے نیچے اینٹ رکھ کر لیٹ بھی جاتے۔

معمولات

حضرت میاں صاحبؒ اسوۂ رسولؐ پر کاربند تھے اور خُلقِ مُحمدی کا صحیح نمونہ تھے۔ اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور بات چیت میں وہی رنگ نمایاں تھا۔ نماز، تسبیح و تہلیل، نوافل، اوراد و وظائف میں وقت کی پابندی کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے اور اُن کی ادائیگی میں استقامت اختیار فرماتے۔ حضرت قبلہؒ صلۂ رحمی فرماتے۔ غریبوں اور ناداروں کی اعانت کرتے۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے، مظلوم کی حمایت کرتے۔ بُرائی کے بدلے بُرائی نہ کرتے بلکہ معاف فرما دیتے۔ ذاتی معاملہ کے لیے کبھی کسی سے رنجیدہ نہ ہوتے تھے۔ البتہ دین کے معاملہ میں غصّہ میں آجاتے تھے مگر جب کوئی شخص اپنی غلطی کا احساس کر کے اظہارِ ندامت کرتا تو اُس پر بے حد مہربان ہو جاتے۔

ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں سے ملتے اور اُن کی اصلاح کی انتہائی کوشش کرتے۔ مہمانوں کی تواضع کرتے اور عمدہ کھانوں سے اُن کی خاطر مدارات کرتے مگر خوُد سادہ خوراک کھاتے اور بعض اوقات لذیذ اور عمدہ سالن میں پانی ملا لیتے تاکہ نفس کی سرزنش ہوتی رہے۔

Marfat.com

ہم نشینوں میں کبھی امتیاز سے نہ بیٹھتے۔ حضرت قبلہؒ کے زانو ہم نشینوں سے بڑھے ہوئے نہ ہوتے تھے۔ کسی کی بات کو قطع نہ کرتے۔ سب سے باری باری گفتگو فرماتے ملنے والے سے سلام کی خود پہل کرتے۔ رخصت کرتے وقت کبھی کبھی مصافحہ بھی فرماتے۔ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہ دیتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ پاؤں سے جوتے بھی اپنے ہاتھ سے نکالتے۔ کوئی شخص بھول کر آپ کے جوتوں کو ہاتھ لگاتا تو سخت خفا ہوتے۔

عموماً ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے۔ وضو کے دوران بات چیت سے اجتناب کرتے۔ ریش مبارک میں خلال کرتے اور کنگھی بھی کرتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک بھی استعمال میں لاتے۔ وضو میں زیادہ پانی صرف نہ کرتے۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے۔ چھ رکعت نمازِ نفل ادا کرتے۔ اُس کے بعد حاضرین صفیں باندھ کر بیٹھ جاتے اور اُن سے مصروفِ گفتگو ہوتے۔ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے۔ وتر پہلی رات ہی ادا کر لیتے۔ تہجد کی نماز گھر میں ادا کرتے۔ نماز جمعہ حنفی طریقہ کے مطابق ادا فرماتے۔ نماز تراویح بیس رکعت پڑھتے۔ ہر چہار رکعت کے بعد تسبیح بڑی دل جمعی اور شوق سے پڑھتے۔ سفر ہو یا حضر نمازِ تراویح میں کمی نہ کرتے تھے جنازے کی نماز میں اکثر شرکت فرماتے۔ متوفی کے پس ماندگان کے پاس تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے بھی جاتے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ہاتھ اُوپر اُٹھاتے اور زبانِ مبارک سے۔ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ" پڑھتے پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر متوفی کے لیے دعائے مغفرت کرتے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے جاتے۔ اکثر زیارتِ قبور کے لیے قبرستان جاتے اور سب کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ کسی قبر کو ہاتھ نہ لگاتے فرماتے:

Marfat.com

"ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے جب تک دل نہ لگے ۔" مزارات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ۔ دن چڑھے حضرت قبلہؒ نمازِ اشراق ادا کرتے اور کبھی بچّوں کو قرآن پاک کا درس بھی دیتے ۔ جو لڑکا سبق کی طرف سے بے توجہی کرتا یا بھاگ جانے کا عادی ہوتا حضرت قبلہؒ اُس کے ایسی چٹکی لیتے کہ وہ شرارتیں بھول جاتا ۔

مہمانوں کے لیے کھانا آپؒ خود گھر سے اُٹھا کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے دسترخوان پر چُنتے ۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے اُن کے ہاتھ دُھلاتے ۔ ایک ایک لُقمے پر بسم اللہ شریف پڑھتے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی تلقین کرتے ۔ کھانے کے بعد مہمانوں کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگتے اور پھر سب کو ہاتھ دھونے کی تاکید فرماتے ۔ بعد طعام قیلولہ فرماتے اور دوستوں سے بھی آرام کرنے کو کہتے ۔ فرماتے :

"اگر ہمارا کھانا ، پینا ، لیٹنا ، اُٹھنا ، بیٹھنا ، شرع شریف کے مطابق ہے تو یہ بھی عبادت میں داخل ہے ۔"

مسجد ہو یا گھر جوتے کا سر ہمیشہ قبلہ رُخ رکھتے ۔ اگر کوئی شخص بے خبری میں اپنا جوتا قبلہ رُخ نہ رکھتا تو خود اپنے دستِ مبارک سے اُسے سیدھا کر دیتے ۔ لوٹے کی ٹونٹی بھی ہمیشہ قبلہ رو رکھتے ۔ سمت قبلہ کا بہت خیال رکھتے ۔

نماز با جماعت ادا کرنے کی تاکید فرماتے ۔ نماز کے لیے جب صفیں بندھ جاتیں تو اُن کی دُرستی کا بہت خیال فرماتے ۔ دائیں بائیں نظر دوڑا کر نمازیوں کے پاؤں سیدھے کرتے ۔ جس شخص کی ایڑیاں ملی ہوتیں اور پنجے کھُلے ہوتے اُسے دُرست کر کے کھڑا کرتے فرماتے نماز میں کھڑے ہوتے وقت پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ ہونا چاہیے ۔ نیز فرماتے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار تا چھ انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے ۔ نماز کے

Marfat.com

بعد خشوع وخضوع سے دُعا مانگتے۔ درود شریف بڑے ذوق شوق سے بکثرت پڑھتے فرماتے : "جب درود شریف پڑھا جائے تو یہ خیال ہونا چاہیئے کہ حضرت رسول کریم

دربارِ احدیت میں جلوہ افروز ہیں اور اُس ذات گرامی کے روبرو درود

شریف پڑھ رہا ہوں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سُن رہے ہیں۔"

اِرشاداتِ عالیہ

بندۂ مومن جب عشق و محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی وادیوں سے گزرتا ہؤا معرفت الٰہی کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو اُس کی کایا پلٹ چکی ہوتی ہے۔ اُس کے قول و فعل، فکر و عمل کے سب نقوش قرآن و سُنت کے اتباعِ کامل پر مبنی ہوتے ہیں۔ عقل و دانش کے یہی دونوں سرچشمے دراصل ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں۔ قیامت تک ان میں کوئی نقص یا رخنہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ مومن کامل بھی قرآن و سُنت کی روشن قندیلوں کی ضیاء سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ اُس کی زبان سے نکلا ہؤا ہر لفظ اور اُس کے روزمرہ کے اعمال کا ہر جز و کتاب و سُنت سے پوری پوری مطابقت رکھتا ہے۔ عارفِ رومی فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے جو کلمات نکلتے وہ کتاب اللہ کی تفسیر اور سُنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و تعبیر ہوتی تھی۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالتے جس پر خود عمل پیرا نہ ہوتے۔ تصنع یا بناوٹ کو مطلق دخل نہ ہوتا تھا۔ مُشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہاں تبرکاً آپ کے کچھ ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔ یہ قیمتی موتی حرزِ جان بنانے کے قابل ہیں۔

Marfat.com

کم بخت

فرمایا: کم بخت وہ ہے جس کو آخرت کی فکر نہیں اور دنیا کی لذات میں مُبتلا ہے۔ایسی دولت جمع کرو جو تمھارے ہمراہ جا سکے۔ دُنیا کا مال و متاع تو جسم کے ہمراہ اسی دُنیا میں رہ جائے گا۔

فرمایا: حماقت یہ ہے کہ اعتقاد رکھے اور عمل نہ کرے۔

فرمایا: ایک بُری عادت کو چھوڑنا سو برس کی عبادت سے افضل ہے۔

فرمایا: ایمان کی بنا، چار اصولوں پر ہے۔ بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اصول یہ ہیں۔

۱۔ زبان کا اقرار ۲۔ دل کی تصدیق ۳۔ تن کا عمل ۴۔ سُنّت کی مطابقت

۱۔ جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ منافق ہے اور منافق کافر سے بدتر ہے۔

فاسق

۲۔ جو شخص زبان سے اقرار کرے اور دل سے بھی تصدیق کرے مگر عمل نہ کرے وہ فاسق ہے۔ اور فاسق اپنے قصور کے مطابق دوزخ میں جائے گا۔ کم سے کم ایک ساعت یا زیادہ سے زیادہ ستر برس۔

بدعتی

۳۔ جو شخص زبان سے اقرار کرتا ہے، دل سے تصدیق بھی کرتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے مگر سُنّت نبوی کی متابعت میں تغافل کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور بدعتی دوزخ میں جائے گا۔

فرمایا: اگر تم میں یہ تین عادتیں ہوں تو حسابِ آخرت میں آسانی ہوگی اور مولا کریم جنت میں داخل کریں گے۔

۱۔ جو تم کو نہ دے تم اُس کو دو اور محروم نہ رکھو

Marfat.com

۲۔ جو تم پر ظلم کرے تم اُس کو معاف کر دو۔

۳۔ جو رشتہ دار تم سے قطع تعلق کرے۔ تم اُس سے ملو جلو اور قطع نہ کرو

آپ نے ارشاد فرمایا: حدیث شریف وہی ہے جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے نکلا۔ اور قرآن شریف بھی حضور کی زبان مبارک سے نکلا گویا قرآن شریف بھی حدیث ہے۔ حضورؐ کی تصدیق پر ہی قرآن شریف کی صداقت ہے۔

آپ نے فرمایا: ہر کام شروع کرنے سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ لیا کرو۔

فرمایا: حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام اور قرآن کا نشان باقی رہ جائے گا۔ مسلمانوں کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر درحقیقت وہ ہدایت سے خالی ہوں گی۔

نیز فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا لوگ پیٹ کے دھندوں میں گرفتار ہوں گے۔ اُن کی بڑائی دنیا کی دولت کے لحاظ سے ہوگی۔ اُن کا قبلہ عورتیں ہونگی اُن کا مطلوب سیم وزر ہوگا۔

فرمایا: دنیا ایک دریا کی مانند ہے۔ آخرت اس کا کنارہ ہے اور اس دریا سے پار اُترنے کے لیے "تقویٰ" کی کشتی چاہیئے۔ اس کے بغیر پار اُترنا محال ہے۔

اسلام کی خوبی یہ ہے کہ مسلمان بیکار باتوں کو چھوڑ دے اور اُن میں مشغول ہو کر وقت ضائع نہ کرے۔

ظاہر کی پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو۔ جب ہاتھ دھوئے تو چاہیئے کہ دل کو حُبِ دُنیا سے دھو ڈالے جب استنجا کرے تو جس طرح ظاہر کی پلیدی سے نجات

Marfat.com

حاصل کی۔ اسی طرح باطن کو غیر کی دوستی سے پاک کرے۔

مکاشفات و کرامات

اِس عنوان کے تحت اگر حضرت اعلیٰ قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا ذکر شروع کیا جائے تو ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے مگر یہ بیان پھر بھی تشنۂ تکمیل ہی رہے گا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ کے ہر لمحہ میں بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔ دُنیا کی حاجات والے آتے تو آپ دُنیا اور آخرت کی برکتیں اُن کے دامن میں ڈال دیتے۔ دین سیکھنے کے لیے کوئی آتا تو اس کے دل کا کاسہ ذوق و شوق اور محبتِ الٰہی و عشقِ محبوبؐ سے بھر دیتے۔ دروازے پر آنے والا کوئی شخص خالی ہاتھ نہ جاتا۔ اپنے سوال کے مطابق متاعِ دوجہاں حاصل کرتا۔

ایک ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ مکمل طور پر کتاب و سُنّت کا پابند اور اُسوۂ رسولؐ کا شیدائی ہوتا ہے۔ اِس لحاظ سے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مُنفرد مقام تھا۔ آپؒ قرونِ اولیٰ کے بزرگواروں کی صف میں نظر آتے ہیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کسی کے دل کی بات جان لینا کچھ بڑی چیز نہیں۔ ہاں اُس کے دل کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف پھیر دینا البتہ بڑی بات ہے میرے ہادی و مُرشد حضرت سرکار ”کرماں والے“ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان اتنی بُلند ہے کہ آپؒ کے دربار میں فرشتے بھی حکم کے منتظر دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

مُنشی محمد حسین فیروزپوری کے چچا قصور میں رہتے تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قصور سے پیدل روانہ ہوئے۔ راستہ میں باتوں باتوں میں ایک شخص نے کہا ہم تو حضرت میاں صاحبؒ کو تب بزرگ مانیں گے جب آپ ہمیں ایسی چیز کھلائیں جو پہلے کبھی نہ کھائی ہو۔ یہ لوگ جب خدمت عالیہ میں پہنچے

Marfat.com

کھانے کا وقت تھا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ معمول اُن کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے تو حضرت قبلہؒ نے آہستہ سے ارشاد فرمایا۔ ”فقیروں کا امتحان نہیں لینا چاہیئے۔“ اور کھیر کی ایک تھالی اُن کی طرف بڑھائی۔ کھیر بے حد لذیذ تھی۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؒ نے دریافت فرمایا۔ ”بھلا یہ کھیر کس چیز کی تھی۔“ جب اُنھوں نے لاعلمی کا اقرار کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ کھیر ہرنی کے دودھ کی تھی۔ سبحان اللہ! اُنھیں وہی چیز کھلادی جس کی راستہ میں اُن میں سے ایک نے طلب کی تھی۔

میاں عبداللہ ساکن بھرچکی کے ہمراہ ایک مرتبہ ایک نوجوان طالب علم بھی حضرت قبلہؒ کے پاس حاضر ہوا۔ راستہ میں مکئی کے ہرے بھرے کھیت دیکھ کر اُس کا جی للچانے لگا جب بارگاہ عالیہ میں پہنچے تو ایک رکاب میں اُبلی ہوئی مکئی کے بھٹے رکھے تھے حضرتؒ نے فرمایا۔ ”یہ کھالو۔“ اسی اثناء میں گلی سے ایک شخص کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی ”کالے راجامن۔“ طالب علم کو پھر جامن کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت قبلہ نے گھر کے دریچہ سے جامن سے بھری ہوئی تھالی اُٹھا کر اُن کی طرف بڑھادی۔ اور فرمایا ”لو یہ بھی کھاؤ۔“ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا۔ ”ہر وقت کھانے پینے کی طرف ہی دھیان نہیں رکھنا چاہیئے۔ کچھ اللہ اللہ بھی کرنا چاہیئے۔“

اہلِ حاجت کی امداد

کوئی حاجت مند حضرت قبلہؒ کے دربار میں حاضر ہوتا تو حضرتؒ اُس کی شکستہ حالی سے آگاہی فرماتے ہوئے چپکے سے اُس کے پلے اتنی رقم باندھ دیتے کہ اُس کی حاجت روائی ہو جاتی۔

قاضی ضیاء الدین لاہوری فرماتے ہیں کہ میں مقروض تھا اور اسی دوران ایک روز

حضرت قبلہؒ کے پاس حاضر ہوا۔ طبیعت میں سخت پریشانی تھی۔ جب آپ سے رخصت کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا۔ "تمہارے ذمہ کچھ قرضہ تو نہیں ہے۔" بولے "جی حضور تقریباً تین صد روپیہ کی رقم کا مقروض ہوں۔" فرمایا۔ "خداوندکریم اپنے فضل سے ادائیگی کا سبب بنادیں گے۔" قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ واپسی پر نہایت عمدہ طریقہ سے رقم کی فراہمی اور قرضہ کی ادائیگی کا چند دنوں کے اندر انتظام ہوگیا۔

مولانا مفتی محمد غلام جان متولی اونچی مسجد لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب لوگوں کے ساتھ نیچے والے کمرے میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سادہ لباس میں ملبوس ایک صاحب بالائی منزل سے تشریف لائے اور میرے روبرو دوزانو بیٹھ گئے۔ میری یہ پہلی ملاقات تھی اور میں حضرت قبلہ کا صورت آشنا نہ تھا۔ میرے ذہن میں حضرتؒ کا جو تصور تھا حضرت صاحبؒ اس سے بالکل مختلف سادگی کا مُرقع تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا "کہاں سے آئے ہو۔" عرض کیا۔ "لاہور سے حاضر ہوا ہوں۔" فرمایا: "کیا کام کرتے ہو۔" عرض کیا مدرسہ نعمانیہ میں پڑھاتا ہوں۔" فرمایا: "مولویوں کا فقیروں کے پاس آنے سے کیا مطلب۔" یہ بولے۔" انھیں بھلا فقراء سے کیا عداوت ہو سکتی ہے۔" پھر مولوی غلام مرشد صاحب اور مولوی احمد علی صاحب کے متعلق دریافت کیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ بھی فقراء کو نہیں مانتے۔ آپؒ نے فرمایا۔ "آپ تو خفا ہو گئے۔ اچھا آپ کو کیا کام ہے؟" مولوی صاحب نے کہا۔ "حضرت میاں صاحب سے ملنا ہے۔" ابھی تک وہ اسی خیال میں تھے کہ اُن کا مخاطب کوئی حضور کا خادم ہے۔ حضرت قبلہ اس کے بعد کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پاس سے کسی شخص نے مولانا صاحب کو اشارہ سے بتلایا کہ

Marfat.com

حضرت میاں صاحب تو یہی ہیں۔ مولانا صاحب بہت پشیمان ہوئے کہ اُن سے لاعلمی میں کیا کچھ سرزد ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہ پھر نیچے تشریف لائے ہاتھ میں کشف المحجوب کی ایک جلد تھی۔ کتاب مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔" چار جگہ نشانیاں رکھ دی ہیں دیکھ لیں۔" اور خود پھر بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب نے کتاب کھولی اور چاروں جگہ پر اِن کے چاروں سوالات کے جواب تھے۔

۱۔ قرآنِ پاک کی تلاوت بلاناغہ کرنی چاہیئے۔"

۲۔ برادری میں کسی سے مخالفت پیدا نہ کرو۔

۳۔ فقراء کی صحبت کو غنیمت جانو۔

۴۔ حتی المقدور علماء کی خدمت کرو۔

جوابات پر غور کر رہے تھے تو کاندھے سے رومال لینے کے لیے ہاتھ اُدھر اُٹھایا۔ اتنے میں سامنے سے حضرت میاں صاحبؒ پھر نیچے تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا۔" دیکھ لی آپ نے کتاب۔" اور اس ارشاد کے ساتھ ہی مولوی صاحب کا رومال اُن کے کندھے پر رکھ دیا اور اُن کو رخصت کیا۔ مولوی صاحب رومال سنبھال کر اُٹھے تو اس کے ایک کونے میں کچھ نقدی بندھی ہوئی تھی جو مولوی صاحب کا آمد و رفت کا کرایہ تھا۔

ماسٹر محمد احسان صاحب مرحوم بانی پیکو آرٹ پریس، حافظ عبد الرزاق اور ایک ہندو دوست کے ہمراہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماسٹر صاحب ایک اعتقادی مسئلہ میں اُلجھے ہوئے تھے اِس کے حل کے متمنی تھے اور ہندو دوست

Marfat.com

سوچتے تھے کہ ماس کھانا چاہیئے یا نہیں۔

پہلی ملاقات تھی حضرت قبلہؒ جب بالاخانے سے تشریف لائے تو حاضرین سے پرسشِ احوال کرتے اِن کے سامنے آ گئے۔ ماسٹر صاحب بوجہ رقیق القلبی زبان سے کچھ نہ کہہ سکے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ آپ نے تسلی آمیز لہجے میں فرمایا "تفسیر حقانی پڑھا کریں کہیں سے مل جائے گی۔" اُن دنوں تفسیر حقانی بآسانی دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ لاہور پہنچ کر اُن کو کافی تلاش کے بعد کتاب مل گئی اور اس کے مطالعہ سے اُن کے شکوک و شبہات جاتے رہے۔

ہندو بابو سے آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ منوسمرتی کا مطالعہ کرو۔ اِس نے منوسمرتی کا مطالعہ کیا تو اُس میں گوشت خوری کے متعلق سب کچھ لکھا تھا۔ سبحان اللہ کیا بے پایاں علم ہے کہ غیر مذاہب کے عقاید کی باتوں اور کتابوں کے حوالہ جات بھی بیان فرما دیے۔

اصلاحِ عقاید

حضرت قبلہؒ ہدایتِ خلق کے منصبِ جلیلہ پر فائز تھے۔ اُس زمانے میں سب سے بڑا فتنہ انگریزی تعلیم اور تہذیب کے اثراتِ بد تھے جن کی وجہ سے عوام الناس اور بالخصوص نوجوان طبقہ میں شعائر اسلامی سے بیگانگی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ حضرت قبلہؒ برملا انگریزی تہذیب کی تباہ کاریوں سے نوجوان نسل کو آگاہ کرتے اور اس کی پیروی سے باز رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ یہ خبر حکمرانوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ چنانچہ آپؒ کی نگرانی اور تفتیشِ احوال کے لیے سرکاری جاسوس مقرر ہو گئے۔ آپؒ نے فرمایا۔ "تم خواہ کتنی مدت یہاں پڑے رہو تمھیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کلمہ طیبہ کو ہم چھوڑنے سے رہے۔" آخر دوسرا شخص آیا تو آپؒ نے اُس سے دریافت کیا "تم تھانیدار ہو یا حوالدار؟" وہ شرمندہ ہو کر بولا۔ "جی

Marfat.com

حوالدار ہوں کیا کروں ملازمت ہے۔ جیسا حکم ہو کرنا پڑتا ہے“۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی نادم ہو کر واپس چلا گیا۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضرت قبلہ کے ہمراہ شاہ عالمی بازار لاہور سے گزر رہے تھے۔ حضرت قبلہ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ جب شاہ عالمی دروازہ کے اندر پری محل کے چوک میں آئے تو حضرت قبلہ رُک گئے۔ چہرہ مبارک کا رنگ سُرخ ہو گیا۔ بازار پر نظر ڈالتے ہوئے عصا پر زور دے کر فرمایا۔ ”یہ مکان کب نذرِ آتش ہوں گے“۔ تین مرتبہ بلند آواز سے یونہی ارشاد فرمایا۔ صوفی صاحب پریشان تھے کہ ہندوؤں کا گڑھ ہے کہیں کوئی فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو لیکن پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور کسی نے بات کرنے کی جرأت نہ کی۔ اس فرمان کے تیس بتیس سال بعد یعنی ۱۹۴۷ء میں یہ جگہ فرقہ وارانہ فسادات کا مرکز بن گئی اور سب مکانات اور دُکانات نذرِ آتش ہو گئیں۔ اب اُس جگہ پھر نئی عمارات تعمیر ہوئی ہیں۔ اللہ کے بندوں کی نظر سے ماضی یا مستقبل کی کوئی چیز چھپی نہیں ہوتی۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ قصور میں تشریف فرما تھے۔ چوہدری نبی بخش سکنہ ترن تارن پکے شرابی تھے اور ہر وقت نشہ میں چُور رہتے تھے۔ قصور میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شراب خوری سے توبہ کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ اُس وقت حضرت قبلہؒ کے ایک خاص خادم بھی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے بھی چوہدری نبی بخش کے حق میں سفارش کی۔ حضرت قبلہؒ نے نبی بخش کے کاندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر دو مرتبہ فرمایا:
”تو پی لیا کر ___ تو پی لیا کر“۔ چوہدری نبی بخش نے بیان کیا کہ اُسی وقت اُس کے دل

Marfat.com

میں شراب سے سخت نفرت پیدا ہوگئی اور پھر اس کی بو بھی اُن کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتی۔

تحصیل دار صاحب دیپال پور حضرت قبلہؒ کے معتقد تھے۔ حجرہ شاہ مقیم کے گدی نشین پیر عارف علی شاہ صاحب اور پیر سیّد علی شاہ صاحب حضرت قبلہؒ کے پاس تشریف لائے اور تحصیل دار صاحب مذکور کے نام ایک سفارشی رقعہ تحریر کرنے کی درخواست کی۔ آپؒ نے فرمایا کہ آپ کا منشا یہ ہے کہ بھائی کا حصہ بھی آپ کو مل جائے۔ مگر وہ رقعہ حاصل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر حضرت قبلہ نے رقعہ تحریر کر دیا کہ قرآن پاک کی رو سے اُن کا فیصلہ کر دیا جائے۔

شاہ صاحب نے باہر آ کر جب یہ الفاظ پڑھے تو مایوس ہوئے اور رقعہ تحصیل دار صاحب کو نہ پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاریخ مقررہ پر جب عدالت میں حاضر ہوئے تو تحصیل دار صاحب نے سب سے پہلا سوال یہی کیا۔ ”لائیں حضرت میاں صاحبؒ کا خط مجھے دے دیں۔ وہ خط کہاں ہے۔“ انھوں نے پس و پیش کی اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹالنا چاہا کیونکہ وہ تحریر اُن کے خلاف تھی۔ تحصیل دار صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد عین قرآن پاک کے مطابق فیصلہ سُنا دیا جس سے طرفین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہوئی۔

حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیّد نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بیساختہ فرمایا ” وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔ میری تمنا ہے کہ

Marfat.com

اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ نیاز حاصل کروں۔،، چنانچہ وہ حضرت قبلہؒ کی حاضری کے لیے شرق پور تشریف لائے اور بوقتِ روانگی حضرت قبلہؒ سے بلیٹھ پر بغرضِ حصولِ فیوض و برکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے۔

حضرت قبلہؒ کے خالہ زاد بھائی میاں سر محمد شفیع مرحوم ایک مرتبہ علامہ اقبالؒ کے ہمراہ درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ میاں صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی آمد کی اطلاع کی۔ حضور نے فرمایا،، میں نہیں جانتا تجھے یا تیرے ڈاکٹر کو۔،، سر شفیع اپنا سا منہ لے کر رہ گئے لیکن جلد ہی دریائے رحمت جوش میں آگیا اور اُن کو شرفِ باریابی حاصل ہوا۔ حضرتؒ نے اُن کے سامنے انگریزی معاشرت کی بھرپور مذمّت کی اور فرمایا کہ انگریزی تمدن اور معاشرت نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ اور اس کا اثر ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے اس نے ہمیں دین کا چھوڑا ہے نہ دُنیا کا۔ ہم نے جب سے اسے اپنایا ہے ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔،، واڑھی منڈانے پر اُن کو ٹوکا اور انگریزی طور طریقوں کی مذمّت فرمائی۔ علامہ جھٹ حضرت قبلہ سے معروض ہوئے۔ ،، بے شک حضرتؒ کو گناہوں سے نفرت ہونی چاہیئے مگر گناہ گار سے نہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم شفیع المذنبین ہیں۔،، اُن کا یہ کہنا تھا کہ حضرت دھیمے پڑ گئے۔ آقائے دو جہاںؐ کے نام نامی اور ذکرِ خیر سُن کر سب جوش و خروش جو محض غیرتِ دینِ مبین تھی۔ ٹھنڈا پڑ گیا علامہ صاحب مرحوم کی خاطر تواضع کی اور خوشی خوشی اُن کو رخصت کیا۔

ایک دن ملک مہدی زمان خان ڈپٹی کمشنر گجرات حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضورؒ نے مجھے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا تھا۔ وہاں

گیا تھا مگر تشنگی پھر حضورؒ کے پاس کھینچ لائی ہے۔ مکان شریف بھی حاضری دی تھی۔ وہاں کچھ سکونِ قلب حاصل ہوا تھا۔ قرآنِ پاک کی تلاوت میں کبھی ناغہ ہو جاتا ہے۔ حضرت دُعا فرمائیں کہ ناغہ نہ ہو۔"

حضرت نے فرمایا: "کسی کام کے لیے جب کمشنر آپ کو حکم بھیجتا ہے تو آپ تعمیل کرتے ہیں یا اسے دعا کے لیے لکھتے ہیں۔ افسوس اس وقت تو خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔"

دوپہر کے وقت اُن کیلیے دستر خوان بچھایا گیا۔ وہ کھانا کھانے کے لیے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا: "اس طرح تو شدّاد، ہامان اور فرعون بیٹھتے تھے۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ اس لیے ہم مسلمانوں کو اس طرح بیٹھنا چاہیئے کہ جس طرح ہمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ ہمیں بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اور دائیں گھٹنے کو کھڑا کر کے کھانے کے لیے بیٹھنا چاہیئے۔ اسلام ادب سکھاتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں تکبر آ گیا ہے۔"

بیشک ؎ آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

خدمتِ انسانیت

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شرقپور شریف میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ایک شخص اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر چل بسا۔ لوگ اُس کی میت چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سب ڈرتے تھے کہ کہیں وہ خود اِس مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میت کس مپرسی کے عالم میں دیر تک پڑی رہی۔ حضرت قبلہؒ کو خبر ملی تو ایک خادم کو ہمراہ لے کر اُس مکان میں پہنچ گئے اور میت کو لے کر ایک قریبی مسجد کی طرف بڑھے تو لوگوں نے مسجد کے کنوئیں پر میت

کو غسل دینے سے روک دیا۔ آپ میت کو لے کر ایک اور کنوئیں پر گئے۔ وہاں بھی لوگوں نے رکاوٹ ڈالی۔ آخر آپ نے کنوئیں سے دُور ایک کھیت میں میّت کو رکھ کر وہاں اسے غسل دیا۔ گھڑوں میں پانی بھر بھر کر لے جاتے رہے اور خود ہی اُس کی تدفین کا انتظام کیا۔ انسانی ہمدردی کا یہ جذبہ خاصانِ خُدا میں ہی نظر آتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہؒ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے مسجد کی تعمیر مکمل ہی ہوئی تھی حاجی عبدالرحمٰن پاس ہی تھے۔ اُن سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا۔ "کچھ دیکھا ہے" وہ اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر بولے: "جی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "ابھی دیکھ لو گے" چند منٹ کے بعد حاجی صاحب بول اُٹھے: "جی ہاں دیکھ لیا ہے۔" فرمایا: "کیا" بولے: یہی کہ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔" سبحان اللہ مسجد کی تعمیر دیکھنے کے لیے کس شان کے بزرگ کا فیضان آیا۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا: "ایک وقت ایسا تھا کہ دُنیا مجھے ایک تھالی کی مانند معلوم ہوتی تھی۔"

نیز ایک بار یہ بھی فرمایا کہ:

"میں ایک دفعہ شاہی مسجد لاہور گیا تو وہاں ایسے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آگیا ہے اور میں نے اس کا طواف کیا ہے۔"

وفات

عمر کے آخری ایام میں حضرت قبلہؒ کی صحت بہت کمزور ہو گئی تھی حتیٰ کہ اُٹھنے بیٹھنے میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی۔ رحلت سے چند ماہ قبل تو جمعہ کی نماز کے لیے بھی مسجد میں جانا دُشوار ہو گیا تھا۔ عقیدت مند اور احباب دُور دُور سے نمازِ جمعہ کی برکات میں شامل ہونے کے لیے آتے تھے اور زیارت

Marfat.com

سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون حاصل کرتے تھے لیکن اب انھیں اس شرف سے بھی محرومی ہونے لگی تھی۔ مرض شدّت اختیار کر گئی تو مخلص احباب کے مشورہ کے مطابق تبدیلی آب و ہوا کے لیے کشمیر کا سفر اختیار کیا۔ چند ہی دنوں میں طبیعت اُکتا گئی اور واپس لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور کے تمام ڈاکٹروں اور حکیموں نے تپِ محرقہ تشخیص کیا لیکن علاج معالجہ سے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ چند دنوں کے بعد حضرت قبلہؒ لاہور سے شرق پور تشریف لے آئے۔ کہتے ہیں کہ رحلت سے دو ہفتے پہلے اُردو زبان میں گفت گو فرمانے لگے اور نماز اشاروں سے ہی ادا کرتے تھے۔ وصال سے چند یوم پیشتر اپنے چھوٹے بھائی حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بُلایا اور حضرت سیّد نور الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور بابا عبد اللہؒ فیروزپوری کی موجودگی میں وصیّت فرمائی۔

"گھبرانا نہیں۔ مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔ جمعہ کی نماز خود پڑھانا باقی نمازوں اور مسجد کا اہتمام قاری ابراہیمؒ اور حاجی عبدالرحمٰنؒ کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ وقتاً فوقتاً اور نمازیں بھی مسجد میں پڑھانا۔"

انہی ایّام میں آپ عصا کے سہارے سے زنان خانہ میں تشریف لے گئے اور سب کو پیار کیا اور الوداع کہتے ہوئے فرمایا:

"اب میں ڈوہراں والا جانا چاہتا ہوں۔"

۳۔ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۰۔ اگست ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ آپؒ نے اس عالم ناپائیدار سے رختِ سفر باندھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے حضرت قبلہؒ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ بوقت رحلت آپ کی عمر پینسٹھ

Marfat.com

برس تھی۔ آپ کو قبرستان ڈوہراں والا میں دفن کیا گیا۔ حضرت قبلہؒ نے خود اپنی قبر کے لیے زمین کے اس ٹکڑے کو پسند فرمایا تھا۔ یہ پاک قطعۂ زمین اب انوارِ الٰہیہ کا مرکز اور فیض کا سرچشمہ ہے۔

خلفائے کرام

حضرت اعلیٰ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیض کا یہ عالم تھا کہ طالبانِ راہِ حق دور و نزدیک سے کشاں کشاں چلے آتے تھے آپ سب کو سیراب کرتے چلے جاتے تھے۔ جو شخص بھی دین کی طلب میں یا دُنیا کی غرض سے درِ دولت پر حاضر ہوا محروم نہ لوٹا۔ سب کے ظاہر و باطن کو کتاب وسُنّت کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرماتے رہے۔ یہ حضورؒ کا ہی کمال ہے کہ جو شخص بھی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس پر آپ کی نظرِ عنایت پڑی تو کایا پلٹ کر رکھ دی۔ دینِ حق کی پیروی کا جذبہ اور اللہ اور اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت اُس کے دل میں بھر دی۔ آپ کے ملنے والے اپنے چہرے کے نُور، اوضاع و اطوار اور لباس کی پاکیزگی سے فوراً پہچانے جاتے۔ آپؒ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا۔ لاکھوں بندگانِ خُدا نے اِس چشمۂ معرفت سے فیض حاصل کر کے دولتِ دوجہاں حاصل کی۔ آپؒ کے متوسلین نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیضان حاصل کیا۔ پاک ہستیوں کے اِس انبوہِ کثیر میں بعض مقربین نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کے زہد و تقویٰ، عشق و محبّت اور منازلِ سلوک میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی وجہ سے آپؒ نے اُن کو خلقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی پر مامور فرمایا۔ ان باکمال ہستیوں نے آپؒ کے بعد آپؒ کی تعلیم اور طریقہ کو جاری رکھا۔ حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حقیقی جانشین اور خلیفہ مجاز تھے۔ اعلیٰ حضرت سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپؒ نے تیس برس تک انتہائی

خوش اسلوبی سے آستانۂ عالیہ شرقپور شریف کا انتظام چلایا اور عقیدتمندانِ دربار کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ آپؒ کے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل حضرات بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہؒ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ، المعروف حضرت کرماں والے

حضرت سیّد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کیلیاں والا ضلع گوجرانوالہ

حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بیربل شریف

حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مکان شریف

حضرت حاجی عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، قصور

مندرجہ بالا نامور اور باکمال ہستیوں کے علاوہ معرفت کے اِس نیرِ اعظم کے نور سے اور بھی کئی سینے منور ہوئے۔ جن کے ذکر کے لیے الگ دفتر مطلوب ہیں۔ اِنشاء اللہ پھر کسی وقت اُن کے احوال جمع کیے جائیں گے۔

اِس کتاب میں قطب دوراں، شاہبازِ ولایت حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات جامع جمیع کمالات تھی۔ کتاب کے مطالعہ سے قارئین کو اس کی ایک جھلک نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو یہ ذکر دل نشیں انداز میں بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اسے میری نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بنائیں۔

Marfat.com

زبدۃ العارفین ، قطب الاقطاب ،

سید محمد اسمٰعیل شاہ البخاری قدس سرہ العزیز

المعروف بہ حضرت کرمانوالے

سن ولادت : ۱۲۹۷ ہجری ——— وصال : ۲۷۔رمضان المبارک ۱۳۸۵ ہجری

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
اِلّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

Marfat.com

ولادت باسعادت و عہد طفلی

حضور رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب سادات اُچ شریف حضرت سید جلال الدین سُرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سندھ سے سرزمین پنجاب میں آئے اور مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے رہے۔ آپ کے بزرگوار جدِ امجد بالآخر تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروزپور کی حدود میں آکر آباد ہو گئے۔ آپ کے والد بزرگوار سید سید علی شاہ المعروف سید سکندر علی شاہؒ اپنی خاندانی وجاہت، نیکی اور پاک بازی کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں میں کافی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت سید سید علی شاہ بخاریؒ کے گھر کی چار دیواری اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک باسعادت بچے کی پیدائش سے مطلعِ انوار بننے والی تھی۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں اس وجودِ مسعود نے عالمِ شہود میں قدم رکھا۔ آپ کے جسدِ پاک کی شکل میں اُس نُور نے ظہور فرمایا جس کی روشنی سے ایک عالم منور ہونے والا تھا۔ آپ موضع کرموں والا ضلع فیروزپور میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے تھوڑے سے فاصلے پر ریت کے ٹیلوں میں واقع ہے اور شہر فیروزپور سے تقریباً پندرہ میل مشرق میں ہے۔ آپ کا سن ولادت ۱۲۹۷ھ یا ۱۲۹۸ھ ہے۔ سن عیسوی کے مطابق یہ مبارک سال ۱۸۸۰ء یا ۱۸۸۱ء تھا۔ آپ کا اسمِ مبارک محمد اسمٰعیل شاہ تجویز ہُوا۔

زمانۂ طفولیت سے ہی آپ کو لہو و لعب کی طرف رغبت نہ تھی۔ عام بچوں میں کھیلنا آپ کی عادت نہ تھی۔ آپ اپنے چچا سید قطب الدین شاہؒ سے زیادہ مانوس

تھے اور زیادہ وقت اُن کے پاس ہی گزارتے تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب کی طرز پر تعلیم شروع کرائی گئی۔ ایک مُتقی اور شریف الطبع اُستاد نے آپ کو بسم اللہ کرائی اور قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد آپ نے مروّجہ عربی فارسی کُتب کی تعلیم حاصل کی۔

حصُولِ علُومِ دینیہ

ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصُول کی طرف متوجہ ہُوئے۔ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلُوم اُن دِنوں تشنگانِ علمِ دین کے لیے ایک چشمۂ فیض تھا۔ آپ نے وہیں کا قصد کیا۔ بوقتِ رخصت آپ کے شفیق چچا نے فرمایا، "برخوردار! وہ علم حاصل کر کے آنا جس سے مخلوقِ خدا کو نفع پہنچے نہ کہ وہ علم جو خشک ہو اور صرف قیل و قال تک محدود ہو۔" چنانچہ ابتدا سے ہی آپ کے دِل میں علم اور عمل کی لگن پیدا ہو گئی۔ یہ بات آپ کے دِلنشیں ہو چکی تھی کہ علم وہی فائدہ مند ہے جس سے عملِ صالح کی راہیں ہموار ہوں۔

مدرسہ مظاہر العلُوم میں اُن دنوں مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے۔ وہاں سے تکمیلِ علم کی سند حاصل کر کے آپ نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالربؒ میں داخل ہو کر شیخ الحدیث مولانا عبدالعلی صاحب قاسمی جیسے متبحر عالم سے دورۂ حدیث ختم کیا۔

قیامِ دہلی کے دوران ایک موقع پر مدرسہ میں مجلسِ مذاکرہ منعقد ہوئی۔ ایسی مجلسیں اُس مدرسہ میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھیں۔ نو آموز طلبہ تقریروں کی مشق کیا کرتے تھے۔ آپ کے اساتذہ اور زیرِ تعلیم طلبہ کثیر تعداد میں شریکِ محفل تھے۔ علمی تقریریں ہو رہی

Marfat.com

تھیں۔ طلبہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ صدرِ مجلس نے آپ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا، "پنجابی! آپ بھی کچھ کہیں گے؟"

مشفق اُستاد کا اشارہ پاکر آپ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

آپ نے آیۂ مبارک:

"اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ"

تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر میں اُردو زبان میں ایسی تقریر دلپذیر کی کہ سب اساتذہ عش عش کر اُٹھے اور آپ کے ہم عصر ہندوستانی طلبہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ دُنیا کی بے ثباتی اور یادِ الٰہی کی اہمیت کو نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ اُس دن سے اساتذہ آپ کو عزت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

علومِ دین کی تحصیل کے لیے آپ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں بھی کچھ عرصہ زیرِ تعلیم رہے۔ شمالی ہندوستان میں یہ مدرسہ علومِ دین کا سرچشمہ تھا اور اُن دنوں جامع عالمگیری (بادشاہی مسجد) سے ملحق تھا۔ بڑے بڑے فاضل علماء یہاں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے تھے۔

منازلِ سلوک

جن دنوں آپ نے تکمیل علومِ ظاہری کی غرض سے سہارنپور اور دہلی کا عزم کیا، اُن ہی ایام میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فیروزپور شہر میں جلوہ افروز تھے۔ اُن کا شہرہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ سلسلۂ چشتیہ کے یہ بزرگ تشنگانِ راہِ حقیقت کو جامِ معرفت سے سیراب کر رہے تھے۔ آپ بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلۂ چشتیہ میں

Marfat.com

نسبت حاصل کی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد آپ سہارنپور چلے گئے۔

تحصیل علومِ ظاہری کے بعد آپ وطنِ مالوف موضع کرموں والا میں واپس آگئے۔ ایک چھوٹی سی مسجد میں چند طالب علم جمع کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر اب کچھ اور ہی لگن اور تڑپ ہر وقت بیقرار رکھتی تھی۔ دل میں علمِ باطن کے حصول کے لیے بے پناہ تشنگی پیدا ہو چکی تھی۔ وطن واپس آئے تو حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔

جلد ہی بخت نے یاوری کی اور مشائخ نقشبندیہ قدس اسرارھم کی ارواحِ طیبہ نے رہبری کی۔ اُن دِنوں شہر لاہور سے جنوب مغرب کی جانب قصبۂ شرقپور میں شبلیٔ دوراں، جنیدِ زماں، قدوۃ العارفین، زبدۃ الواصلین، محبوبِ حبیبِ ربّ العالمین حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے آفتاب عالم تاب بن کر آسمانِ طریقت پر چمک رہے تھے۔ توحید و رسالت کے پروانے دیوانہ وار اس شمعِ دل افروز کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ شمالی ہندوستان میں آپ کے تقویٰ اور علم و عرفان کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ چنانچہ جذبۂ شوق آپ کو بھی کشاں کشاں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں لے آیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت ملاقات دریافت فرمایا، "شاہ جی! کچھ علم بھی پڑھا ہے"؟ آپ نے عرض کیا "حضور پڑھا تو ہے لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا"۔ قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "اللہ کریم سمجھ بھی عطا فرما دیں گے"۔ اِس پہلی ہی ملاقات میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نسبتِ نقشبندیہ القار فرمائی اور دیر تک توجہ عالیہ سے مستفیض فرمایا۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "یہ فضلِ الٰہی ہے جسے چاہے عطا کرے"۔ شیخ کامل

Marfat.com

کی پہلی ہی نظرِ کیمیا اثر نے آپ کے دِل کی دُنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا ہ

یک لحظہ عنایتِ تو اے بندہ نواز　　　　بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

بعد ازاں آپ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں کئی بار حاضری دی اور جلدی جلدی منازلِ سلوک طے کرتے گئے۔ حتیٰ کہ شیخِ کامل نے مکمل طور پر اپنے رنگ میں رنگ دیا اور مسندِ ارشاد پر بٹھا دیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع فیروز پور اور اُس نواح سے آنے والے طالبانِ طریقت سے فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب (حضرت کرمانوالے) وہاں موجود ہیں۔ اُن سے مِل لیا کرو۔ ایک ہی بات ہے۔ اتنی دُور آنے کی کیا ضرورت ہے:

درخانۂ عشق سلطنت نیست　　　　جز درد و نیاز و مسکنت نیست
ہر کس کہ بود نیاز مند تر　　　　کارش زہمہ بود بلند تر

سال عیسوی ۱۹۴۵ء تک آپ موضع کرموں والا میں مقیم رہے۔ یہی مقام مرجعِ خاص و عام بنا رہا۔ اہل طلب کے لیے یہی کعبۂ مقصود تھا۔ اس آفتابِ ولایت کی روشنی دن بدن دُور دُور تک پھیلتی جا رہی تھی۔ اور لوگ جوق در جوق اُس آستانۂ عالیہ پر اکتسابِ فیض کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ طالبین کے احوال کی درستی اور اُن میں شریعت و سنّت کی پیروی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے آپ کی ہمّتِ باطنی کام کر رہی تھی۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی کثیر تعداد میں آتے اور فیضیاب ہوتے۔ ان میں سے بعض ہندو اور سکھ حضرات کو مَیں نے خود ذِکر و فکر میں مشغول، تہجد گزار اور صوم و صلوٰۃ کا پابند دیکھا۔ بعد میں یقیناً اُن کا ظاہری حجاب بھی اسی طرح دُور ہو گیا ہو گا جیسے کہ اُن کے باطنی حجاب ختم ہو چکے تھے۔

Marfat.com

پاکستان بننے سے دو سال پہلے ہی آپ اپنے آبائی گاؤں کر مونوالا کو چھوڑ کر فیروز پور چھاؤنی کے قریب موضع اچھے والا میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ دو سال کا عرصہ (یعنی ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان تک) آپ نے اسی موضع میں ایک کنوئیں پر چھوٹے سے خیمہ میں گزار دیا۔ یہ ترکِ علائق کی ایک منزل تھی۔ اس خیمے میں آپ کے بستر، کپڑوں کی گٹھڑی اور چند کتابوں کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اسی جگہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا، "مولوی صاحب! ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں مکانات قبلہ رُخ ہوں پاس ہی پکی سڑک ہو۔ ریلوے لائن ہو اور نہر ہو۔ سب ساتھ ساتھ ہوں تاکہ بیلیوں (دوستوں) کو آمد و رفت میں آرام رہے۔ وہاں سے ریل میں سوار ہو کر سیدھا مدینے شریف چلیں"۔ کسے معلوم تھا کہ آپ موجودہ دربار حضرت کرمانوالہ شریف کا نقشہ اپنی نظر کے سامنے رکھ کر زبانِ مبارک سے اسکی نشاندہی فرما رہے تھے اور مدینہ شریف جانے سے آپ کی کیا مراد تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ ہجرت کی سُنّت پر عمل کر کے قصور سے ہوتے ہوئے پاک پتن شریف پہنچے۔ ہمراہیوں کو عارف والا کے قریب ایک گاؤں چک نمبر ۵-۷ ای بی میں آباد کرنے کے بعد آپ ۱۹۵۰ء میں حضرت میاں صاحب حیدر کے عُرس مبارک کے موقع پر شرقپور شریف حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پہ آپ تقریباً تین ہفتے لاہور میں ہی مقیم رہے اور درگاہ مُبارک حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیتے رہے۔ یہیں سے آپ رُخصت ہو کر اوکاڑہ پہنچے اور ایک چھوٹے سے کوارٹر میں ڈیرہ لگا دیا۔ جب کچھ عرصہ بعد موضع ۵۶ ۲-۱ایل میں مکان مل گیا اور مزروعہ اراضی بھی مل گئی تو آپ نے اِس گاؤں میں مستقل رہائش اختیار فرما لی۔

Marfat.com

یہ گاؤں پکا چک آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے حضرت کرمانوالہ شریف بن گیا۔ یہیں اب رشد و ہدایت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا اور تشنگانِ جامِ وحدت اپنی پیاس بجھانے لگے۔ یہی مقام توحید و رسالت کے نور سے معمور ہو گیا۔ آپ تا دمِ آخر اسی جگہ قیام پذیر رہے حتیٰ کہ ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ اللہ کریم کی بے شمار رحمتیں آپ کی روحِ پاک پر نازل ہوں ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

حُلیۂ مبارک

ذکر و فکر اور مراقبہ و مجاہدہ بے شک روحانی ترقی کا موجب ہیں لیکن اپنے شیخ سے رابطہ قائم رکھنا قربِ الٰہی حاصل کرنے کے سب راستوں سے قریب کا راستہ ہے۔ آپ کا حُلیۂ مبارک اسی مقصد کے پیشِ نظر بیان کیا جاتا ہے کہ سالکانِ راہِ طریقت و حقیقت اُس کو وصول اِلی اللہ کا ذریعہ جان کر صاحبِ حُلیہ کی طرف راغب ہوں اور فیوض و برکات اس ذریعہ اور رابطہ سے حاصل کریں ع سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق

ترجمہ : رہبرِ کامل کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے۔

آپ کا رنگ گندمی اور قد متوسط تھا۔ جسمِ اطہر مائل بہ فربہی تھا۔ لیکن اتنا نہیں کہ تناسبِ اعضاء باقی نہ رہے۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور رخساروں اور پیشانی پر نور کی چمک تھی۔ آپ کشادہ ابرو تھے۔ آپ کے ابرو بصورتِ قوس منحنی اور باریک تھے۔ آپکی آنکھیں معرفتِ الٰہی کے نشے سے مست اور چمکدار تھیں۔ بینی مبارک بلند تھی۔ بائیں رخسار پر آنکھ کے گوشے سے قریب ایک بڑا مہاسہ تھا۔ آپ کا دہن مبارک نہ دراز تھا نہ کوتاہ

Marfat.com

دندانِ مبارک زمانہ جوانی میں خوشنما تھے۔ ریش مُبارک زیادہ گھنی نہ تھی جس کی لمبائی قدرتی طور پر ایک قبضہ پر رُک گئی تھی۔ آپ لبوں کے بال کٹواتے تھے۔ سر کے بال مبارک ریشم کی طرح نرم تھے۔ مہینے میں ایک بار مشین سے کٹوا دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی اُسترے سے بھی صاف کرواتے تھے۔ دونوں ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں اور انگلیاں باریک' پاؤں مبارک صاف اور تلوے نرم تھے۔ آپ کے پسینہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ حسنِ ملیح کے مالک تھے اور وجیہہ اور پُرشوکت نظر آتے تھے۔

لباس

آپ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ پانچ گز لمبائی کا سفید باریک ململ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ عمامہ کے نیچے پانچ کلیوں والی ململ یا چکن کی بنی ہوئی کلاہ نما ٹوپی ہوتی تھی۔ کُرتہ لمبا اور سفید پہنا کرتے تھے۔ جس کا چاک سامنے کی طرف ہوتا اور تین بٹن لگے ہوتے تھے۔ آستین کھُلے ہوتے تھے۔ بند بازوؤں والی یا کالر والی قمیض نہیں پہنتے تھے۔ متوسط موسم اور سردیوں میں کُرتے کے اوپر بند گلے کی لمبی صدری زیبِ تن فرماتے تھے۔ گرمیوں میں صدری استعمال میں نہیں لاتے تھے۔ آپ بنیان یا کُرتی نہیں پہنتے تھے۔ شدید سردی کے موسم میں گرم اونی یا روئی دار ٹوپی زیبِ سر فرمالیتے تھے۔ محفل ہو یا تنہائی آپ کبھی ننگے سر نہیں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو یا دن کو آرام کرتے وقت بھی سرِ مبارک پر ٹوپی موجود ہوتی۔ جب کبھی ٹوپی سر سے ذرا سرکتی اُسی وقت آپ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے پھر اسے درست فرمالیتے۔ ایک سفید بڑا رومال یا چارخانہ رومال یا ململ کا دوپٹہ ہر وقت ہمراہ رہتا۔ راستہ چلتے وقت یہ رومال بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ تہہ بند سفید لٹھے کا ہی پسند خاطر تھا۔ مَیں نے آپ کو پاجامہ یا شلوار پہنے کبھی نہیں دیکھا۔

Marfat.com

پاؤں مبارک میں ہمیشہ سادہ جوتا دیسی ساخت کا پہنتے جس کی نوک نہیں ہوتی تھی۔ انگریزی طرز کا جوتا کبھی آپ نے استعمال نہیں کیا۔ سیاہ رنگ کا جوتا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اِس لیے عموماً جوتے کا رنگ براؤن یا زرد ہوتا تھا۔ جراب یا موزہ بھی کسی موسم میں آپ نے نہیں پہنا۔ ہر روز فجر کی نماز کے بعد جوتے کا پاؤں بدل لیا کرتے تھے۔

خورونوش آپ غذا سادہ پسند فرماتے تھے۔ چھلنی میں چھانے بغیر گندم کے موٹے آٹے کی روٹی مرغوب تھی۔ جسے سالن کے ہمراہ استعمال فرماتے۔ لنگر میں پکنے والی دال اور کترا ہوا پیاز یا کوٹا ہوا پیاز اور سبز مرچ استعمال میں لے آتے تھے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ ضرور دھویا کرتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر کھانے کی ابتداء کرتے۔ گوشت یا سالن روٹی کے اوپر رکھ کر نہیں کھاتے تھے۔ لقمے چھوٹے ہوتے تھے اور خوب چبا کر تناول فرماتے۔ کدو اور کریلہ پسند فرماتے تھے۔ چائے پینے کی عادت نہ تھی بلکہ کلّی اجتناب تھا۔ میٹھے کھانوں یا مٹھائی سے بھی رغبت نہ تھی۔ گائے کا تازہ دودھ نمازِ فجر کے بعد اور پھر نمازِ عصر کے بعد نوش فرماتے اُس کے ہمراہ اسبغول کا چھلکا بھی پھانکتے۔ دُودھ میں میٹھا نہیں ملاتے تھے۔ ہر موسم کے پھل کبھی کبھی استعمال فرما لیا کرتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوتے اور منہ میں انگلی پھیر کر کلّی کرتے تھے۔ دانتوں میں خلال بڑے اہتمام سے کیا کرتے تھے تولیہ یا رومال سے ہاتھ صاف کرنے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ کَسَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

بعض اوقات ان کلمات کا بھی اضافہ فرماتے: مِنْ اُمَّةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاہِرِیۡنَ۔ بعدازاں خلال استعمال فرماتے۔ خلال کبھی ہاتھ دھوتے وقت بھی استعمال فرماتے۔

رمضان شریف میں عموماً آپ دُودھ سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ سحری آخری وقت میں اور افطاری اوّل وقت پر کرتے۔ رمضان المبارک میں کھانا بہت تھوڑا کھایا کرتے۔ سحری اور افطاری کی دُعائیں بلند آواز سے پڑھتے۔ افطاری سے پہلے کافی دیر تک خاموشی سے دُعائیں پڑھا کرتے تھے۔ عام ایام میں آپ دن رات میں دو دفعہ کھانا تناول فرماتے۔ صبح کا کھانا عموماً دوپہر سے دو گھڑی پہلے کھا لیتے۔ رات کا کھانا نمازِ عشاء سے پہلے کھایا کرتے تھے۔

معمولات و عبادات

پچھلی رات بیدار ہوتے ہی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھتے۔ تھوڑی دیر سستانے کے بعد آپ پھر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھتے ہوئے بستر سے اُٹھتے اور بیتُ الخلا کا رُخ کرتے۔ اندر داخل ہوتے وقت بایاں قدم پہلے رکھتے اور باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے باہر لاتے۔ پھر وضو کرتے۔ وضو کرتے وقت تمام اعضاء کو اچھی طرح دھوتے اور دعائیں پڑھتے جاتے۔ بوقتِ ضرورت تیمّم مٹی کی کچی اینٹ یا پتھر کے ٹکڑے پر دونوں ہاتھ مار کر روئے مبارک پر اور پھر دوسری دفعہ اینٹ یا پتھر پر ہاتھ مار کر دائیں اور بائیں بازو پر مسح فرماتے۔

تہجد کے بارہ نفل دو دو رکعت سے ادا کرنے کے بعد بڑے انہماک اور ذوق سے درود شریف تسبیح کے دانوں پر پڑھتے۔ تسبیح مبارک لکڑی کے پانچ سو باریک دانوں کی تھی۔ قبلہ رخ دو زانو بیٹھ کر انتہائی محویّت اور حضورِ قلب سے

Marfat.com

دُرود شریف پڑھتے ۔ فراغت کے بعد اکثر سجدہ ہائے شوق و عجز میں مصروف ہو جاتے اور کئی کئی طویل و قصیر سجدے بیک وقت کرتے چلے جاتے ۔ اس وقت ایک قسم کا وجد و کیف آپ پر طاری ہوتا تھا ۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگتے جو کافی دیر تک جاری رہتی ۔

صبح صادق ہونے پر مؤذن اذان کہتا تو آپ سنبھل کر بیٹھ جاتے ۔ ساتھ ساتھ کلماتِ اذان دُہراتے جاتے ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی آواز پر احترام کے ساتھ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چُوم کر آنکھوں پر لگاتے اور پڑھتے : قُرَّةُ عَيْنَايَ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ پڑھا کرتے تھے ۔ اذان کے خاتمہ پر دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مسنونہ پڑھا کرتے تھے ۔ صبح کی روشنی کُھل جاتی تو دو سنّتیں ادا کرتے اور پھر کچھ وقفہ کے بعد نمازِ فجر باجماعت ادا کرتے ۔ نماز میں آپ عموماً صف کے ایک سرے پر ہوتے ۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھتے اور دُعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔

نماز کے بعد سفید لمبی چادریں بچھا دی جاتیں اور اُن پر کھجور کی گٹھلیوں کے شمارے بکھیر دیے جاتے پھر اُس چادر کے دونوں جانب دو زانو بیٹھ کر سب حاضرین درود شریف :

"صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمْ" پڑھتے ۔

اختتام پر ہاتھ اُٹھا کر آپ ایک سرے پر بیٹھے ہُوئے یہ دُعا پڑھتے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ

Marfat.com

وَسَلِّمْ۔ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی مَلٰئِکَتِكَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ عَلٰی عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ وَ عَلٰی اَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِیْنَ وَارْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○ اَللّٰهُمَّ یَارَبِّ بِجَاهِ نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی وَحَبِیْبِكَ الْمُرْتَضٰی طَهِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ كُلِّ وَصْفٍ یُّبَاعِدُنَا عَنْ مُّشَاهِدَتِكَ وَ مَحَبَّتِكَ وَاَمِتْنَا عَلَی السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ وَ الشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِكَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ ○

خدایا بدہ شوقِ ذاتِ رسول — بدردِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرا کن قبول
شب و روز در عشقِ حضرت بدار — ہمہ عمر در وصلِ احمد گزار
حیاتی مماتی ہمہ وقت ما — عطا کن وصالِ مرا مصطفٰے
نداریم غیر از تو فریاد رس — توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار مارا ز راہِ خطا — خطا در گزار و صوابم نما

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
ز مہجوری برآمد جانِ عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم
تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے — کُنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے
ہمہ انبیا در پناہِ تو اند — مقیم درِ بارگاہِ تو اند
تو مہرِ منیری ہمہ اختر اند — تو سلطانِ ملکی ہمہ چاکر اند

وَكُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّیْ — عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْكَمَالِ

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا — ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما
وز برائے حضرت خواجہ امیر الدین ولی — آنکہ چوں خضر است پیرِ کاملِ مردِ جلی
وز برائے حضرت شیر محمد بدرِ عید — آنکہ از تیغِ محبت کرد بسمل ہر کہ دید

نوٹ: مؤلفِ کتاب ہٰذا نے مندرجہ ذیل دو اشعار کی منظوری حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے حینِ حیات میں ہی لے لی تھی اور بندہ یہ اشعار بھی اب اس دُعا میں اضافہ کرتا ہے:

وز برائے خواجۂ ما سید اسمٰعیل شاہ — در دو عالم ہست ذاتِ پاکِ اُو مارا پناہ
نورِ چشمِ مُصطفٰےؐ و سیّدِ عالی مقام — می نوازد خلق را از لُطفِ خاص و فیضِ عام

ظاہر باطن ہو برائے خدا — چاہیں خُدا سے نہ سوائے خدا
دیدہ بینا ہو ہر اک موئے تن — محوِ تجلّیٰ رہے رُوح و بدن
اے مرے مولا مرے والی و لی — کر عطا مجھ کو بہ طفیلِ نبیؐ
اور جو مُسلمان ہیں بھائی مرے — اِن کو تو فضل سے اپنے رتبہ دے

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ اَنْبِيَآءِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ حَمَلَةِ عَرْشِهٖ وَجَمِيْعِ اُمَّتِهٖ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَ شَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اس وقت حاضرین پر عجیب کیف و مستی کا عالم طاری ہوتا تھا۔ کوئی شخص دورانِ دعا یا اختتام پر اونچی آواز سے آمین نہیں کہتا تھا۔

قیامِ حضرت کرمانوالا شریف کے دوران یہ دُعا اکثر اوقات فقیر مؤلف ہی پڑھا کرتا تھا۔

پھر آپ تخلیہ میں تشریف لے جاتے اور دن چڑھے تک وظائف میں مشغول رہتے۔ طلوعِ آفتاب کے بعد نہایت خشوع و خضوع سے قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، غسل سے فارغ ہو کر استنجا کے بعد تازہ وضو یا نیا تیمم کرتے اور

Marfat.com

یارانِ طریقت وحاضرین سے ملتے۔ سب حاضرین صفوں میں دوزانو بیٹھ جاتے اور آپ بھی ایک مقام پر تشریف فرما ہوتے۔ آنے والوں کی باتیں غور اور توجہ سے سُنتے اور سب کے لیے حسبِ حال دُعا فرماتے۔ اسی دوران قرآن کریم کی تفسیر یا احادیثِ مبارکہ کا بیان ہوتا۔ بعض شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالتے۔ اولیاء اللہ اور صلحائے اُمت کا نہایت دلنشیں انداز میں ذکر فرماتے۔ سیاسی اور دُنیاوی باتوں کے تذکرے نہیں ہوتے تھے۔ کبھی ضمناً کوئی ذکر آجائے تو اس پر بھی مذہبی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالتے۔ جس خوش نصیب کو حلقۂ غلامی میں قبول کرنا ہوتا تھا۔ اسے اسمِ ذات کے تصوّر اور ذکر کی تلقین فرماتے۔ اوراد و وظائف اور تہجد کے نفلوں اور درود شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرماتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر احباب سے ملاقات ہوتی اور حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے۔ عصر کی چار سنتیں ہمیشہ ادا کرتے، اس کے بعد مغرب تک عموماً تخلیہ فرماتے۔ لیکن بعد میں اس دوران میں بھی آنے جانے والوں سے ملنے میں تامّل نہیں فرماتے تھے۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد سب حاضرین اسی طرح صفوں میں دوزانو بیٹھے ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے اور آپ بھی ایک جانب تشریف فرما ہوتے۔ آپ خود دُعا فرماتے یا کوئی اور صاحب جن کو اجازت ہوتی تھی دُعا پڑھتے۔ اس سے تھوڑی دیر بعد دسترخوان بچھ جاتا۔ کوئی شخص باوضو بھی ہوتا مگر کھانے کے لیے ہاتھ دھونے کا سب کو یکساں حُکم تھا۔ دسترخوان پر بیٹھتے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کرکے اور بایاں لٹا کر بیٹھنے کا حُکم تھا۔ سب مل کر اکٹھا کھانا کھاتے۔ بعض علماء اور رؤسا کے لیے حسب مراتب الگ بھی کھانے کا انتظام ہوتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب مل کر دُعا مانگتے اور ہاتھ

Marfat.com

دھو کر کُلی کرتے ۔ عشاء کے بعد عموماً آپ تخلیہ فرماتے اور وتر اوّل شب ہی ادا فرماتے۔

جمعہ مبارک کے دن آپ بعض باتوں کا خاص اہتمام فرماتے تاکہ اُس دن کی عظمت سب پر واضح ہو جائے ۔ وظائف سے فارغ ہو کر احباب سے مختصر ملاقات کے بعد آپ حجامت بنواتے لبوں کے بال قینچی سے کٹواتے ۔ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن اِس طرح کٹواتے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی سے ابتداء کر کے چھنگلی پر ختم کرتے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرتے ۔ سب سے آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن اترواتے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔

پھر آپ غسل خانہ میں تشریف لے جاتے اور غسل کرتے وقت موسم کے مطابق وافر مقدار میں گرم یا تازہ پانی استعمال فرماتے ۔ غسل خانہ کے اندر ہی اُجلا اور پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے اور وضو کر کے باہر تشریف لاتے ۔ پہلے دایاں پاؤں باہر رکھتے پھر بایاں ۔ پاکیزگی اور نفاست کا یہاں تک خیال ہوتا تھا کہ دستِ مبارک سے تہ بند کا گوشہ پکڑ کر دروازہ بند کرتے ، گیلا ہاتھ کنڈے یا دستی کو نہ لگاتے ۔ پھر آپ بیٹھ کر آئینہ سامنے رکھ کر ریش مُبارک میں شانہ کرتے ۔ شانہ دائیں جانب سے شروع فرماتے ۔ سُرمہ اور عطر لگاتے اور اس طرح نمازِ جُمعہ کی تیاری مکمل ہو جاتی۔

نمازِ جُمعہ میں آپ منبر کے اوپر بیٹھ کر خُطبہ پڑھتے اور وعظ و تلقین فرماتے ۔ اوائل میں کرمُو نوالا ضلع فیروز پور میں آپ زمین پر کھڑے ہو کر طویل خطبے دیا کرتے تھے ۔ خطبوں کے دوران معارف و اسرار کی بارش ہوا کرتی ۔ وعظ مبارک عام فہم پنجابی زبان میں ہوتا جس میں شاذ و نادر ہی کوئی شعر پڑھا کرتے تھے اور وہ بھی بغیر ترنم کے ۔

ایک دفعہ جمعہ مبارک کے وعظ کے دوران فرمایا :

" ـــــ بیلیو ! میریاں گلاں غور نال سنو ـ میریاں گلاں ساڈیاں ساڈیاں

پنجابی زبان وِچ ہُندیاں نے۔ پر نہ جانیے اِنہاں نوں کوئی عارف ای
وِرلا اِی سمجھ سکدا ہووے"۔

اوّل وقت پر تمام نمازوں کی ادائیگی کا بہت اہتمام فرماتے اور اکثر اوقات صفیں بچھاتے وقت خود ساتھ امداد فرماتے۔ اس کے باوجود جب نمازی جماعت کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نمازیوں کے مونڈھے پکڑ کر صفیں درست کرتے۔ قیامِ نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان پانچ انگشت کا فاصلہ رکھنے کی تاکید فرماتے۔ رکوع وسجود میں تسبیحین زیرِ لب پڑھنے کی تاکید ہوتی تھی۔ ہر نمازی کو خواہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر رہا ہو آپ نہایت خاموشی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ تاآنکہ ساتھ والے آدمی کو بھی آواز سنائی نہ دے۔ پہلی صف میں صرف وہ نمازی کھڑے ہوتے جن کی ڈاڑھی شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔ ڈاڑھی منڈوانے والے اور کتروانے والے اگلی صف میں نہیں کھڑے ہو سکتے تھے۔

کرموں والا (ضلع فیروزپور) میں سکونت کے ایام میں آپ خود بھی کبھی کبھی عصر کی نماز میں امامت فرماتے مگر وہاں عموماً ایک صاحبِ نسبت اور صاحبِ حال بزرگ المعروف میاں بالا رحمۃ اللہ علیہ (جو آپ کے مریدانِ با اخلاص میں سے ایک باکمال فرد تھے۔) امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ موجودہ دربار شریف کے قیام کے دوران مختلف اصحاب امامت کرتے رہے ہیں۔

اخلاقِ کریمانہ

آپ نہایت خوش خُلق اور خوش ذوق تھے۔ اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ کے مالک تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کے علاوہ دیگر حضرات جو خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتے، سب سے نہایت خندہ پیشانی

Marfat.com

سے پیش آتے۔ ویسے یہ ایک قدرتی امر تھا کہ سب حاضرینِ مجلس پر آپ کی ذاتِ مبارک کی ایک ہیبت اور رعب ساطاری ہوتا تھا جس کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ بعض قلبی اور روحانی بیمار جن کی باطنی حالت اِصلاح طلب ہوتی تھی جب محفلِ مبارک میں آجاتے تو آپ پر جلالی رنگ غالب ہوتا تھا۔ اس طرح اُس شخص پر ہیبت اور رقت طاری ہوکر اس کی اصلاح کا کام آسان ہوجاتا تھا۔ بالعموم آپ جمالیات کا مرقّع تھے۔

نمود و نمائش اور ریا سے سخت نفرت تھی۔ حاضرین میں بھی اگر کوئی شخص ان امراضِ باطنی کا شکار ہوتا تو آپ پوری توجہ کے ساتھ اس کی اصلاح کا خیال فرماتے دست بوسی کرنا یا پاؤں کو چھُونا سخت ناپسند تھا حتیٰ کہ رسمی مصافحہ کے شائقین کو سمجھانے کے لیے آپ کبھی فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہر انسان کے دل میں سب سے زیادہ ماں کی محبت ہوتی ہے مگر یہ بتلاؤ کہ گھر میں آتے جاتے وقت ماں سے کتنی دفعہ مصافحہ کیا جاتا ہے۔

محبت اور احترام دل سے ہوتا ہے۔ دل محبت سے لبریز ہونا چاہیے۔"

ویسے آپ مصافحہ کے خلاف نہ تھے۔ مجلس میں آپ کی تشریف آوری پر اگر کوئی شخص تعظیماً اُٹھنے کا قصد کرتا تو آپ روک دیتے۔ کسی کو اُٹھ کر کھڑا ہونے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ رخصت کرتے وقت محبت اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ محبت بھرے الفاظ زبانِ مبارک پر ہوتے:

" ایسا کہنا تو نہیں چاہیے کہ جاؤ۔ اچھا خراماں خراماں جائیں۔ اَللّٰہُ حَافِظُنَا

Marfat.com

وَحَافِظُکُمْ فِیْ کُلِّ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا ط"

پیدل سفر کے دوران ایک ہمراہی اپنے ساتھ رکھتے اور باقی ساتھیوں کو آگے یا پیچھے کچھ فاصلے پر چلنے کا حکم ہوتا تاکہ جلوس اور نمود و نمایش کی شکل نہ بنے۔ ساتھ چلنے والے شخص کو اپنی دائیں جانب لے کر چلتے۔ آپ ہر موقع پر سفر و حضر میں تسبیح کی نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔

مجلس میں حاضر ہونے والوں کی عرضداشتیں سنتے جاتے اور دُعا فرماتے جاتے۔ آپ کے فیضانِ نظر سے لاعلاج مریض شفایاب ہو جاتے اور مشکلات میں گھرے ہوئے لوگ مشکلات سے نجات پاتے۔ دُعا کرنے میں آپ ذرا بخل نہیں کرتے تھے۔ لبوں پر عموماً یہ دعائیہ کلمہ ہوتا تھا۔ "اللہ فضل کرے"۔ دنیاوی امور کے لیے دُعا کی غرض سے حاضر ہونے والے اگر سچی بات بیان کر دیتے تو آپ دُعا فرمانے میں دیر نہ کرتے چونکہ آپ کے کشف کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی اس لیے غلط بیانی کرنے والوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے فقیر سے کئی دفعہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے حالات کی جستجو اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے۔ سچی بات بتانے سے اقرارِ گناہ کی شکل پیدا ہوتی ہے اور اقرارِ گناہ میں توبہ کا پہلو ہے۔ پس جب بات توبہ تک آجاتی ہے تو رحمتِ حق جوش میں آجاتی ہے۔ مولا کریم غفور الرحیم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

Marfat.com

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ عموماً قرض، مرض یا غرض لے کر آتے ہیں۔ یعنی دنیاوی مقاصد لے کر آتے ہیں۔ اللہ اللہ سیکھنے والا اور ذکر فکر کا شوق رکھنے والا تو کوئی ہی آتا ہے میں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے بیٹھا ہوں۔

آپ کی مجلس میں سب لوگ دوزانو بیٹھتے تھے۔ صرف بعض بیماروں کو رخصت ہوتی تھی۔ آپ خود بھی دوزانو ہی بیٹھا کرتے تھے۔ ضعیفی کے زمانے میں آپ زمین یا چارپائی پر اس صورت میں لیٹتے کہ سرِ مبارک قبلہ کی جانب اور پاؤں مشرق کی جانب ہوتے۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر آپ کبھی نہیں لیٹے اور نہ ہی گھٹنے کھڑے کر کے۔ کعبۃ اللہ کی جانب پشت کرنا ناپسند فرماتے۔ شعائر اللہ کی تعظیم بدرجہ اتم فرماتے۔ غیر جاندار اور غیر مکلف اشیاء مثلاً جاروب۔ لوٹا۔ جوتا۔ درانتی وغیرہ کو بھی قبلہ رُخ رکھنا سکھاتے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ ہر ذی شعور انسان بھی اپنا رُخ مالکِ حقیقی کی طرف ہی موڑ لے۔ اصحابِ ذکر و فکر اور متبعینِ سنّت کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرماتے۔ ہر چیز میں طاق عدد کو پسند فرماتے۔ اَللّٰہُ وِتْرٌ وَّیُحِبُّ الْوِتْرَ۔

باوجود کشف کے آپ نام لے کر کسی کی اصلاح نہ فرماتے۔ بلکہ سترِ احوال کا خیال رکھتے اور عمومی رنگ میں کسی کی لغزش یا خامی کا تذکرہ کر کے اس کے ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ اِصلاح میں بڑی کوشش فرماتے۔ آپ کے

Marfat.com

فیضانِ صحبت سے دِلوں سے غفلت کے پردے اُٹھ جاتے اور ذکر و فکر میں مشغولیت حاصل ہوجاتی تھی۔ لوگ ذکرِ خفی کی تاثیر سے سرشار اور مسحور ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض کی زبان سے بے اختیار ھُوْ کا نعرہ نکل جاتا تو آپ فرماتے:

"بات تو یہ ہے کہ آدمی سمندر پی جائے اور لب خشک ہی رہیں"۔

آپ پردۂ نسواں کے سخت پابند تھے۔ کبھی کوئی عورت آپ کی مجلسِ مبارک میں نہیں آسکتی تھی بلکہ پانچ چھ سال کی بچیوں کے آنے کی بھی ممانعت تھی۔ آپ نے اگر کسی وقت زنان خانہ میں جانا ہوتا تو پردے کا اہتمام ہو جاتا۔ محرم مستورات کے سوا کوئی عورت آپ کے روبرو نہیں آتی تھی۔ بچوں سے آپ شفقت سے پیش آتے اور بچوں کو انواع و اقسام کی اشیاء کھانے کے لیے دیتے۔ اُن سے محبت اور پیار کی باتیں کرتے۔ اُن کے سر اور پُشت پر دستِ شفقت پھیرتے۔ بچے بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ انسان تو کیا حیوانوں اور پرندوں سے بھی آپ ایسی نرمی سے پیش آتے کہ وہ بھی آپ سے بے حد مانوس ہو جاتے۔ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور لڑکے کا نام پُوچھا جاتا تو آپ نام تجویز فرماتے بالعموم نصر اللہ، فتح اللہ، لطف اللہ، انعام اللہ، عزیز اللہ وغیرہ تجویز ہوتے۔

آپ نہایت نفاست پسند اور راست رو تھے۔ کسی امر میں ذرا سی کجی بھی آپ کی طبیعت پر ناگوار گزرتی تھی۔ مسجد کی صفیں ہوں یا کھیتوں کے راستے یا حد بندی۔ کاغذ کی تراش ہو یا کاغذ پر کوئی لکیر، ہر چیز میں ذرا سا ترچھا پن بھی برداشت نہیں فرماتے

Marfat.com

تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ اپنے عقید تمندوں کے احوال کی درستی کی جانب متوجہ رہتے۔ شریعتِ مطہرہ یا سنّتِ سنیہ سے انحراف یا روگردانی آپ برداشت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت آپ کو حاصل تھا اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔ آپ ہمیشہ اس امر کے متمنّی تھے کہ آپ کے عقیدت مند اور متوسلین دین اور دنیا میں اعلیٰ مدارج پر پہنچیں۔ آپ نے فرمایا کہ دُنیا اور اُس کا مال و دولت بُری چیزیں نہیں ہیں اُن کا ناجائز مصرف اُن کو بُرا بناتا ہے۔ مال کی محبت بُری چیز ہے۔ مال و دولت حاصل کر کے نیک کاموں پر خرچ کرنا بُرا نہیں۔ دُنیا کی دولت ایک خوشنما سانپ کی مانند ہے۔ جو شخص اِس سانپ کا منتر جانتا ہے وہ اِسے قابو میں رکھتا ہے ورنہ اس کا زہر ہلاک کر دیتا ہے۔

احوال و ارشاداتِ عالیہ

آپ نے جب اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق متلاشیانِ حق کو راہِ ہدایت کی دعوت دینی شروع کی اور نسبتِ نقشبندیہ کو پھیلانا شروع کیا تو آپ جس شخص کو ذکر کی تلقین فرماتے اور ورد و وظائف پڑھنے کے لیے بتلاتے، اُس کا فوری اثر اس شخص میں ظاہر ہوتا اور اس کی دُنیا ہی بدل جاتی۔ ابتداء میں بعض اوقات آپ کی توجہ کا اِتنا گہرا اثر ہوتا تھا کہ لوگ بے قرار ہو جاتے اور جوش و خروش میں نعرے لگاتے اور بعض لوگ کنوؤں میں چھلانگ تک لگا دیتے تھے۔ کرموں والا ضلع فیروز پور میں ایک شخص سراج دین نامی آپ کی توجہ کے بعد غلبہ حال سے اس قدر بے خود ہُوا کہ بے اختیار "اللہ" کا نعرہ لگا کر کنوئیں میں جا گرا۔ سب نے سمجھا کہ اب وہ زندہ سلامت نہیں نکل سکتا لیکن جب ایک اور شخص کو کنوئیں میں مضبوط رسوں کی مدد سے اتارا گیا تو اُس نے کنوئیں میں

Marfat.com

آواز دی کہ یہاں صرف سراج دین ہی نہیں ہے بلکہ ایک اور شخص بھی اسی طرح ذکر میں محو ہے دونوں کو باہر نکالا گیا تو وہ صحیح سلامت تھے۔ کنوئیں کے اندر اللہ کے ذکر میں محو اور دُنیا و مافیہا سے بے خبر تھے۔ باہر نکلنے کے بعد بھی ان کی وہی حالت کافی دیر تک قائم رہی۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند رہے۔

ایک دفعہ آپ پاکپتن شریف میں شیخ عبدالرحمٰن کے مکان میں دوسری منزل میں قیام فرما تھے۔ آپ کے ایک درویش نے غلبۂ حال سے بے قرار ہو کر اللہ کا نعرہ لگایا اور اچھل کر نیچے سڑک پر جا گرا۔ ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا اور بیہوشی کی حالت میں اُسے جلدی سے ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہ بدستور اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ ہسپتال کے ہندو انچارج نے اس کا معاینہ کرنے کے بعد کہا کہ اس شخص کو بہت تیز نشہ پلایا گیا ہے اور اس کے زندہ بچ رہنے کی کوئی اُمید نہیں۔ رات بھر وہ ہسپتال میں رہا۔ صبح کو خود ہی چل کر پھر اسی مکان کی سیڑھیوں میں آ گیا اور بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔ "باباجی مَیں آگیا ہُوں"۔

حضرت کرمانوالہ شریف میں ایک دن لوگ باہر سے مٹی لا کر پلاٹ میں ڈال رہے تھے۔ آپ مکان کے شمالی چبوترے پر بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ بہاول نگر کا مستری علی محمد اور اس کے دو کمسن بچے بھی مٹی لا رہے تھے۔ باہر سے چھوٹے لڑکے کے سر پر مستری نے مٹی کا ڈھیلا رکھا اور اُسے کہا کہ بیٹا حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس سے گزرو تو اللہ اللہ کہتے چلو۔ جب بچہ آپ کے پاس سے اسی طرح گزرا تو آپ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا "مولوی صاحب! اس بچے کو منع کریں کہ ایسا نہ کرے اور خاموشی سے کام کرے"۔ چنانچہ مَیں نے بچے کو اور اس کے باپ کو سمجھایا۔

لیکن باپ نے کہا کہ" جو کچھ ہو گا دیکھا جائیگا۔ چلو بیٹا اسی طرح اللہؓ اللہؓ کہتے چلو"
جب بچہؔ اسی طرح کرتا ہُوا پھر آپؒ کے پاس سے گزرنے لگا تو اس کی حالت بدل گئی۔
آنکھیں بند کر کے بیہوشی کے عالم میں زور زور سے اللہؓ اللہؓ کے نعرے لگانے لگا۔
اب اس کے باپ کو فکر لاحق ہوئی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس
مت لاؤ۔ باہر لے جاؤ۔ پھر آپؒ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا کہ درُود شریف پڑھ کر
بچےؔ کو دم کرو اور درود شریف پانی پر دم کر کے پلاؤ۔ تب کہیں بچے کو سکون ہُوا۔ کئی
سالوں تک بچے کو ذکر میں محویت حاصل ہو جایا کرتی تھی۔

آپؒ کو اپنے شیخ طریقت، قطبِ زماں حضرت میاں شیر محمد شرق پوری
رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ آپ اکثر اوقات اپنے شیخ معظم
رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ جب بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا ذکرِ خیر شروع ہوتا آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی اور پھر آپ بے اختیار
فرماتے "بڑی شان ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی"۔ اکثر اوقات آپ
حضرتِ اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی نوازشات کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کرتے تھے

"ہمیں کون جانتا تھا یہ سب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کرم
کا صدقہ ہے۔"

آپ اپنی عرضداشتوں میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا کرتے،
"میرے رؤف و رحیم" —— اسی بات کا ذکر کرتے ہوتے آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ
میں شرقپور شریف حضرتِ اعلیٰ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہُوا تو آپ نے ذرا زوردار

لہجہ میں فرمایا "یہ کیا طریقہ ہے خط لکھنے کا؟" لیکن جب میرے ذہن میں بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ کی آیۂ مبارکہ آئی تو آپ نے فوراً تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ "ہاں تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ مَیں ناراض تو نہیں ہوں۔"

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ مبارک کے دوران اس واقعہ کا بھی کبھی کبھی ذکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکان شریف (رتڑ چھتر۔ ضلع گورداسپور) جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک راستہ سے گزرتے ہوئے جب مجھے سامنے کچھ بچے کھیلتے اور گرد و غبار اُڑاتے نظر آئے تو مَیں نے ذرا پیچھے ہٹ کر بچوں کو ہاتھ کے اشارہ سے ایک طرف ہٹنے کے لیے کہا۔ آپ نے فوراً پیچھے مُڑ کر میری جانب دیکھا اور فرمایا، "ہونہہ! ہونہہ! شاہ جی یہ مکان شریف کے رہنے والے بچے ہیں اور دُھول بھی مکان شریف کی ہے۔"

آپ نہایت سادہ الفاظ اور دلنشیں طریقے سے اصلاحِ احوال کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ بے معنی اور بے مقصد باتوں سے آپ کی محفل پاک ہوتی تھی۔ بات کی وضاحت کے لیے آپ بزرگانِ دین کے اقوال اور اُن کی حکایات بیان فرمایا کرتے تھے۔ استقامتِ احوال پر ہمیشہ زور دیتے تھے۔ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فِی الشَّرِیْعَۃِ وَ الطَّرِیْقَہ فَھِیَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ (ترجمہ: شریعت اور طریقت میں استقامت ہی کرامت سے بڑھ کر ہے۔)۔ حقیقی عرفان حاصل کرنے کے لیے شریعتِ مطہرہ کے احکام کی کماحقہٗ پابندی ضروری ہے اور عملِ صالحہ میں استقامت ایک لازمی امر ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا:

"اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ (ترجمہ: ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔")

تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خوف اس کے عدل اور امید اس کے فضل سے ہے۔ پس اسکی بارگاہ میں کامیابی وہی حاصل کرسکتا ہے۔ جس میں دونوں باتیں اپنے محل پر موجود ہوں۔" پھر آپ نے فرمایا:

گر عدل کُنی ہم مارے، ہم مارے، ہم مارے
گر فضل کُنی ہم تارے، ہم تارے، ہم تارے

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا: اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ وَعِلْمُ اللِّسَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذَالِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ۔ عِلْمُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعِلْمُ اللِّسَانِ فَذَالِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰی بَنِیْ اٰدَمَ۔ (ترجمہ: علم دو طرح کا ہے ۱۔ علمِ قلب اور ۲۔ علمِ لسان (یعنی ایک دل سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا زبان سے۔)

علمِ قلب: یہ ایک نفع دینے والا علم ہے۔ یہ علم انبیاء اور مرسلین کو حاصل ہے۔
علمِ لسان: یہ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی طرف حجت ہے یعنی علمِ باطن علمِ ظاہر پر فوقیت رکھتا ہے۔ جس کو علمِ باطن حاصل ہو جائے وہی صحیح معنوں میں عالم ہے۔ پھر آپ یہ شعر پڑھا کرتے۔

علمِ باطن ہمچو مسکہ علمِ ظاہر ہمچو شیر
کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

ذکر فکر کی طرف رغبت دلانے کے لیے آپ فرمایا کرتے:

"ہتھ کار وَل دِل یار وَل"

اور علمِ ظاہری پر فخر کرنے والے یا بھروسہ کرنے والے سے آپ فرمایا کرتے:

"صد کتاب و صد ورق در نار کُن جان و دِل را جانبِ دلدار کُن"

آپ نے ارشاد فرمایا: "شیطان تین راستوں سے مومن کے دل پر حملہ کرتا ہے۔ یہ ازلی دشمن آنکھ۔ کان اور منہ کے راستے حملہ آور ہوتا ہے۔ منہ سے کسی کو عیب جوئی۔ غیبت۔ جھوٹ یا مُشرکانہ باتوں کا اعلان کرواتا ہے۔ آنکھ سے بُری اور حرام چیزوں کو دیکھنے کی رغبت پیدا کرتا ہے اور کان سے چغلی یا بُری باتوں کے سننے پر اکساتا ہے۔ اس طرح یہ غارت گرِ ایمان نیکیاں اور متاعِ ایمان لُوٹ کر لے جاتا ہے۔" پھر آپ فرماتے:

"آنکھ، کان، مُنہ بند کر نام نرنجن لے
اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے"

ساتھ ہی پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مثنوی شریف کا یہ شعر بھی پڑھتے:

"چشم بند و گوش بند و لب بہ بند گر نہ بینی ذاتِ حق بر من بخند"

پھر آپ فرمایا کرتے:

"کم کھاؤ۔ کم سوؤ۔ اور کم بات کرو"

مکر اور ریا کی مذمت کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا:

ہتھ وچہ مالا مکر دی دھاگے لئی پروئے دِل وچہ گھنڈی پاپ دی نام جپے کیا ہوئے

Marfat.com

ساتھ ہی ہندی کا یہ دوہا بھی پڑھا :

نہائے دھوئے کیا بنے جد اندر مَیل سمائے   مچھلی جَل میں نت رہے دھوئے باس نہ جائے

(یعنی ظاہری میل کچیل دُور کرنے کی بجائے باطنی کدُورتوں کو دُور کرنے کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے)

آپ فرمایا کرتے تھے : "سالک کو حصولِ مقصد کے لیے دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے ۔ اَکلِ حَلَال اور صِدقِ مَقَال ۔ حلال کی روزی کما کر اپنا اور اپنے متوسلین کا پیٹ پالنے والا شخص اللّٰہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے ۔ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ (ترجمہ : کام کرنے والا شخص اللّٰہ کو پیارا ہوتا ہے) نیز جھوٹ سے بچنا درجات کی بلندی کا باعث ہوتا ہے ۔"

آپ نے فرمایا : "جس شخص نے گوشت کے دو لوتھڑوں کو اپنے قابو میں کر لیا وہ کامیاب ہُوا ۔ ایک زبان اور دوسرے شرم گاہ ۔

بول اور بُول کی جگہوں پر قابو پا لیا تو انسان تباہی سے بچ گیا ۔"

آپ نے فرمایا : "حقوق اللّٰہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا ادا کرنا بھی اشد ضروری ہے ۔ کوئی شخص ساری ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہو اور وِرد وظائف میں دن رات مشغول رہتا ہو مگر اُس کے ماں باپ اُس سے خوش نہ ہوں یا بیوی بچے اس سے مطمئن نہ ہوں یا کسی انسان کی دِل آزاری کا باعث ہو تو وہ عبادت اور ریاضت اسے کچھ نفع نہیں دے سکتی ۔

دِل بدست آور کہ حجِ اکبر است ۔۔۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنگاہِ خلیلِ آذر است ۔۔۔ دِل گزرگاہِ جلیل اکبر است

اس ضمن میں آپ وہ واقعہ بیان فرماتے جو حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ترقیٔ مدارج کا سبب بنا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جاڑے کے موسم میں اُن سے ایک رات پانی طلب کیا۔ جب وہ پانی لے کر واپس آئے تو مائی صاحبہ سو چکے تھے۔ آپ پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے ساری رات منتظر کھڑے رہے۔ صبح کے وقت جب مائی صاحبہ نے آنکھ کھولی تو بیٹے کو پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا دیکھا۔ دِل سے اس کے حق میں دُعا کی اور بیٹے کو علم و عرفان کی دولت عطا ہوئی۔

اپنے عقیدت مندوں کو سنّت کی پیروی کرنے کی تاکید فرماتے۔ اپنا ظاہر درست کرنے کی طرف توجہ دلاتے بالخصوص لباس پر زور دیتے۔ سر پر ٹوپی اور ٹوپی کے اوپر عمامہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔ کھُلے آستینوں والا کُرتہ پہننے کا ارشاد فرماتے ڈاڑھی بڑھانے اور لبوں کے بال کٹوانے کی تاکید فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر کو درست کرنا خود انسان کا کام ہے اس کے بعد باطن کو درست کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ایک دفعہ فرمایا: "روزی کمانے کے جائز اور شرعی اسباب کو چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو توکل نہیں کہتے۔ سبب کی طرف نظر نہیں رکھنی چاہیے۔ سبب تو دروازے کی مانند ہے۔ جس میں سے گزر کر مسبّب کی

Marfat.com

طرف پہنچا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دروازہ اس امید پر بند کرلے کہ رزق اس کے منہ میں کہیں سے خودبخود پہنچ جائے گا تو یہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ بے ادبی ہے۔ کیونکہ دروازہ یا سبب بھی اسی کا بنایا ہُوا ہے پس دروازہ کو بند نہیں کرنا چاہیے۔ ویسے اُس قادرِ مطلق کے اختیار میں ہے کہ دروازہ سے بھیجے یا غیب سے عطا کرے۔ پھر آپ نے مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا:

گفت پیغمبر، باآوازِ بلند　　　بر توکل زانوئے اشتر ببند

(یعنی ظاہری اسباب کو حتی المقدور کام میں لانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے) آپ فرمایا کرتے تھے کہ "توکل یہ ہے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے۔"

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ کریم رات اور دن کی ساعات میں ہر بندے کی جانب تین سو ساٹھ مرتبہ نظرِ رحمت سے دیکھتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سو ساٹھ مرتبہ رسالت کی نظرِ کرم سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح خاصانِ خدا بھی تین سو ساٹھ مرتبہ اپنے متوسلین پر نظرِ لطف فرماتے ہیں۔ کتنی بے پناہ محبت ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اور کتنی عظیم شفقت ہے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر اور کتنے مہربان ہوتے ہیں خاصانِ خدا مخلوقِ خدا پر مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ انسان غفلت میں وقت گزار دے اور ان رحمتوں اور برکتوں سے اپنا دامن بھر لینے کی طرف توجہ نہ دے۔ اسی ضمن میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی وقت ننگے سر نہ رہو۔ معلوم نہیں وہی وقت نظرِ رحمت

Marfat.com

یا نظرِ شفقت کا ہو۔

آپ نے فرمایا کہ" ارکانِ اسلام میں سے اقرارِ توحید و رسالت کے بعد نماز کو اولیت حاصل ہے۔ ہر مسلمان عاقل بالغ مرد و عورت پر نماز فرضِ عین ہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ سالکانِ راہِ طریقت نے اس کی پابندی سے گوہرِ مقصود کو پالیا۔ مسلمان اور کافر میں نماز ہی وجہِ امتیاز ہے۔ نماز کے بغیر دیگر اعمال کسی شمار میں نہیں ہیں"۔

پڑھے لکھے نوجوانوں کو سمجھانے کے لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"یوں سمجھ لو کہ ایک لازمی مضمون حساب میں فیل ہونے والا کوئی طالب علم دوسرے سب مضامین میں پاس بھی ہو تو اعلیٰ جماعت میں ترقی کا مستحق نہیں سمجھا جاتا اور فیل ہی قرار دیا جاتا ہے۔

نماز اگر رسماً نہ پڑھی جائے اور نمازی جو کہہ رہا ہو اسے سمجھے بھی تو اس میں کیف و حضوری خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ نمازی دل میں یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک حاضر و ناظر ہے اور اُس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی نماز بے کیف اور بے حضور ہو۔

آپ نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی دُعا ساری عبادت کا مغز ہے۔

گویا دُعا بھی عبادت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہوتا ہے اور بندے کی بندگی کا اعتراف۔ دُعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور دین کا

Marfat.com

ستون ہے پھر فرمایا : یہ سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔ میں اپنے پاس سے نہیں کہتا۔ پھر آپ نے فرمایا : اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے، اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "مجھ سے دُعا مانگو میں تمہاری دُعا منظور کروں گا" پھر یوں بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ "اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک غنی ہے اور تم سب محتاج ہو" آپ نے فرمایا : بتاؤ کوئی ایسا نبی ہے جس نے حضورِ حق میں دُعا اور التجا نہیں کی۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام نے دُعا کی تو لغزش معاف ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت اور آزمائش کے ایام میں دُعائیں کیں حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں معافی اور نجات کے لیے دُعا مانگی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی۔ حضور رسولِ مقبول محبوبِ رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی کہ یا اللہ ایک عمر کو مُسلمان بنا کر اسلام کو تقویت دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ بدر میں سربسجود ہو کر دُعا کی "الٰہی یہ تیرے تین سو تیرہ بندے تیرے ہی نام کی عظمت کے لیے نکلے ہیں اِنہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح عطا کر"۔ آپ نے اُمت کے لیے بار بار دُعا کی۔ تو پھر وہ شخص بڑا ہی بدبخت ہے جو اللہ رب العلمین سے مانگنا عار سمجھتا ہے۔

ایک محفل میں کسی نے دریافت کیا "حضور راضی بہ رضا رہنے کے کیا معنی ہیں"۔ آپ نے فرمایا کہ : حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ رضا کی دو قسمیں بتلاتے ہیں :

۱۔ خداوندِ تعالیٰ کا بندے سے راضی ہو جانا

Marfat.com

۲۔ بندے کا اپنے اللہ سے راضی ہو جانا

اللہ تبارک و تعالیٰ جب اپنے بندوں سے راضی ہو جاتا ہے تو ان پر انواع و اقسام کی رحمتوں کی بارش برساتا ہے۔ نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور چار دانگ عالم میں اُن کی کرامت اور مقبولیت کا شہرہ پھیل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں رنگا رنگ ہیں۔ کسی کو زر و مال اور جاہ و حشم سے نوازا جاتا ہے اور کسی کو اطاعت اور بندگی کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے۔ جس کو جس طرح چاہیں سرفراز فرماتے ہیں۔

بندے کا اپنے رب سے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے لگتا ہے اور بندگی پر کاربند ہو جاتا ہے۔ اللہ سے راضی ہونے کا مطلب اُس کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے اور ہر حال میں مطمئن رہنا ہے۔ اگر کچھ مل جائے تو اس پر شکر ادا کیا جائے اگر نہ مل سکے تو شکایت زبان پر نہ لائے۔ اُس احکم الحاکمین سے دُعا اور اِلتجا کا سلسلہ قائم رکھے اور مایوسی کو نزدیک نہ آنے دے۔ کیونکہ اس کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کفر ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کریم کی ذات ارحم الراحمین ہے۔ وہ ہمارے حال سے بھی واقف ہے اور ہماری ضروریات سے بھی۔ وہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا مناسب ہے، اور کیا فائدہ مند ہے۔ ہمارا علم مستقبل کے متعلق محدود ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شئے راز اور مخفی نہیں۔ اگر کوئی چیز ہمیں عطا نہیں ہوئی تو اِس میں ہماری کوئی بہتری مضمر ہو سکتی ہے۔ ہمیں راضی بہ رضا رہنا چاہیے مگر راضی بہ رضا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُس کے در سے مانگنا ہی چھوڑ دیں۔ اپنی درخواست پیش کرتے رہنا اور اس کے بعد جو کچھ مل جائے اُس پر شکر گزار ہونا ہی راضی بہ رضا رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

رضا بندے کی رضا پر مقدم ہے۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے۔ بندہ اُس کی راہ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

مُرشدِ کامل دراصل کتاب و سنّت کی روشنی میں مریدوں کو معرفتِ الٰہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ رُوح کی طہارت کی تلقین کرتا ہے اور نفس کی کدورتوں سے پاک کرتا ہے۔ چونکہ اس کا ظاہر سنت نبوی کے عین مطابق ہوتا ہے اور باطن پاک ہوتا ہے اِس لیے مرید اُس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شریعت اور سنت پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کامل پیر کا کام یہ ہے کہ سنّتِ نبوی کی پابندی کا خیال رکھے۔ خود سنّت اور شریعت کے مطابق عمل کرے اور اپنے متوسلین کو بھی شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے۔

اتباعِ شریعت کا جذبہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کاملین میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا صرف شریعت اِسلام ہے۔ وہ حضور رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور سنت کے علمبردار تھے اُن کے ہاں ایسی رسومات جو دوسرے لوگوں کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں بالکل نہیں تھیں ان کے یہاں نماز کی پابندی تھی اور حضور خواجۂ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی پیروی کی تاکید۔ ان کا قول تھا کہ جو شخص شرع شریف کا پابند نہیں اسے ولی نہ مانو۔ خواہ ہوا میں اُڑتا ہو۔ حضرت قبلہؒ اپنے ملنے والوں کو نماز روزہ کی پابندی اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ طویل وظائف اور چلہ کشی کو ناپسند فرماتے تھے۔ البتہ ہمیشہ اس تمنا کا اظہار فرماتے کہ ان کے ملنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت بنائیں۔ داڑھی نہ منڈائیں۔ لباس و اطوار میں مسلمان نظر آئیں۔

Marfat.com

آپ فرمایا کرتے تھے: "یارو! اللہ تعالیٰ نے سب سے عمدہ، سب سے حسین اور خوبصورت سراپا جو بنایا ہے وہ نبی پاکؐ کا سراپا ہے۔ سب سے بہتر کردار حضور رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ ویسی ہی صورت اور ویسی ہی سیرت بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہی ذریعہ ہے۔"

ایک نوجوان نے ایک دفعہ عرض کر دیا۔ "قبلہ داڑھی میں کیا رکھا ہے۔ انسان کا دِل صاف ہونا چاہیے۔"

آپ نے فرمایا: "برخوردار تمہارا قرآن پر ایمان ہے؟" اُس نے عرض کیا: "جی ہاں۔ کیوں نہیں آخر میں مسلمان ہُوں۔" آپ فرمانے لگے:

"قرآن پاک میں حضُور علیہ السّلام کے اُسوہ کو اسوۂ حسنہ فرمایا گیا ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) اور داڑھی رکھنا حضُورؐ کا ہی اُسوۂ حسنہ ہے اور قرآنِ مجید میں جابجا حضُورؐ کی ہی تقلید اور اطاعت کا حکم ہے۔ حضُورؐ کے کسی فعل کی خلاف ورزی کرنا یا مذمت کرنا کسی ہوشمند انسان کا کام نہیں۔" کچھ دیر توقف کے بعد آپ نے فرمایا:

"بابو جی! تم دِل کی صفائی کا ذکر کرتے ہو۔ دِل کا بھید تو خدا جانتا ہے۔ ظاہری صُورت بھی درست کرو تاکہ لوگ بھی اچھا جانیں اور زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ شاید اللہ کریم ظاہر کے خاکے میں حقیقت کا رنگ بھردیں۔ اور یہ یاد رکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا' اے مسلمانو! جس نے میری شکل و صورت بنائی۔ اللہ پاک اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے۔ پھر

Marfat.com

آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے نقال کا قصہ بیان فرمایا جو ازراہِ تمسخر آپ کی نقل اڑایا کرتا تھا لیکن مرنے کے بعد مولا کریم نے اس کی صرف اس وجہ سے بخشش فرمادی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرح ظاہری شکل وصورت بنا کر لوگوں کے سامنے آتا تھا اور حضرت کلیم اللہؑ کی نقل اتارا کرتا تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کو نظم فرمایا ہے۔ جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

آنکہ بر نقلِ برگزیدۂ ماست　　　بعذابِ مخالفاں نہ سزا است

(البوالبیان) حضرت مولانا غلام علی صاحب مفسّرِ قرآن مہتمم اشرف المدارس اوکاڑہ ایک موقعہ پر جماعت علماء کے ہمراہ مجلسِ مبارک میں موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "مولانا! لوگ محض دکھاوے کے لیے یارسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اِس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر شوق اور محبت سے ایک دفعہ یارسُول اللہ کہا جائے تو رب کریم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور بیڑا پار ہو جاتا ہے"

مکاشفات وکرامات

قرآنِ حکیم میں انبیاء علیہم السّلام کے معجزات کا ذکر جا بجا آتا ہے، اور اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ معجزات اور کشف وکرامات حق کی دلیل ہیں۔ مگر سترِ احوال کے پیشِ نظر اولیاء اللہ بالعموم کشف وکرامت کے اظہار سے اجتناب کرتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جب اُن کے علومِ باطنی کی ایک جھلک کسی شخص کو حق کی طرف بُلانے کے لیے ممد ومعاون ثابت ہو سکتی ہو یا کسی کی اصلاح اور اسکے ایمان کی مضبوطی کا باعث بن سکتی ہو تو انسانی محبت کے جذبہ کے تحت اُن سے

Marfat.com

بعض کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ اُس میں بھی اُن کا دخل بہت کم ہوتا ہے۔ اُن کی ذات رضائے الٰہی کی طلب گار ہوتی ہے اور اُن کے تقرب و قبولیّت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ خود ان کی رضا کے مطابق حکم جاری فرما دیتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے:

وسائلِ قربِ حق

مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَدَاءِ مَا فْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا وَّ یَدًا وَّ رِجْلًا وَّ لِسَانًا۔

ترجمہ: جس چیز کو میں نے بندے پر فرض کیا ہے۔ اُس کی ادائیگی کے بغیر وہ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعے وہ میرا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں بھی اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر میں ہی اُس کے کان۔ آنکھیں۔ ہاتھ پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں۔)

قرب و حضوری کے باعث اُن کے قلوب اور ارواح کو وہ روشنی اور نور حاصل ہو جاتا ہے جس کے سامنے کوئی تاریکی اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ دُنیا اور مافیہا اُن کے نزدیک ہاتھ کی کھُلی ہتھیلی کی مانند یا اُس پر رکھے ہوئے رائی کے دانے کے مطابق ہو جاتی ہے۔ تمام کائنات اُن کے سامنے کھُلی ہوئی کتاب کی طرح ہے اور اس کے تمام راز ان پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ ان کی نظر اور سماعت میں وہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے سامنے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ اسی لیے

Marfat.com

ارشاد ہوا ہے:

"اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (حدیث)

(مؤمن کی فراست سے خبردار رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے)

نیز ارشاد ہوا: اِنَّھُمْ جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ (یعنی وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں یعنی دل کے رازوں سے واقف ہوتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے بہت سے ایسے احوال ہیں جو کشف و کرامت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کا تذکرہ سلیم الفطرت انسانوں کے لیے تقویتِ ایمان کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ اب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ایسے ہی مکاشفات و کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ موجودہ مادہ پرستی کے دَور میں بعض "دانشوروں" کی دانش و بینش میں یہ باتیں نہیں سما سکیں گی مگر حقیقت حقیقت ہے اور اس کے اظہار سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

شیخ کی نظرِ کرم

ایک دفعہ حضرت کرماں والا شریف میں بہت سے احباب مجلس میں حاضر تھے۔ فقیر مؤلف بھی موجود تھا۔ حضرتِ اعلیٰ شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ:

ہم ایک دفعہ موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں مکانات تعمیر کروا رہے تھے۔ ایک مکان کی چھت کا کام شروع تھا کہ اچانک آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی حاضری کا خیال قلب و ذہن پر چھا گیا۔ سب کام چھوڑ کر اُسی وقت بغیر کسی تیاری کے روانہ ہو گئے۔ رائے ونڈ سے ریلوے سفر ختم کرکے سیدھے

Marfat.com

موہن وال پتن پر دریائے راوی عبور کیا اور شرقپور شریف جا پہنچے حضرت اعلیٰ قبلہ سرکار شرق پوری علیہ الرحمۃ کی خدمتِ بابرکت میں باریابی ہوئی تو حضور نے دریافت فرمایا "شاہ جی! میں نے آپ کو یاد کیا تھا کیا آپ کو بھی کوئی خیال آیا تھا؟" اس پر حضور علیہ الرحمۃ چپ رہے۔ بیشمار احباب جمع تھے اور سب خاموش اور غمگین تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اندرونِ خانہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ مرحومہ و مغفورہ کا جنازہ تیار ہو کر قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک انبوہ کثیر غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا جنازہ کے ہمراہ جا رہا تھا۔

قبرستان پہنچ کر سب لوگ صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرتِ اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں بائیں اگلی صف میں سب خلفاء موجود تھے۔ صفیں درست ہونے پر اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب طرف نظر دوڑائی اور پھر ارشاد فرمایا "شاہ جی! آپ نمازِ جنازہ پڑھائیں"۔ چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب کے تحت آگے بڑھ کر نمازِ جنازہ پڑھائی۔

آپ کا مقام بلند

مولانا غلام علی صاحب مفسر قرآن مہتمم دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑہ نے بیان فرمایا کہ ایک دن بعض علماء کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حصولِ برکات کے لیے حاضر ہوئے۔ دورانِ گفتگو حضرتؒ نے فرمایا: مولوی صاحب! بعض کم فہم لوگ جن کو اپنے علم پر فخر ہوتا ہے

Marfat.com

حضور مخبر صادق، محبوب رب العالمین، سید الانبیاء والمرسلین کے علم کو تولنے اور ناپنے لگ جاتے ہیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرکارِ مدینہ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ قیامت کا تو میں دعوےٰ نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ مولا کریم نے مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔

حضرت مولانا کا بیان ہے کہ ایک موقع پر جب خدمتِ عالیہ میں حاضری کے لیے گئے تو ہم ڈیوڑھی کے صدر دروازے سے گزر کر اندر داخل ہوئے۔ ڈیوڑھی میں ہم نے ایک ملنگ کو دیکھا۔ وہ کھڑا لاف زنی کر رہا تھا کہ "کچھ دیکھ لو یا دکھا دو" سامنے کچھ دُور درختوں کے سائے میں آپ تشریف فرما تھے۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچے تو آپؒ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اِس کمبخت کو باہر نکال دو۔ وہ کیا دکھائیگا ہم نے جو کچھ دیکھنا تھا، دیکھ لیا" خادم جُونہی اُس کے قریب پہنچا اور بازو سے پکڑا تو وہ مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا۔ ہیبت زدہ ہو کر ایسا بھاگا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور سڑک پر جا کر رکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی ہیبت تھی جس نے اُس بے دین کو لرزہ براندام کر دیا۔

تصدیقِ کمال

عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرتِ اعلیٰ سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ "ولی را ولی می شناسد" کے مصداق وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منصبِ عالی سے کماحقہٗ واقف تھے۔ اُن کی خدمت میں ایک صاحب نے ضلع راولپنڈی سے خط لکھا جس میں راہِ سلوک میں اپنی بعض مشکلات کے حل کے لیے دستگیری کی التجا کی تھی۔ حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

اسی خط کی پُشت پر اپنے دستِ مبارک سے یہ تحریر لکھ کر خط واپس بھیج دیا:
"آپ حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب کرمانوالہ شریف ضلع ساہیوال سے رجوع کریں۔ فقیر کے نزدیک موجودہ زمانے میں اور کوئی ایسی باکمال ہستی نہیں ہے جس کی توجہ عالیہ سے آپ گوہرِ مقصود حاصل کر سکتے ہوں"۔ اپنا یہ خط جو بیربل شریف سے ہو آیا تھا ایک دوسرے خط کے ہمراہ اُنہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں بھیج دیا۔ اُن ایام میں خطوط کے جوابات تحریر کرنے کی خدمت اس فقیر کے سپرد تھی۔ یہ خط حضرت صاحب قبلہؒ نے مجھے علیحدہ دے کر ارشاد فرمایا کہ اس کا جواب لکھ دیں اور فقیر نے اُن کو خط لکھ دیا۔

چند دِنوں کے بعد وہ بزرگوار اپنے وطنِ مالوف سے آئے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں باریاب ہو کر اپنا دامنِ مراد گوہرِ مقصود سے پُر کر کے واپس گئے۔ واپس جاتے ہوئے وہ ہر طرح سے مطمئن اور مسرور تھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جہلم کے ختم مبارک کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحبؒ بھی دیگر مشائخ عظام دامت برکاتہم کی طرح حضرت کرماں والا میں موجود تھے۔ ختم شریف کے بعد آپؒ نے جناب صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب دامت برکاتہم سے بوقتِ ملاقات فرمایا: "آج حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مفارقت شدت سے محسوس ہونے لگی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں اطمینان تھا کہ ہمارے درمیان ایک ایسی باکمال ہستی موجود ہے جو حضرتِ اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح جانشین ہے۔"

علوِشان کا اعتراف
مولوی مقصود احمد صاحب سکنہ باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ،

"ہمارے گاؤں سے شمالی جانب قریباً تین میل کے فاصلے پر موضع میہنڈوال میں ایک معمر سید بزرگ مقیم تھے جو مجذوب بھی تھے اور سالک بھی۔ اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے اور اپنا لباس بھی خود اپنے ہاتھ سے سی کر پہنتے تھے۔ باتیں مجذوبانہ کرتے تھے۔ صاحبِ کشف و کرامت تھے۔ خلقِ خدا کے لیے چشمۂ فیض تھے۔ پاکستان بننے کے بعد اُن کا شہرہ ہُوا تو بندہ بھی زیارت کے لیے وہاں حاضر ہُوا۔ بندہ کو دیکھتے ہی خندہ پیشانی سے فرمایا۔ "آپ کا مدرسہ بہت بڑا ہے" یہ فقرہ بار بار دہرایا۔ میرے بعد بعض دوسرے یارانِ طریقت بھی جب اُن کے پاس گئے تو کھانے وغیرہ سے اُن کی خاطر تواضع کی اور وہی باتیں دہرائیں کہ آپ لوگوں کا مدرسہ بہت بڑا ہے اور آپ وہی سبق یاد کریں جو آپ کو ملا ہے۔ گویا انہوں نے حضرت صاحب قبلہؒ کے قطبِ مدار ہونے کی تصدیق کی۔"

مقامِ قربِ حق

ڈاکٹر محمد عبد اللہ مسلم صاحب نے بیان کیا کہ بی اے پاس کرنے کے بعد وہ اکثر اوقات اعلیٰ حضرت سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے محاسن و محامد لوگوں کی زبانی سنتے رہتے تھے۔ حضورؒ کے وصال کے بعد آپ کا ذکرِ خیر سُن کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی جانب کشش پیدا ہوئی۔ انہیں یہ بھی معلوم ہُوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں اور حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کرمُوں والا ضلع فیروز پُور میں بڑی باکمال ہستیاں ہیں۔ چنانچہ اُن کے دل میں ان دونوں باکمال ہستیوں کی زیارت کا شوق جوش مارنے لگا۔ اتفاق کی بات ہے کہ پہلے انہیں

Marfat.com

اپنے برادرِ نسبتی حکیم عبد الحمید عاصیؔ مرحوم کے ہمراہ حضرت سیّد نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ مِل گیا۔ دونوں حضرات ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عاصیؔ مرحوم نے جرأت کر کے حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ "حضور وقتِ خاص میں یاد فرمائیں اور اِس عاجز کے حق میں دُعا فرمائیں"۔

اس پر حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آکر فرمایا کہ "حیف ہے اُس وقتِ خاص پر جس میں تمہاری یاد بھی درمیان میں آحائل ہو۔ اچھا اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں"۔ پھر ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا، "آپ کرموں والا جائیں آپ کا حِصّہ وہاں ہے"۔

اِس واقعہ کے تھوڑا عرصہ بعد دونوں حضرات کرموں والا شریف میں حضرت صاحب قبلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ وہاں پر بھی عاصیؔ مرحوم نے اپنا وہی سوال دُہرایا۔ کہ "حضور وقتِ خاص میں اِس عاجز کے لیے بھی دُعا فرمائیں"۔

"وقتِ خاص؟" قبلہ حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مسکرائے اور فرمایا، "میاں آٹھوں پہر ہی وقتِ خاص ہوتا ہے!" اور اُن کے لیے دُعا فرمائی۔ پھر ڈاکٹر محمد عبد اللہ مُسلم صاحب کی جانب بھی نظرِ کرم فرما کر ان کے لوحِ دل سے سب شکوک و شبہات اور شیطانی وساوس حرفِ غلط کی طرح مٹا دیے۔

اِس واقعہ سے اہلِ قلب و نظر دونوں شاہانِ ملکِ ولایت و معرفت کے علوِ شان کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

تمنّائے دل پُوری کر دی

پاکستان بننے سے بہت پہلے کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ درگاہِ اجمیر شریف حضرت خواجہ غریب نوازؒ

کی حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ تقریباً گیارہ افراد تھے۔ اجمیر ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی ایک مسجد میں سامان ایک دیوار کے ساتھ رکھا گیا۔ آپ نے سب ہمراہیوں سے فرمایا کہ تازہ وضو کر کے سب درگاہ شریف کی حاضری کے لیے تیار ہو جاؤ۔ سب وضو کرنے میں مصروف ہو گئے۔ وضو کرتے ہوئے اس فقیر کے دل میں خیال آیا کہ یہاں سامان کے پاس ایک آدمی کا ٹھہرنا ضروری ہے اگر یہ خدمت میرے سپرد ہو تو میں بخوشی سرانجام دوں گا۔ جب سب احباب وضو کر چکے تو آپ نے فرمایا کہ سامان کے پاس کون ٹھہرے گا اور پھر بلا توقف فرمایا "اچھا مولوی صاحب آپ ٹھہریں"۔ چنانچہ میں نے اپنے لیے اسے عین سعادت سمجھا، اور سب کے رخصت ہو جانے کے بعد تین پارے تلاوت کر کے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ نذر کر دی۔

حصولِ عرفان کی ترغیب

لائل پور کے ایک نواحی گاؤں کے ہائی سکول میں یہ فقیر بطورِ صدر مدرس کام کرتا تھا۔ آپؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے چند سال ہو چکے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عمر یونہی بیکار ضائع جا رہی ہے۔ سب کچھ چھوڑ کر جامعہ ازہر چلا جانا چاہیے اور دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد دین کی خدمت کرنی چاہیے تاکہ عاقبت درست ہو۔ یہ خیال دل کو ہر وقت بے قرار رکھتا۔ چنانچہ فیصلہ کیا کہ ملازمت ترک کرنے سے پہلے حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت حاصل کر لوں تو بہتر ہو گا اور اسی نیت سے کرمُوں والا شریف ضلع فیروز پور (آپ کی اصل جائے سکونت) پہنچا۔ فجر کی نماز کے بعد حاضری ہوئی، پندرہ بیس حضرات اور بھی موجود تھے آپ نے

فرمایا کہ بعض لوگوں کے دِل میں دین کی خدمت کا شوق موجزن ہوتا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جامعہ ازہر چلے چلیں اور دینی تعلیم حاصل کر کے دین کی خدمت کریں۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ جب مولا کریم کا کرم ہو جائے تو سارے علم خود ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ علم اور ہے اصل علم اور ہے۔ وہ علم تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص لوہار یا بڑھئی کا کام سیکھ کر روزی کمانے لگ جائے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ یَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنْ یَدِ السِّفْلٰی۔ (حدیث شریف)

مَیں نے ارد گرد نظر دوڑائی تو حاضرین میں جامعہ ازہر جانے والے کوئی اور صاحب نظر نہ آئے۔ سمجھ لیا کہ موضوعِ سخن اسی فقیر کا وسوسہ ہے۔

درود شریف پڑھنے کا صحیح طریقہ

میاں علی محمد مرحوم موضع سلطان خان والے بیان کرتے تھے کہ میرے دل میں ایک دفعہ یہ خیال آیا کہ اگر کسی ولی اللہ کی پشت کے پیچھے درود شریف پڑھا جائے تو انکو فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے ایک موقعہ پر آپ کی پشت کے پیچھے ہو کر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ فوراً منہ پھیر کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "علی محمد درود شریف پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رُخ دو زانو بیٹھ کر پڑھا جائے۔ کسی کی پُشت کے پیچھے درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے"۔

ایک حیرت انگیز شفایابی

حاجی عبد الحمید صاحب سابق سپرنٹنڈنٹ لاہور ہائی کورٹ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ اُن کا بھتیجا جس سے اُن کو بے حد محبت تھی سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر بھی اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کرنے لگے۔ چنانچہ وہ اِسی بے قراری میں کرموں والا شریف ضلع

Marfat.com

فیروزپور آپ کی خدمتِ بابرکت میں جا پہنچے۔ شام کو آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ لیکن عرضِ مدعا نہ کر سکے۔ دوسری صبح جب پھر خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو دِل میں خیال تھا کہ بچّہ تو ختم ہو چکا ہو گا۔ اب کیا عرض کرنا ہے۔ واپس چلتا ہُوں تاکہ تجہیز و تکفین میں تو شامل ہو سکوں چنانچہ رخصت کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ "اچھا خراماں خراماں جائیں۔ بچے کو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی ہے" یہ خوشخبری پا کر مَیں روانہ ہُوا اور جب واپس گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ ہندو ڈاکٹر بچے کو دیکھ کر واپس جا رہا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر نے کہا کہ بچّہ اب روبصحت ہے۔ اس کو دوا سے نہیں بلکہ کسی بزرگ کی دُعا سے شفا حاصل ہو گئی ہے"۔ یہی ڈاکٹر پہلے کہہ چکا تھا کہ بچّے کے صحت یاب ہونے کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی۔

عظمتِ فقر کا احساس

کرموں والا شریف ضلع فیروزپور میں یہ فقیر چند دنوں سے آپ کے آستانۂ عالیہ میں قیام پذیر تھا۔ ایک دن صبح کے معمولات کے بعد آپ حلقۂ احباب میں تشریف فرما تھے اور نہایت دِلنشیں انداز میں بعض مسائل پر روشنی ڈال رہے تھے۔ آپ اچانک سلسلۂ کلام منقطع کر کے غسل خانہ میں تشریف لے گئے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اِس میں کیا حکمت ہے کہ اتنے میں ضلع کا کپتان پولیس باوردی اور اس کے ہمراہ چند دوسرے افسران آ گئے۔ ہم نے صفوں پر سفید چادریں بچھا کر اُن کو بٹھا دیا۔ اُن کے بیٹھ جانے کے بعد آپ مُسکراتے ہُوئے غسل خانہ سے نکلے اور سب افسر تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ مَیں سمجھ گیا کہ غسل خانہ میں آپ کے جانے کی وجہ یہی تھی۔

عدالتی فیصلہ سے آگاہی

ایک صاحب کا بیان ہے کہ کرموں والا شریف

Marfat.com

کے ایک زمیندار بیلا نامی نے آپ کے خلاف مزروعہ اراضی کے متعلق ایک دعویٰ افسرِ مال فیروزپور کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ اس زمیندار نے کئی قسم کی چالیں چلیں تاکہ مقدمہ میں اسکی جیت ہو جائے۔ لیکن سب چالیں ناکام ہوگئیں۔ آخر کار جب فیصلہ کی تاریخ آئی تو آپ نے چار بجے شام اپنے احباب سے برملا کہا کہ مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگیا ہے۔ عین اُسی وقت فیروزپور میں افسرِ مال نے مقدمہ کا فیصلہ سنایا تھا۔ دوسرے دن جب صوفی نور عالم مقدمہ کے فیصلہ کی خبر لے کر آئے تو اُن کی زبانی معلوم ہُوا کہ افسرِ مال نے ٹھیک چار بجے شام ہی فیصلہ سنایا تھا۔

ایک ناگہانی حادثہ سے نجات

حاجی شیخ عبدالعزیز تاجر رنگ محل لاہور کا بیان ہے کہ وہ ہر اتوار کو اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ لاہور سے حضرت کرما نوالا شریف پہنچ جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حاضرِ خدمت تھے اور ان کے علاوہ اور احباب بھی موجود تھے۔ مولوی محمد امین شرقپوری اور سیٹھ محمد شفیع بھی ہر اتوار کو اپنی کار پر آتے تھے اور پھر اُسی کار پر آپ چک ۳۶/۱۰ ایس پی متصل پاک پتن شریف میں حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ سے ملنے کے لیے چلے جاتے۔ اُس دن آپ نے دو تین مرتبہ ذکر فرمایا کہ مولوی محمد امین ابھی تک نہیں آئے۔ اللہ خیر کرے۔ ٹھیک آٹھ بجے اچانک آپ نے سب حاضرین کو یک لخت اُٹھ جانے کے لیے کہا اور خود چادر تان کر لیٹ گئے۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مولوی محمد امین شرقپوری اور سیٹھ محمد شفیع کار میں آ گئے۔ ہم سب باہر نیم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں حضرات قدرے پریشان نظر آتے تھے۔ اُن سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ لاہور سے روانگی میں ہمیں آج کافی دیر ہوگئی تھی اس لیے ہم بڑی تیز رفتاری

کے ساتھ آ رہے تھے۔ وال رادھا رام والے موڑ پر موٹر لڑھکتی ہوئی ایک طرف جا گری اور شیشم کے قدآور درختوں سے ٹکرانے سے بال بال بچی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کار کو کسی نے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا ہے۔ ہوش و حواس درست ہونے پر ہم پھر روانہ ہو گئے۔ اُنہوں نے بتایا کہ جب یہ حادثہ پیش آیا اُس وقت ٹھیک آٹھ بجے کا وقت تھا۔

شیخ صاحب کہتے ہیں کہ پھر مجھے معلوم ہُوا کہ آٹھ بجے حضُور کی توجہ مبارک کس طرف تھی۔ جب مولوی محمد امین شرقپوری آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو آپ نے دُور سے ہی بآوازِ بلند السلام علیکم کہا اور فرمایا "مولوی صاحب خیر ہو گئی آخر آپ پہنچ ہی گئے۔" مولوی محمد امین شرقپوری کہا کرتے تھے کہ اُس دن ہمارا زندہ سلامت بچ جانا آپ کی ہمتِ باطنی کا کرشمہ تھا۔

میٹھے پانی کا کنواں جاری کر دیا

کرموں والا ضلع فیروزپور سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤں قادا بوڑا واقع ہے۔ اس گاؤں میں جو کنواں بھی کھودا جاتا تھا اُس کا پانی کھارا ہوتا تھا۔ وہاں کی عورتیں دُوسرے گاؤں سلطان خاں والا سے بڑی مشقت کے ساتھ پانی لایا کرتی تھیں۔ ایک دن آپ موضع سلطان خاں والا تشریف لے گئے تو قادا بوڑا کی بہت سی عورتیں آپ کے گرد جمع ہو گئیں اور سب نے مِل کر عاجزی سے التجا کی کہ ہم تو سروں پر اتنی دُور سے پانی ڈھوتے ڈھوتے تھک گئی ہیں۔ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمیں ٹھنڈے میٹھے پانی کا کنواں عطا فرمائیں۔ بعد میں حضرت صاحبؒ قادا بوڑا تشریف لے گئے اور ایک تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "اس جگہ کنواں کھودو اللہ کریم میٹھا پانی دے دینگے۔" چنانچہ گاؤں کے لوگوں نے وہاں کنواں کھودا اور اس کا پانی نہایت خوش ذائقہ تھا۔

Marfat.com

توجہ رحمت آثار

دھنا مل کھتری موضع کرمونوالا ضلع فیروز پور کا باشندہ ہے اور ان سطور کی تحریر کے وقت تک زندہ ہے۔ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد عقیدت مند ہے۔ چنانچہ اس کا چہرہ بھی پوری داڑھی سے مزین ہے۔ وہ ساٹھ گھماؤں کے قریب اراضی کا بھی مالک ہے۔ اپنی اراضی اپنے ہاتھوں سے کاشت کیا کرتا تھا۔ اور شروع شروع میں آپ کی اراضی بھی وہی کاشت برداشت کیا کرتا تھا۔ اس لیے نہایت اعلیٰ نسل کے بیلوں کا ایک جوڑا ہمیشہ رکھا کرتا تھا۔ لنگر کے لیے آٹا بھی انہی بیلوں کی مدد سے پیسا جاتا تھا۔ ہر جمعرات اور جمعہ کے دن تقریباً دو بوری آٹا خرچ ہوتا تھا۔

قیامِ پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے کہ وہ حسب معمول جمعرات کی شام تک لنگر کے لیے آٹا پیسنے میں مشغول رہا۔ رات کو اس نے دونوں بیل اور بھینس اپنے گھر میں کمرے کے اندر باندھ دیے۔ مکان کو باہر سے تالا لگایا اپنی چارپائی اور بستر باہر دروازہ کے آگے بچھا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ روزمرہ کے معمول کے مطابق ساری رات آپ کے قدموں میں گزار دی اور نمازِ فجر کے بعد گھر کو روانہ ہو گیا۔ جا کر تالا کھولا اور مویشیوں کو باہر نکالنے کے لیے مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ دونوں بیل، بھینس اور اس کا بچہ سب غائب ہیں۔ چور عقبی دیوار میں نقب لگا کر سب مویشی چرا لے گئے تھے۔ لوگوں نے چوروں کا تعاقب کرنے کیلیے جمع ہونا شروع کیا۔ دھنا مل خدمتِ اقدس میں پہنچا اور جب آپ وظائف سے فارغ ہوئے تو دھنا مل کو دیکھ کر پوچھا کہ کیسے آئے ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ چور مکان میں نقب لگا کر سارے مویشی ہانک کر لے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سب مویشی مل جائیں گے۔

Marfat.com

جاؤ لوگوں کے ساتھ مل کر کھوج وغیرہ لگاؤ۔ مگر ہاں یہ تو بتاؤ کہ لنگر کا آٹا کتنا پِسا ہُوا ہے؟ دھنائل نے کہا کہ حضور آج کے دن کے لیے کافی ہو گا۔ دو بوری آٹا کل ہی پیسا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔" اچھا جاؤ اور بیلوں کی تلاش جاری رکھو۔"

گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ہمراہ دھنّائل سارا دن بیلوں کا کھوج لگانے میں سرگرداں رہا، لیکن شام کو سب ناکام لوٹ آئے۔ دھنّائل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہُوا تو آپؒ نے دریافت فرمایا کہو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے؟ دھنّائل نے کہا، حضور معلوم ہوتا ہے کہ چور تین ہیں۔ مگر اُن کے قدموں کے نشانات کچھ دُور جا کر مٹ گئے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اچھا گھر جاؤ اور تلاش جاری رکھو۔ غروبِ آفتاب کے تھوڑی دیر بعد تھانہ نکھُو کا ایک سپاہی دھنّائل کے پاس آپہنچا کہ چلو تھانہ سے اپنے بیل لے آؤ۔ پولیس کی ایک گشت پارٹی نے دو چوروں کو بیلوں سمیت پکڑ لیا ہے۔ دوسرے دن آپ سے اجازت لے کر دھنائل تھانے گیا اور اپنے بیل لے آیا۔

تیسرے چور کے حصّے میں بھینس آئی تھی۔ گھر پہنچ کر اُس بھینس کا دودھ دوہا اور گھر کے سب خورد و کلاں نے مزے سے دودھ پیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب دودھ پینے والوں کے پیٹ میں شدت کا درد شروع ہو گیا اور تمام چیخنے چلانے لگے۔ چور سمجھ گیا کہ بھینس واپس کرنے سے ہی جان بچے گی۔ چنانچہ اس نے بھینس آوارہ مویشیوں کے پھاٹک میں پہنچا دی اور کسی شخص کے ذریعہ دھنّائل کو پیغام بھجوا دیا۔ دوسرے دن وہ جا کر اپنی بھینس بھی گھر لے آیا۔

محبّتِ شیخ اور اس کے ثمرات

کرمُونوالا کے ملحقہ گاؤں کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کا ایک نوجوان خوشی محمد جو تیا آپ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ معلوم نہیں اسکی کونسی ادا پسند خاطر آگئی کہ وہ خویش واقارب کو چھوڑ کر آپ کی محبت میں ہی مست و سرشار ہوگیا۔ ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے والدین اور رشتہ دار اسے ہمراہ لے جانے کے لیے آئے تو اُس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ وقت اسی طرح گزرتا گیا۔ ایک دن جوئیا قوم کا ایک بڑا زمیندار آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہنے لگا کہ میری صرف دو لڑکیاں ہیں۔ بڑی لڑکی شادی شدہ ہے۔ اگر آپ قبول فرمائیں تو میں اپنی چھوٹی لڑکی کا رشتہ آپ کے درویش خوشی محمد سے کرنے کو تیار ہُوں۔ چنانچہ آپ نے قبول فرما لیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد اُس شخص کی بڑی لڑکی قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی۔ اُس زمیندار کی بیوی نے کہا کہ بہتر ہے اب چھوٹی لڑکی ہم اپنے پہلے داماد کو ہی بیاہ دیں تاکہ مرحومہ بیٹی کے بچوں کی نگرانی ٹھیک طور پر ہوتی رہے۔ اُس شخص نے کہا کہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ مَیں حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک درویش کو اس لڑکی کا رشتہ کہہ آیا تھا اب میں کس منہ سے بات بدل سکتا ہُوں۔ تم چاہتی ہو تو جاؤ گھر میں مائی صاحبہ سے جا کر عرض کرو۔ چنانچہ وہ عورت گئی اور مائی صاحبہ کی خدمت میں اپنا مافی الضمیر عرض کر دیا۔ جب یہ بات حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اُس لڑکی کی شادی اب خوشی محمد سے ہی ہو گی۔ وہ عورت تو جواب دے کر گھر جا چکی تھی۔ لیکن وہاں پہنچنے پر اُس کو آرام کہاں نصیب تھا۔ متواتر تین چار رات تک گھر کا کوئی فرد چین سے نہ سو سکا۔ گھر کی ہر چیز سے وحشت ٹپکتی تھی۔ آخر دونوں میاں بیوی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ معافی مانگی اور اپنی بیٹی کا نکاح

خوشی محمد درویش سے کر دیا۔

کرم نوازی کے نرالے انداز

ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں علی محمد نے نہایت پریشانی کی حالت میں آپ سے اپنی تنگدستی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ علی محمد کوئی باغ ٹھیکہ پر لے لو۔ علی محمد نے عرض کیا کہ حضور میرے پلے تو کچھ بھی نہیں۔ باغوں کے مالک تو ٹھیکہ کی رقمیں پیشگی طلب کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "مولا کریم سب انتظام کر دیں گے"۔ شام کو جب حضرت صاحبؒ سے رخصت ہو کر میاں علی محمد اپنے گھر پہنچا تو گھر والوں نے کہا کہ تمہیں سودھی صاحب کا آدمی بلانے آیا تھا۔ میاں علی محمد تھوڑی دیر کے بعد سودھی زمیندار کے گھر گیا۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ میاں علی محمد کو دیکھ کر کہنے لگا کہ "ہم نے باغ ٹھیکہ پر دینا ہے تم لے لو۔ ٹھیکہ کی رقم گیارہ سو روپیہ ہو گی" میاں علی محمد نے کہا کہ میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر سودھی نے کہا کہ اچھا تم باغ کا مال فروخت کرنے کے بعد رقم دے دینا۔ میاں علی محمد نے کہا کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ باغ ایک سال کے لیے اسے ٹھیکہ پر مل گیا۔

دوسری صبح جب میاں علی محمد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو باغ ٹھیکہ پر لینے کا سارا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور چاندی کا ایک روپیہ میاں علی محمد کو عنایت فرما کر ہدایت کی کہ یہ روپیہ اپنے خزانہ میں رکھنا۔ اللہ کریم برکت فرما دیں گے۔ میاں علی محمد کا بیان ہے کہ اس سال باغ کے ٹھیکہ سے اتنا فائدہ ہوا کہ اس کی مالی حالت سدھر گئی اور گھر میں ہر چیز کی بہتات ہو گئی۔

مکروہات پر تنبیہ

ایک دفعہ موضع کرمونوالا کے ایک زمیندار گھرانے میں شادی

Marfat.com

کی تقریب تھی۔ رات کے وقت عورتوں نے سرِشام سے ہی راگ رنگ شروع کر دیا اور گاؤں میں ادھم مچا دیا۔ آپ نے گاؤں کے ایک معزز آدمی کے ذریعہ شادی والے گھر میں پیغام بھجوایا کہ راگ رنگ بند کر دو۔ یہ شرعاً ناجائز ہے اس سے درویشوں کی عبادت اور ذکر فکر میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ گھر کی عورتوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ خوشی کا موقعہ ہے۔ ہم تو خاموش نہیں رہ سکتیں۔ آپ نے پھر ایک درویش کو بھیجا کہ جا کر اُن کو سمجھاؤ کہ اس شیطانی حرکت سے باز رہیں مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہیں۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ گانے والی لڑکیاں اور بات نہ ماننے والی بڑی بوڑھیاں پیٹ کے درد کے باعث تڑپنے لگیں۔ گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ سب کو جان کے لالے پڑ گئے۔ آخر گاؤں کے چند معزز اور معمر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عاجزی سے معافی کے طلبگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی بھی گاؤں میں کسی قسم کا گانا نہیں ہوگا۔ جب سب نے اپنی غلطی تسلیم کر لی تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ جن کے پیٹ میں درد ہے ان سب کو اجوائن کی ایک ایک چٹکی دے دو۔ چنانچہ وہ سب شفایاب ہو گئیں اور اس کے بعد گاؤں میں کبھی بیاہ شادی کی محفلوں میں ناچ گانا نہ ہوا۔

ہر کس و ناکس پر نگاہِ کرم

میر منظور محمود ولی وارثی صاحب نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ امرتسر سے کرمونوالا شریف ضلع فیروزپور آپ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ قصور پہنچ کر گاڑی تبدیل کی تو میرے نزدیک ہی تین سکھ بھی آ بیٹھے۔ اُن میں سے دو ادھیڑ عمر کے تھے اور تیسرا نوجوان تھا۔ اُس کا نام دلدار سنگھ تھا۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ بھی میرے پیر و مرشد کی خدمت میں سلام عرض

Marfat.com

کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک سکھ نے بیان کیا کہ وہ ضلع منٹگمری، ساہیوال کے زمیندار ہیں اور دلدار سنگھ اُس کا بیٹا ایف اے میں پڑھتا ہے۔ اُسے پتھری کی شکایت ہو گئی تھی اور ڈاکٹروں حکیموں کے علاج سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ لڑکے کی والدہ اپنے بچے کا آپریشن کروانے پر ہرگز رضامند نہ ہوتی تھی۔ اسی اثنا میں کسی نے ہمیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ہم بچے کو ساتھ لے کر کرموں والے پہنچ گئے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بچے کو دیکھتے ہی فرمایا" سردار جی بچے کو پتھری کی شکایت ہے کوئی ڈر نہیں خیر ہو جائے گی۔ بچہ تو گھوڑے کی طرح ہو جائے گا" پھر دلدار سنگھ کو کہا کہ جامسجد کی ٹونٹیوں کا پانی خوب سیر ہو کر پی لے اور اس درخت کے نیچے جا کر لیٹ جا"۔ بچے نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ بچے کو خوب کھل کر پیشاب کی حاجت ہوئی اور ساتھ ہی اس کی ساری تکلیف ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔ اب ہم تو ہر سال آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے آتے ہیں۔

آنکھوں کی بینائی مل گئی

چوہدری امانت علی نے بیان کیا کہ تقسیمِ ملک سے کچھ عرصہ پہلے جب آپ موضع اچھے والا متصل فیروزپور چھاؤنی میں مقیم تھے ایک دن غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے ایک ادھیڑ عمر کا سکھ اور اُس کی بیوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہایت عجز و انکساری کے ساتھ عرض کیا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی ہے اور وہ دُعا کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے امانت علی کو بلایا اور کہا کہ یہ دو مہمان آئے ہیں ان کا خیال رکھنا۔ امانت علی اس کے بعد کام میں مصروف ہو گیا اور ان کا اسے مطلق خیال نہ رہا۔

Marfat.com

دونوں کے پاس کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں۔ وہ کھا پی کر خراس کے نیچے جا بیٹھے کہ اب کسی کو کیا تکلیف دینی ہے۔ رات یہیں بسر کر لیں گے۔

آدھی رات کے وقت آپ نے پھر امانت علی کو بلایا کہ ذرا خبردار رہو رات اندھیری ہے کچھ مشتبہ آدمی ڈیرہ کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔ امانت علی نے اپنے دو تین دوسرے ساتھیوں کو جگا کر خبردار کیا۔ وہ ہاتھوں میں ڈنڈے لے کر چاروں طرف گھومنے لگے۔ ایک درویش ولی محمد خراس کی طرف جا نکلا۔ خراس کے نیچے سے اُسے دو آدمیوں کی کھسر پھسر کی آواز آئی تو اس نے آگے بڑھ کر ان کو نکالا اور لاٹھیاں برسانی شروع کر دیں۔ بیچارے سکھ کے ماتھے پر ایک کاری ضرب لگی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ عورت کو بھی ایک لاٹھی لگی اور اس کی انگلیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر انہوں نے شور مچایا کہ ہم تو باباجی کی خدمت میں آئے تھے۔ دُور سے یہ بات سُن کر امانت علی شور مچاتا ہُوا بھاگا کہ "ان کو نہ مارو۔ اِن کو نہ مارو یہ اپنے آدمی ہیں"۔ پھر ان کی مرہم پٹی کی گئی۔ اور صبح کے وقت جب وہ آپؒ سے رخصت ہونے کے لیے گئے تو آپ نے فرمایا۔ سردار رب کریم نے خیر کر دی۔ بچّوں نے رات کو خیال ہی نہیں کیا۔ آپ لوگوں کو خواہ مخواہ پیٹ کے رکھ دیا۔ اچھا اب آپ جائیں، اور انہیں کچھ پھل وغیرہ دیئے۔

دو ماہ کے بعد وہ سکھ اپنے بیوی بچّوں سمیت پھر حاضر ہُوا۔ اس کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں اور دس بارہ سیر مصری کے علاوہ اور بہت سی اشیاء نذر نیاز پیش کیں۔

سلبِ مرض کا ایک واقعہ

کرمو نوالہ میں ایک شخص دین محمد عرف دینا گاؤں کا زمیندار تھا۔ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول کر کُپّا ہو گیا۔ علاج معالجہ کرتا رہا مگر کچھ افاقہ نہ ہُوا۔ جب سب

Marfat.com

طرف سے مایوسی نے گھیر لیا تو ناچار حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے آتے ہی اُس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ اُس نے عرض کیا "حضور پیٹ میں دو تین ماہ سے تکلیف ہے اور کھیتوں میں کام کاج کرنا تو کجا چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوں۔ آپ نے فرمایا "تم تندرست ہو جاؤ گے۔ لیکن میں رشوت لیا کرتا ہوں۔ تم بھی رشوت دے دو گے"۔ اُس نے دِل ہی دِل میں خیال کیا کہ دس بیس پچاس روپے لے لیں گے تو کوئی بات نہیں، اور عرض کیا کہ حضور دے دوں گا۔ مجھے تو صحت کی ضرورت ہے۔ کَلِّمِ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ کے تحت یہ ارشاد ہُوا۔ آپ مُسکرائے اور فرمایا "اچھا میرے ساتھ وعدہ کرو کہ داڑھی نہیں منڈواؤ گے اور نماز پڑھو گے یہی میری رشوت ہے"۔ اُس نے بدل وجان یہ بات ماننے کا عہد کر لیا۔ اِتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اچھا اب نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ کوئی سبیل سبیل میں کنوئیں سے ڈول کے ساتھ پانی ڈالے تاکہ وضو کر کے سب نماز ادا کریں۔ پھر اسی دین محمد کو پُوچھا "دین محمد تم پانی ڈال سکو گے یا بیماری کی وجہ سے معذور ہو؟" دین محمد نے اس ارشاد کے بعد اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کی اور اُٹھ کر بخوشی پانی کھینچ کھینچ کر سبیل میں ڈالنے لگا۔ حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ لاغری کی وجہ سے بمشکل چل کر دربار میں حاضر ہُوا تھا۔ ایک ہی نظر سے حضورؒ نے اس کی بیماری سلب فرما دی۔ پھر وہ نماز کا بھی پابند ہو گیا اور داڑھی بڑھا لی۔

تختۂ دار سے رہائی

ماسٹر خوشی محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن وہ کرمانوالہ شریف میں نمازِ عشاء کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضورؒ نے حکم دیا کہ دیوار سے لگی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر وقت بتاؤ۔ انھوں

Marfat.com

نے وقت بتایا تو آپ نے فرمایا "وقت درست کرنا ہے۔ تم سوئی چلاتے جاؤ جب گیارہ بجے پر سوئی آجائے تو تم ٹھہر جانا اور مجھے بتلانا" چنانچہ وہ سوئی گھماتے رہے اور گھنٹیاں بجتی رہیں جب گھڑی پر گیارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تو حضورؒ نے فرمایا کہ "تم بیٹھ جاؤ"۔ وہ بیٹھ گئے۔ حضورؒ اُٹھے اور گھڑی کے پاس جاتے ہی جلدی سے گھڑی کی سُوئی گیارہ بجے سے دس منٹ آگے کر دی اور فرمایا "اب وقت درست ہو گیا ہے" اس کے بعد آپ نے اُن کو فرمایا کہ جاؤ اب سو رہو۔ ماسٹر صاحب خیال کرتے رہے کہ یہ کیا حکمت ہے۔ سارا وقت میں نے درست کیا۔ صرف دس پندرہ منٹ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے آگے کیے لیکن اُن کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

چند دنوں کے بعد ایک بوڑھا دیہاتی اپنے دو نوجوان بیٹوں کے ہمراہ حاضر ہُوا۔ نوجوانوں کے سروں پر سرخ رنگ کی پگڑیاں تھیں۔ سب کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے حضورؒ نے فرمایا (کیوں بھئی کنوئیں گل ہوئی) یعنی مجھے بتاؤ کہ کس طرح سب بات ہوئی۔ نوجوان نے عرض کیا "حضور مجھے پھانسی کے تختے پر لے گئے تھے اور ایک افسر کی نظر گھڑی پر تھی۔ حکم یہ تھا کہ اس کو پُورے گیارہ بجے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ وہ وقت بتاتا رہا۔ جب گیارہ بجنے کے بالکل قریب ہوئے تو مَیں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ نمودار ہُوا اور اُس نے سوئی گیارہ بجے کی بجائے گیارہ بج کر دس منٹ پر کر دی۔ وقت پھانسی کا گزر چکا تھا اس لیے مجھے پھانسی کے تختہ سے اتار دیا گیا۔ افسر نے کہا کہ پھانسی کا وقت گزر گیا ہے وہ لڑکا بات بھی کر رہا تھا اور آپ کی جانب بھی غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی نظریں آپ کے دستِ مبارک پر جمی ہوئی تھیں۔ اُسی وقت بول اُٹھا "بس یہی ہاتھ مبارک تھا۔ جس نے گھڑی کی سوئی دس منٹ آگے کی تھی۔ مَیں نے پہچان لیا ہے"۔ حضورؒ نے مُسکرا کر فرمایا

Marfat.com

کہ کوئی اور ہاتھ ہو گا اور اُن کو کہا کہ کسی اور سے یہ بات نہ کرنا۔

ماسٹر خوشی محمدؔ کو رات کے وقت گھڑی کا وقت درست کرنے کی حکمت کا پھر علم ہُوا۔

طاقتِ گویائی عطا کر دی

کرمونوالہ شریف ضلع فیروز پور میں ایک دِن آپ محفلِ پاک سجائے بیٹھے تھے۔ایک صاحب خوش الحانی سے شاہنامۂ اسلام پڑھ رہے تھے۔اِسی اثنا میں ایک بابو صاحب آئے جن کے ہمراہ دس اور بارہ سال کے دو بچے تھے۔ بابو صاحب نے دونوں بچوں کو آپ سے کچھ فاصلے پر نیم کے درخت کے نیچے بٹھا دیا اور اپنی سوٹ ایک کے سپرد کر کے آپ رح کی مجلس میں آ بیٹھے۔آپ نے پُوچھا " بابو جی آپ کا نام کیا ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں"۔ بابو صاحب نے نام بتلانے کے بعد عرض کیا کہ وہ لدھیانہ سے آئے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔"کس طرح آئے ہو؟" اُس نے جواب دیا کہ"حضُور یہ میرے دو بیٹے ہیں جنہیں میں نے نیم کے درخت کے نیچے بٹھایا ہے۔ یہ دونوں گونگے ہیں"۔ آپ نے فرمایا کہ کیا یہ باتیں نہیں کرتے تو اُس نے جواب دیا کہ حضُور یہ دونوں باتیں نہیں کرتے۔ آپ نے پھر پُوچھا کہ یہ بات سُن لیتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ نہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ"بات نہیں سُنتے۔ ہاتھ کے اشاروں سے سمجھایا جاتا ہے"۔ تو آپ نے فرمایا۔ "بابو جی ایک صرف گونگے ہوتے ہیں اور ایک گونگے اور بہرے ہوتے ہیں تو یہ گونگے بھی ہیں اور بہرے بھی؟" یہ بات سن کر بابو صاحب گھبرا گئے اور اُن کو پسینہ آگیا۔آپ نے فرمایا۔" بابو جی گھبراؤ نہیں اللہ رحم کر دے گا"۔ اِس کے بعد آپ نے پھر نعت خوان کو اشارہ کیا اور آپ شاہنامۂ اسلام سننے لگے۔حضُور کبھی بچوں کی جانب نظر ڈالتے اور کبھی

اُن کے باپ کو تسلی دیتے تھے کہ گھبراؤ نہیں اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔ لیکن بابو صاحب کی گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ رہی تھی۔ اتنے میں نیم کے نیچے بیٹھے ہوئے دونوں لڑکے ایک دوسرے سے سوٹی چھیننے اور زور آزمائی کرنے لگے پھر وہ اونچی آواز سے اپنے باپ کو ابا ابا کہہ کر پکارنے لگے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ ابا یہ میری سوٹی چھینتا ہے اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ "ابا تو مجھے سوٹی دے کر گئے تھے۔ یہ سوٹی میری ہے"۔

یہ سُن کر حضرت صاحبؒ مُسکرائے اور ہنس کر فرمایا، "بابو جی! دیکھو وہ تو بول رہے ہیں آپ یونہی کہتے ہیں کہ وہ نہ بولتے ہیں نہ سُنتے ہیں"۔ خوشی سے باپ کی باچھیں کھِل گئیں۔ بچوں کو خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے شفقت سے اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا پھر وہ بابو صاحب بچوں کو ساتھ لے کر شاداں و فرحاں گھر کو روانہ ہو گئے۔

نُورِ فراست

قیامِ پاکستان سے تین چار سال پہلے آپ نے فیروز پُور چھاؤنی کے قریب موضع اچھے والا میں تقریباً ساٹھ ایکڑ اراضی بمعہ چاہ خرید کی۔ مالکِ زمین موہر سنگھ نامی ایک سکھ رئیس تھا۔ حکیم جمال الدین ان دنوں آپ کے مختارِ عام تھے۔ وہ فیروز پُور گئے اور دِن بھر کی تگ و دَو کے بعد بیعنامہ کی تحریر اور رجسٹری کے کاغذات مکمل کر لیے۔ اس پر صرف موہر سنگھ کے دستخط ہونے باقی تھے۔ کیونکہ وہ بیماری کی وجہ سے کچہری تک نہیں جا سکا تھا۔ حکیم صاحب اور موہر سنگھ کے بچوں کی اس یقین دہانی پر کہ موہر سنگھ کے دستخط کل کروا لیے جائیں گے۔ تحصیلدار نے رجسٹری کی تصدیق بھی کر دی۔ رجسٹری کی دستاویز لے کر حکیم صاحب عصر کے وقت آپؒ کی خدمت میں کرمول والا پہنچ گئے۔ آپ نے دستاویز دیکھی تو فرمایا کہ یہ تو نامکمل ہے اس پر موہر سنگھ کے دستخط نہیں ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ وہ بیماری

Marfat.com

کی وجہ سے کچہری تک نہیں آسکا تھا۔ کل اس کے دستخط گھر پر ہی کروالیے جائیں گے۔ فکر کی کچھ بات نہیں۔ یہ سُن کر آپؒ نے حکیم صاحب کو تاکید کی کہ ابھی واپس فیروز پُور جاکر موہر سنگھ کے دستخط کروائیں اور دستاویز مکمل کریں۔

حکیم صاحب اُسی وقت پھر فیروز پُور روانہ ہو گئے۔ مغرب کے بعد وہاں پہنچے اور سیدھے موہر سنگھ کے مکان پر گئے۔ اس کے لڑکوں سے دستخطوں کے لیے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کے باپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ فکر نہ کریں۔ کل دن چڑھے گا تو دستخط کروالیں گے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ اُن کو سہارا دے کر بٹھائیں اور ابھی دستخط ہو جائیں۔ مجھے حضرت صاحبؒ نے یہی تاکید کی ہے۔ چنانچہ موہر سنگھ کو سہارا دے کر بٹھایا گیا اور اس نے رجسٹری کی دستاویز پر دستخط کر دیے۔ حکیم صاحب دستاویز لے کر شہر میں کسی دوست کے ہاں جا ٹھہرے۔ صبح اُٹھ کر جب چلنے لگے تو خیال آیا کہ موہر سنگھ کی مزاج پُرسی کرتا چلوں۔ اُس کے مکان پر گئے تو گھر میں کہرام مچا ہُوا تھا اور پچھلی رات کو موہر سنگھ کی موت واقع ہو چکی تھی۔ حکیم صاحب کو پھر سمجھ آئی کہ آپ نے کیوں اُس کے دستخط حاصل کرنے کے لیے اِتنی تاکید فرمائی تھی۔

اولادِ نرینہ عطا ہُوئی

شیخ عبدالرحمٰن پاک پتن والے آپؒ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ اُنکے ہاں لڑکیاں تو تھیں۔ مگر جو لڑکا پیدا ہوتا وہ کچھ عرصہ کے بعد مر جاتا۔ دو تین لڑکے اسی طرح فوت ہو گئے۔ آخر پریشان ہو کر ایک موقعہ پر شیخ صاحب نے حضرت صاحبؒ کی خدمتِ عالیہ میں عرض کیا کہ حضور اُن کے ہاں لڑکا کوئی زندہ نہیں رہتا۔ لڑکے پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ دُعا فرمائیں مولا کریم کرم فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا "مولا کریم حیاتی والا بچہ دے دیں گے۔ اب جو بچہ پیدا ہو

Marfat.com

اس کا نام انعام اللہ "رکھیں"۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد جب لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام حسب ارشاد انعام اللہ رکھا گیا، اور اللہ کریم کے فضل سے وہ بچہ اس وقت شیخ صاحب کے گھر کی رونق و آبادی کا باعث ہے

معالج روحانی کا عجیب تصرف

بابو نور عالم ریلوے ڈویژنل آفس فیروزپور میں ملازم تھے۔ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص معتقدین میں سے تھے۔ اُن کے بڑے لڑکے مظہر الحق کا بایاں بازو ٹوٹ گیا۔ بچے کی عمر اُس وقت دس بارہ سال کی ہوگی۔ اُن ہی ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بازو کی تکلیف تھی۔ فیروزپور کے سول سرجن نے آپؒ کا علاج کیا لیکن بازو کی ہڈی کا جوڑ ٹھیک نہ ہوا۔ آخر دیسی علاج کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چوہدری والا ضلع لائلپور میں ایک مشہور معالج رہتے تھے۔ آپ نے وہاں جانے کی تیاری کر دی۔ بابو نور عالم نے بھی اپنے بیٹے مظہر الحق کو اسی حکیم کے پاس لے چلنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ یہ دونوں باپ بیٹا بھی آپ کے ہمراہ چک چوہدری والا جا پہنچے اور آپ کے ساتھ گاؤں کی مسجد میں اقامت اختیار کی۔

حکیم نے دونوں کے بازو دیکھے۔ حضرت صاحب کے لیے ایک تیل کی مالش تجویز کی اور بچے کے بازو کو دوسرے دن توڑ کر دوبارہ ٹھیک کر کے باندھ دیا۔ اسی طرح تین چار دن گزر گئے۔ وہ معالج حضرت صاحبؒ کا بازو دیکھنے کے لیے دن میں ایک دفعہ آتا اور سرسری معائنہ کر کے چلا جاتا۔ ساتھ ہی بچے کو بھی دیکھ جاتا۔ چوتھے پانچویں دن حکیم صاحب حسبِ معمول عصر کے وقت آئے۔ تو بچے کو بہت تکلیف تھی۔ اس کا بازو سوج گیا تھا اور اس میں شدت کا درد تھا۔ خوب غور سے

Marfat.com

معائنہ کرنے کے بعد اُس نے کہا کہ بچّے کا بازو تو خراب ہو گیا ہے۔ کل اگر فیصل آباد جاکر اسے کہنی کے قریب سے کٹوا دیا جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر دو دن بعد کندھے کے قریب سے کٹوانا پڑے گا۔ بابو نُور عالم نے یہ بات سُنی تو اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اسی بیقراری میں اُٹھ کر مسجد کے اندر حضرت صاحب کے پاس چلے گئے۔

آپ نے دریافت فرمایا۔ "بابو جی خیر تو ہے؟" بابو نور عالم نے جواب دیا، "حضور خیر ہے۔" آپ نے دریافت کیا "پھر کیا بات ہے۔" تو بابو نور عالم نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ "حضور حکیم نے کہا ہے کہ بچّے کا بازو خراب ہو گیا ہے اور کل فیصل آباد چل کر بازو کہنی کے قریب سے کٹوانا پڑے گا۔" یہ کلمات سُن کر آپؒ نے فرمایا۔ "بابو جی فکر نہ کریں۔ اللہ کریم خیر کر دینگے۔ بچّے کا بازو کاٹنا نہیں ہے یہ ٹھیک ہو جائے گا۔" بابو نور عالم کو تسلی ہو گئی۔ رات ہوئی تو کھانا کھا کر سب آرام کرنے لگے۔ صبح کو اُٹھے تو مظہر الحق کے بازو میں درد نہ تھا۔ حکیم صاحب نے جب آکر پٹی کھولی تو سوج اُتر چکی تھی اور بازو بالکل ٹھیک تھا۔ حکیم حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ حضرت صاحبؒ جو مریض کے رنگ میں اس کے پاس آئے ہوئے ہیں سب معالجوں سے بڑے معالج ہیں۔ اُن کی نظرِ کرم سے جسمانی اور روحانی امراض آناً فاناً دُور ہو جاتے ہیں۔ یہ اُن کا ادنیٰ تصرف ہے۔ گاؤں والوں کو اس واقعہ کا علم ہُوا تو لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے۔ ابرِ کرم برسنے کے لیے خود چل کر اُن کے گاؤں میں آگیا تھا۔ چنانچہ گاؤں کے بہت سے لوگ ہدایت پا گئے۔

نظرِ کرم سے حلِ مشکلات

شیخ عبدالرحمٰن پاک پتن سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عُرس کے موقعہ پر حضرت صاحبؒ

پاک پتن شریف کی مسجد عید گاہ میں قیام پذیر تھے۔ مغرب سے کچھ دیر پہلے حضور دیوان صاحب کا خادمِ خاص میاں رحیم حجام جناب دیوان صاحب کے بھیجے ہوئے کچھ تبرّکات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نہایت ادب سے سلام کیا اور تبرکات پیش کر کے خاموش بیٹھ گیا۔ آپ نے بڑے احترام کے ساتھ تبرکات رکھوائے اور پھر میاں رحیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ میاں رحیم بہت جہاندیدہ آدمی تھا۔ بہت سے بزرگوں کا نیاز حاصل کرنے کا شرف اُسے میسّر آچکا تھا۔ حضرت صاحب کو متوجہ پا کر عرض کیا "غریب نواز۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اتنے بڑے بزرگوں کی موجودگی میں اس خادم کا ایک چھوٹا سا کام کیوں اٹکا ہوا ہے۔" آپ نے فرمایا "میاں رحیم کیا بات ہے۔ بات تو کرو" میاں رحیم نے کہا۔ "حضور مَیں اپنے لڑکے کی سگائی ایک جگہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ لوگ مانتے نہیں ہیں" آپ نے بلاتوقف فرمایا۔ "میاں رحیم وہ تو مان گئے ہیں۔ فکر نہ کرو اللہ کرم کردیگا"۔ میاں رحیم ادا شناس تھا۔ سمجھ گیا کہ عُقدہ حل ہو گیا اور مراد حاصل ہوئی۔ اجازت لے کر واپس جناب دیوان صاحب کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ جب کام سے فارغ ہو کر رات گئی گھر پہنچا تو اس کے سمدھی اس کے گھر آئے بیٹھے تھے۔ اور وہ کہنے لگے کہ آج ہی سگائی کے لیے دن مقرّر کرلو۔

گُم شدہ بچّی کی بازیابی

غلام مصطفٰےؒ زرگر اور اس کا بھائی محمد بخش پاک پتن میں رہائش رکھتے تھے۔ محمد بخش کی پانچ چھ سالہ بچّی ایک دن گھر سے باہر کھیلتی ہوئی گم ہوگئی۔ گھر والوں کو سخت پریشانی کا سامنا تھا اسی پریشانی کے عالم میں دونوں بھائی حضرت قبلہؒ کی خدمتِ عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف میں حاضر ہوئے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپؒ نے اُن کو

تسلی دی اور فرمایا "جاؤ بچی گھر ہی آجائے گی، گھبراؤ نہیں"

دونوں بھائی واپس چلے گئے اور تلاش جاری رکھی۔ پولیس میں بھی اطلاع درج کروا دی۔ لیکن بچی کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔ پریشان ہو کر پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپؒ ہر مرتبہ تسلی دیتے کہ بچی مل جائے گی۔ اسی طرح تین سال گزر گئے۔ والدین کی بے قراری حد سے بڑھنے لگی، اور پھر آپؒ کے در اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپ نے پھر تسلی دی کہ بچی واپس گھر آجائے گی۔ فکر نہ کرو اور تسلی رکھو۔" آخر جب تقریباً چار سال کا عرصہ گزرنے کو آیا تو ایک دن غروب آفتاب کے وقت ان کے دروازے کے سامنے ایک جیپ کار آکر رکی۔ ایک تھانیدار کار سے باہر نکلا اور اُن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ غلام مصطفےٰ کا بھائی باہر آیا تو تھانیدار نے دریافت کیا کہ محمد بخش غلام مصطفےٰ زرگر کا یہی مکان ہے۔ محمد بخش نے کہا کہ "اسی کا نام محمد بخش ہے اور غلام مصطفےٰ اُس کا بھائی ہے۔" تھانیدار کو یقین ہوگیا تو اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ کار سے نیچے اُترے۔ ایک بچی بھی اُن کے ساتھ کار سے باہر نکلی۔ باپ نے بیٹی کو پہچانا اور خوشی سے باپ بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ چار سال سے بچھڑی ہوئی لڑکی جب گھر کے اندر گئی تو خوشی اور مسرت سے گھر میں ایک شور بپا ہوگیا۔ عورتیں رو رو کر اسے گلے لگا رہی تھیں۔ لڑکی کی دستیابی کے متعلق تھانیدار نے بتایا کہ لڑکی حیدرآباد سندھ سے ایک مکار نشہ باز فقیر سے ملی ہے۔ جو جرائم پیشہ تھا اور فقیروں کے بھیس میں اُن زرگروں کے مکان کے قریب ہی ایک کٹیا میں کچھ دن گزار چکا تھا۔ اب حیدرآباد جاکر آباد ہوگیا تھا۔ وہاں کسی شبہ کی بنا پر اسکی جھونپڑی پر پولیس نے چھاپہ مارا تو وہ لڑکی برآمد ہوئی۔

عازمِ حج کے لیے زادِ راہ

مولوی محمد حنیف صاحب نے حافظ سید محمد

سکنہ پاک پتن شریف سے سُن کر بیان کیا کہ ایک موقعہ پر وہ حضرت صاحبؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھے۔ حاضرین اپنی اپنی گزارشات یکے بعد دیگرے پیش کر رہے تھے دو معزز آدمیوں کی باری آئی تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ حج اور زیارتِ حرمین شریفین کا ارادہ رکھتے ہیں دُعا فرمائیں کہ انہیں یہ سعادت حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا "مولا کریم مہربانی فرماویں گے۔ آپ حج کر آئیں"۔ یہ سُن کر ایک نادار شخص جو مجلس میں موجود تھا بول اُٹھا کہ "حضور میں بھی حج کرنا چاہتا ہُوں۔ مگر میرے پاس کچھ زادِ راہ نہیں ہے" آپ نے مُسکراتے ہُوئے ایک چوّنی اُس کو دی اور فرمایا کہ "جاؤ تم بھی حج کر آؤ۔ یہ لو زادِ راہ۔" اُس شخص نے چوّنی سنبھال لی اور کچھ دِنوں کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا۔

حج کے لیے روانگی کے ایام آئے تو وہ دونوں آدمی جو پہلے آپ سے اجازتِ سفر لے چکے تھے۔ حج کے لیے تیار ہو گئے اور ٹکٹ لے کر کراچی چلے گئے۔ اُس شخص کو بھی خیال آیا کہ حضرت صاحبؒ نے زادِ راہ دیا تھا چلنا چاہیے۔ چنانچہ وہ بھی تھوڑا بہت سامان ساتھ لے کر روانہ ہُوا اور اسٹیشن پر جا پہنچا۔ کراچی جانے والی گاڑی کا وقت ہو چکا تھا۔ بابو صاحب کو چوّنی پیش کر کے کراچی کا ٹکٹ طلب کیا۔ بابو نے چوّنی واپس کر دی اور کہا کہ "جاؤ بابا گاڑی آنے والی ہے ٹکٹ کی کیا ضرورت ہے۔ تم گاڑی میں سوار ہو جانا تمہیں کوئی ٹکٹ نہیں پُوچھے گا۔" گاڑی آئی تو وہ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ راستہ میں اُس کو کسی نے نہ پوچھا اور وہ سیدھا کراچی پہنچ گیا۔

اسی طرح کراچی سے بعض مخیر حضرات نے جدّہ تک آمد و رفت کا انتظام کر دیا اور راستہ میں کسی نے بھی باز پُرس نہ کی۔ جدّہ میں جہاز سے اُتر کر مکہ معظمہ پہنچ گیا اور وہ چوّنی بدستور اس کے پاس تھی۔ وہاں سے مدینہ منورہ جانے کا بھی کوئی ذریعہ بن گیا اور اس طرح

Marfat.com

وہ حج اور زیارت سے مشرف ہوکر واپسی سفر کے لیے جدّہ سے بحری جہاز پر سوار ہوکر سارا سفر مکمل کر کے گھر پہنچ گیا۔ پھر وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے دریافت کیا کہ "سناؤ حج کر آئے"۔ عرض کیا کہ حضور آپ کے عنایت کردہ زادِ راہ کی برکت سے سارا سفر بآرام طے ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ "خوب ہوا لیکن ہاں وہ ہماری چونّی کہاں ہے"۔ اُس نے جیب سے چونّی نکال کر پیش کر دی۔ آپ نے چونّی لے کر فرمایا کہ "حج تو تم کر آئے ہو اب یہ ہماری چونّی ہمیں واپس کر دو"۔

نوٹ: راقم الحروف فقیر مؤلف نے جب یہ واقعہ مولوی محمد حنیف صاحب کی زبانی سُنا تو اس کو قلمبند کرنے میں تذبذب ہُوا۔ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھا۔ میں اس کتاب کی تالیف میں مصروف تھا۔ ایک دن صبح کے وقت تلاوتِ کلامِ پاک سے فارغ ہوکر ماہ ذوالحجہ کی مناسبت سے کتاب "فضائلِ حج" مؤلفہ مولانا الحافظ المحدّث محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اچانک صفحہ ۲۵۵ پر نظر رُک گئی۔ حضرت مولانا نے عنوان نمبر ۵۹ کے ماتحت ایک واقعہ درج کیا ہے۔ جو اس کتاب سے من و عن نقل کرتا ہوں۔ قارئینِ کرام اس واقعہ کو پڑھکر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت قبلہؒ اور متقدمین کے احوال میں کس قدر مماثلت ہے۔

(نقل)

(۵۹) حضرت ابوعمرو زجاجیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں حج کے ارادہ سے چلا اور حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ انہوں نے ایک درم مجھے عطا فرمایا۔ مَیں نے اس کو اپنے کمربند میں باندھ لیا۔ اس کے بعد جس جگہ بھی پہنچا۔ خود بخود میرا انتظام ہوتا چلا گیا۔ جب حج سے فارغ ہوکر حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر

Marfat.com

ہُوا تو آپ نے ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا کہ "لاؤ ہمارا درم"۔ مَیں نے خدمت میں پیش کر دیا۔ فرمایا "اِس کی مُہر کیسی پائی"۔ مَیں نے کہا "بڑی چالو"

(روض) ......

دُنیوی معاملہ کی درستگی

میر منظور محمود صاحب امرتسری حال مقیم لاہور بیان کرتے ہیں کہ وہ امرتسر سے اکثر آپ کی خدمت میں حصُول برکات و فیوض کے لیے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے دوپہر کی گاڑی سے جانے کا پروگرام بنایا۔ اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی روانگی کے لیے بالکل تیار تھی۔ ٹکٹ لینے کا وقت نہ تھا اس لیے بغیر ٹکٹ ہی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی چلدی اور سفر شروع ہو گیا۔ فیروزپور چھاؤنی پہنچے تو ٹکٹ انسپکٹر نے آکر ٹکٹ طلب کیا اور سختی سے ہمکلام ہُوا۔ معاملہ طول پکڑتے پکڑتے رہ گیا۔ غروبِ آفتاب کے قریب فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچے۔ راستہ میں اپنی بیٹری (ٹارچ) جلائی تو وہ ٹمٹما کر بجھ گئی۔ اُس کا بلب جل گیا۔

نمازِ مغرب کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحبؒ نے دریافت کیا۔ "وہ ٹی ٹی کیا کہتا تھا بڑا گستاخ تھا۔ مگر آپ نے بھی تو ٹکٹ نہیں لیا تھا، آپ اگر اطمینان سے ٹکٹ خرید کر گاڑی میں سوار ہوتے تو گاڑی آپ کو لے کر ہی آتی"۔ گویا مجھے بلا ٹکٹ سفر کرنے سے منع فرمایا۔ پھر خادم سے فرمایا کہ راستہ میں اِن کی بیٹری خراب ہو گئی ہے۔ اِن کی جائے قیام میں لالٹین جلا کر رکھ دینا۔

اولادِ نرینہ کیلیے دُعا

میر صاحب بیان کرتے ہیں کہ اُن کی شادی کے بعد اُن کے ہاں دو بچیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں جب تیسرے بچے کی ولادت کے آثار ظاہر ہوئے تو وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوئے اور اولادِ نرینہ کے لیے دُعا کی درخواست کی۔

آپ نے ایک شیرینی (پھل) ان کو دے کر ارشاد فرمایا کہ جا کر یہ پھل اپنی بیوی کو کھلا دینا۔ گھر واپس پہنچ کر حسب الارشاد وہ پھل انہوں نے اپنی بیوی کو کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی دُعا سے ایک تندرست و توانا اور خوبصورت بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام "میر منصور محمود" رکھا گیا اور وہ اب لاہور میں ایک کامیاب وکیل ہیں۔

سنگین مقدمات سے بریّت

میر محمود صاحب کا بیان ہے کہ غالباً ۱۹۳۳ء یا ۴۴ء کا واقعہ ہے کہ حکومتِ پنجاب نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم پر ایک سنگین مقدمہ کھڑا کر دیا۔ یہ مقدمہ مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کی عدالت میں زیرِ سماعت تھا۔ اُن پر جو الزامات عاید کیے گئے تھے اُن کے نتیجہ میں اُن کو سخت ترین سزا دی جا سکتی تھی۔ میر صاحب امرتسر کے رہنے والے تھے اور اُن کی شاہ صاحب سے راہ و رسم تھی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اُن کو کہا کہ مونوالہ شریف جا کر حضرت صاحب سے اُن کے حق میں دُعائے خیر کروائیں۔

چنانچہ وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بخاری صاحب کی طرف سے التجائے دُعا کی۔ اس پر آپ نے لٹھے کی ایک ٹوپی مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا کہ یہ ٹوپی سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو پہنا دیں اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں باعزت طور پر بری کر دیں گے۔ انجام کار مسٹر کھوسلہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو باعزت بری کر دیا۔

مخلصانہ خدمت کا صلہ

محمد مہرالدین کھوکھر سکنہ شیخوپورہ بیان کرتے ہیں کہ جوانی کے عالم میں ایک وقت اُن پر ایسا بھی آیا کہ وہ سخت

Marfat.com

آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ عین ممکن تھا کہ وہ پھسل جاتے اور پھر کہیں کے نہ رہتے مگر خوش قسمتی سے ان کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کا خیال پیدا ہُوا۔ وہ دربارِ عالیہ میں پہنچے اور کافی دنوں تک وہاں قیام کیا حتیٰ کہ طبیعت میں پختگی پیدا ہُوئی اور خیالات فاسدہ سے نجات مل گئی۔ ایک دن وہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک خادم آیا اور تین آدمیوں کو بُلا کر حضرت صاحبؒ کے پاس لے گیا۔ دربار شریف میں بڑا کمرہ زیرِ تعمیر تھا اور اس پر گارڈر چڑھائے جا رہے تھے۔ اُن گارڈروں کے سروں پر زنگ سے بچاؤ کے لیے تارکول لگایا گیا تھا۔ کوئی شخص آگے بڑھ کر انہیں اُٹھانے کے لیے نہیں نکل رہا تھا۔ کیونکہ کپڑے خراب ہونے کا ڈر تھا۔ محمد مہرالدین کہتے ہیں کہ مَیں نے اُس وقت سفید ریشمی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ اِس لیے میں بھی ذرا جھجک گیا۔ حضرت قبلہؒ سامنے کھڑے تھے۔ آپؒ کو دیکھتے ہی فوراً سیڑھی پر چڑھا اور گارڈر کو کندھے کا سہارا دے کر اوپر اُٹھایا اور دیوار پر رکھ دیا۔ سیڑھی سے نیچے اُتر کر دیکھا تو قمیص پر بہت بڑا داغ تارکول کا لگ چکا تھا۔ دل میں افسوس پیدا ہُوا کہ قمیص ضائع ہو گئی۔ حضرت قبلہؒ اس وقت دروازے میں کھڑے تھے۔ آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ جاؤ اب آرام کرو۔ ساتھیوں کے ساتھ جب مَیں باہر نکلنے لگا تو میرے کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ "انسان کو جسم کے داغ سے بچنا چاہیے۔ کپڑے کے داغ معمولی ہوتے ہیں۔" اس وقت حضور میری ظاہری اور باطنی اصلاح کی طرف متوجہ تھے تھوڑی دیر بعد نہانے کی غرض سے جب قمیص اتاری تو دیکھا کہ جہاں تارکول کا داغ تھا وہ جگہ دوسری قمیص سے زیادہ سفید تھی۔ مَیں اُس وقت دل و دماغ میں ایک انقلاب سا محسوس کر رہا تھا۔ جب دوسرے دن اجازت لے کر گھر پہنچا تو حالات بدل چکے تھے اور

Marfat.com

آنے والا حادثہ ٹل چکا تھا۔ حضُور نے نہ صِرف باہر کے داغ دھو دِیے بلکہ اندر کے داغ بھی نظرِ کرم سے صاف کر دِیے۔

ریاستِ فرید کوٹ کے حکمرانوں پر نظرِ کرم

حضُور کو تمام مخلوقِ خدا سے محبّت تھی۔ اپنے گاؤں اور گرد و نواح کے لوگوں کے لیے آپ بالخصوص سراپا رحمت تھے۔ حتیٰ کہ جو لوگ مخالفت کرتے اُن سے بھی آپ پیار، محبّت اور خوش خلقی سے پیش آتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اوّل تو یہ عاشقِ الٰہی ہوں اگر یہ مقام نہیں تو کم از کم جنّت کے تو حقدار بن جائیں۔ جس طرح حضُور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ملک عرب کا حال تھا بعینہٖ آپؒ کے گاؤں کے قریباً قریباً تمام لوگ جرائم پیشہ تھے۔ جوا کھیلنا۔ شراب پینا۔ چوری۔ ڈاکہ زنی۔ بد معاشی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی کرنا ان کے مرغوب مشغلے تھے حتیٰ کہ ملحقہ ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں نے پولیس کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ موتلے گاؤں کا کوئی آدمی ریاست میں داخل ہو تو اُسے فی الفور گرفتار کر لیا جائے کیونکہ وہاں کے باشندوں کی اکثریت جرائم پیشہ ہے اور ریاست میں نقصِ امن کے لیے آتے ہیں۔

حضُورؒ نے جب اپنے آبائی گاؤں میں اقامت اختیار کی اور آفتابِ ولایت کا نُورِ ہدایت دُور و نزدیک پھیلا تو ریاست فرید کوٹ کے نئے راجہ کی ماں خود چل کر آپؒ کی خدمت میں آئی۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور ہمارے خاندان میں زمانہ قدیم سے یہ المناک صُورتِ حال ہے کہ جب ہمارا کوئی نیا راجہ گدی پر بیٹھتا ہے تو وہ گدی نشینی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مر جاتا ہے۔ گدی نشین ہونے سے پہلے خواہ جتنا عرصہ جی لے۔ حضورؒ نے

Marfat.com

رانی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "مائی جاؤ اب ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ کریم خیر و برکت کر دینگے۔ آپ محلات نئی جگہ تعمیر کرلیں۔" چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور کچھ عرصہ بعد وہ رانی اور نیا راجہ بہت کچھ نذر نیاز لے کر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ سلام کے بعد عرض کی کہ حضور فریدکوٹ تشریف لے چلیں۔ وہاں ہر ایک چیز حضُور کے قدموں میں حاضر کر دی جائے گی۔ آپ نے دعائیں دے کر رخصت کیا اور فرمایا کہ ہم تو اللہ کے حکم کے ماتحت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی مرضی سے نہیں۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ پرانے محلات کی تعمیر کے وقت اس وقت کے راجہ نے کہیں حضرت بابا فریدؒ الدین گنج شکر کو مزدوروں میں بیگار کے طور پر رکھا ہُوا تھا۔ اور اس مردِ خُدا کی زبانِ مُبارک سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ "باہر سُکھ تے اندر دُکھ" اس لیے کئی پشتوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا تھا۔ چنانچہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادِ مبارک سے بچاؤ کی صُورت نکالنا بھی اُن کے ہی مقبولِ بارگاہ صاحبِ کمال مردِ یگانہ کا حصّہ تھا۔

حضورؒ سے فیض یاب ہونے کے بعد اِسی راجہ نے نیا حکم جاری کیا کہ کرمونوالے شریف کا کوئی بھی آدمی ریاست میں آئے تو اس کی ہر طرح سے خاطر مدارات کی جائے۔ اگر گاڑی بان ہو تو اس کے بیلوں کو سرکاری خرچ پر چارہ وغیرہ دو۔ روٹی کھلاؤ۔ بستر دو اور ہر طرح سے خاطر مدارات کرو۔ اور راجہ حضورؒ کے غلاموں کو شوق سے ملازمت میں قبول کرتا تھا۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کاروبار میں برکت کی دُعا

میاں غلام مصطفیٰ غازی مالک غازی اینڈ کمپنی انجینئرز میاں چنوں لوہے کا معمولی کاروبار کرتے

تھے۔ اُنہوں نے بڑی محنت سے (وِھیٹ تھریشر) گندم گاہنے کی مشین تیار کی۔ لیکن اسکی کارکردگی اچھی نہ تھی۔ اس میں چند ایسے نقائص تھے جو اُن کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور مشین تسلی بخش طور پر کام نہیں کر رہی تھی۔ اِسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلام کے بعد خاموش بیٹھ گئے۔ دریائے کرم جوش میں آیا اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "غازیا! فکر نہ کرو تمہاری مشینیں بہت چلیں گی"۔ اِس ارشاد سے مطمئن ہو کر وہ میاں چنوں واپس پہنچے۔ پہلی مشین کے نقائص دُور کر کے نئی مشین تیار کی، جس کی کارکردگی بے حد تسلی بخش تھی۔

بعدازاں اُن کے کارخانہ کی بنی ہوئی مشینیں مغربی پاکستان میں سب جگہ قبولیتِ عامہ حاصل کر گئیں اور غازی صاحب نے ایک بڑا کارخانہ زرعی آلات بنانے کا بھی قائم کر لیا۔

آپ کی عظمتِ شان کا اعتراف

میر منظور محمود ولی وارثی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مشہور و معروف شاعر نفیس خلیلی مرحوم سے اُن کی ملاقات ہو گئی۔ نفیس خلیلی بدعات اور رسومات کے خلاف زور دار نظمیں لکھا کرتے تھے۔ اُن نظموں میں اکثر پیروں فقیروں کے خلاف بھی لکھ جاتے تھے۔ مگر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے۔

چنانچہ مَیں نے اُن سے پوچھ ہی لیا "نفیس صاحب! آپ تو عام پیروں فقیروں کے قائل نہیں ہیں مگر یہ دیکھا ہے کہ آپ حضرت کرمانوالے شاہ صاحب کا نامِ مبارک ادب سے لیتے ہیں؟"

کہنے لگے "ولی بھائی سید اسمٰعیل شاہ صاحب کا مَیں بھی قائل ہوں۔ ایک تو ان کے

ہاں وہ بدعتیں نہیں جو اسلام کا حلیہ بگاڑتی ہیں دوسرے اس احترام کے پس منظر میں ایک قابلِ ستائش واقعہ بھی ہے۔ ہمارے دفتر کے ایک کلرک نے کسی موقع پر بامرِ مجبوری پٹھانوں سے کچھ رقم قرض لی تھی۔ ہر ماہ تقریباً ساری تنخواہ سُود میں ادا ہو جاتی اور خانگی ضروریات پُوری کرنے میں سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کسی نے اُس مصیبت کے مارے کو بتایا کہ حضرت کرمانوالہ جا کر شاہ صاحب سے دُعا کراؤ۔ اُمید ہے اُن کی دُعا سے یہ بلا ٹل جائے گی۔

یہ بے چارہ ایک دن وہاں جا حاضر ہُوا۔ حضُور کی محفل میں کافی ہجُوم تھا۔ اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرِ مجلس اپنا مدعا بیان کرے اور تخلیہ کی کوئی صُورت نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے گئے۔ مطلوبہ رقم ایک بکس سے نکال کر اسے عنایت کی اور کہا "بالوجی جاؤ اطمینان سے قرض ادا کرو آئندہ ان نامرادوں سے قرض نہ لینا۔"

ولی بھائی بتاؤ ایسے پیر کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ بھائی وہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کو بدعات سے کیا واسطہ۔ وہ تو خالص اسلام ہے۔ خالص اسلام۔ بھلا میں ان کے خلاف کیسے لکھ سکتا ہُوں۔"

مُریدؓ کے حال سے کامل آگاہی

قیامِ پاکستان سے چند ماہ بعد آپ پاک پتن میں عید گاہ میں مقیم تھے۔ صوفی نور عالم بھی فیروزپور سے آپ کے ہمراہ پاک پتن آ گئے تھے۔ اپنے بال بچوں کو ایک مکان میں ٹھہرانے کے بعد صوفی نور عالم ایک دن قصور چلے گئے تاکہ ہندوستان سے بعد میں آنے والے قافلوں سے اپنے آدمیوں کو تلاش کر کے لائیں۔ اُن کو وہاں آٹھ دس دن رُکنا پڑا۔ اسی اثناء میں کسی نے

صوفی نور عالم کے گھر جا کر کہدیا کہ اُن کو قصور میں سکھوں کے قافلہ والوں نے شہید کر دیا ہے۔ یہ سُنتے ہی گھر میں کہرام مچ گیا۔ آپ مسجد عید گاہ میں قیام پذیر تھے۔ کسی نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ "نہیں یہ بات غلط ہے۔ صوفی نور عالم فوت ہو جائیں اور ہمیں علم نہ ہو وہ بالکل صحیح سلامت ہیں"۔ لیکن اُن کے اہل و عیال کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔ دوسری صبح نماز فجر کے بعد آپؒ خود بابو نور عالم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بیوی بچوں کو تسلی دے کر فرمایا کہ "گھبراؤ نہیں وہ زندہ ہیں اور جلدی گھر آجائیں گے"۔ چنانچہ صوفی صاحب دوسرے تیسرے دن گھر واپس پہنچ گئے۔

لاعلاج مریض کی صحتیابی

غازی انڈسٹریز لمیٹڈ کے مالک میاں غلام مصطفٰے کے بڑے بھائی سائیں غلام نبی آرے والے ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج پر ہزاروں روپے پانی کی طرح بہا دیئے۔ لیکن دن بدن مریض کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بدن کی رگیں اور پٹھے کھنچ گئے۔ چلنا پھرنا تو درکنار حرکت کرنا بھی ناممکن ہو گیا۔ گردن اکڑ گئی اور حلق سے پانی بھی نہیں اترتا تھا۔ الغرض سائیں غلام نبی ہڈیوں کا محض ایک ڈھانچہ بن کر رہ گئے۔

اِس مایوسی کے عالم میں غازی صاحب کو حضرت صاحبؒ قبلہ کی طرف رجوع کرنے کا خیال آیا۔ ایک کار میں بھائی کو بٹھا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ میں پہنچ گئے۔ یہ فقیر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ غازی صاحب جب اپنے بھائی کو دونوں بازوؤں میں اُٹھائے ہوئے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "مولوی جی! وہ دیکھیں غازی کیا اُٹھائے چلا آرہا ہے"۔ مَیں نے دل میں خیال کیا کہ کوئی بیمار ہے اور بیمار کو

Marfat.com

آپ اپنے پاس آنے نہیں دیتے۔ اِس لیے جاکر انہیں روکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "نہیں مولوی صاحب! ان کو آنے دیں"۔ اِتنے میں غازی صاحب نے اپنے بھائی کو لاکر آپ کے سامنے صف پر بٹھادیا۔ آپ مُسکرائے اور فرمایا کہ یہ تو گھوڑے کی مانند ہو جائے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں"۔ پھر کنوئیں سے پانی منگوا کر دیا تو مریض نے چند گھونٹ پی لیے۔ کچھ دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ لنگر کا کچھ کھانا بھی اسے کِھلاوَ۔ چنانچہ چند لقمے کھانے کے بھی حلق سے نیچے اُتر گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ فضل کر دے گا۔ دوائی کی اب کوئی ضرورت نہیں"۔ چنانچہ چند دنوں میں سائیں غلام نبی کی صحت بالکل ٹھیک ہوگئی۔

مالیخولیا سے شفا

ملک کرم داد صاحب چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب نے بیان کیا کہ وہ ضلع ساہیوال میں بطور ڈپٹی کمشنر متعین تھے۔ ایک دن وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اُن کے ہمراہ ضلع سرگودھا کی ایک اور معزز ہستی ملک نور محمّد ٹوانہ بھی تھے۔ ملک نور محمّد کچھ عرصہ سے بعارضہ مالیخولیا وامراضِ سوداوی بیمار تھے۔ اِس لیے اُن کے اعزّہ واقربا سخت پریشانی میں مُبتلا تھے۔ ملک کرم داد صاحب نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں ملک نُور محمّد کی شفایابی کے لیے دُعا کی اِلتجا کی۔ حضرت صاحبؒ نے اُن کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ مولاکریم شفا عطا فرمادینگے۔ یہ تو ٹھیک ہیں"۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اس موذی مرض سے نجات پاگئے اور پھر کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی۔

نیز ملک کرم داد صاحب موصوف نے بیان کیا کہ اُس سال بہت خشک سالی تھی۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے۔ مَیں نے حضرت صاحب رحؒ کی خدمت میں بارانِ رحمت کے نزول کے لیے بھی دُعا کی درخواست کی۔ آپ کی دُعا کی

Marfat.com

برکت سے اُن ہی ایام میں خوب بارش ہوئی۔

پولیس افسر کی فوری ترقی

مرزا محمد عباس اوکاڑہ میں بطور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کام کر رہے تھے۔ ایک دن وہ شیخ خادم حسین انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی (اوکاڑہ) کے ہمراہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ یہ فقیر اُس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھا۔ شیخ خادم حسین نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرزا صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا "یہ مرزا محمد عباس صاحب اوکاڑہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہیں"۔ آپ نے فرمایا "یہ ڈپٹی تو نہیں یہ تو بڑے کپتان ہیں"۔ پھر مرزا صاحب سے باتیں ہوتی رہیں اور آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی آپ مظفر گڑھ بھی گئے ہیں یا نہیں۔ وہاں بہت اعلیٰ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔ وہاں جائیں تو ہمارے لیے کھجوریں بھیجیں"۔ بعد میں اُن کو رخصت کیا۔

ملاقات کے بعد مرزا صاحب سیدھے اپنے دفتر میں گئے۔ اُن کی میز پر تار کے ذریعے حکم آیا پڑا تھا کہ آپ کو بطور سپرنٹنڈنٹ پولیس مظفر گڑھ تبدیل کیا جاتا ہے۔ فوراً جا کر چارج لیں۔ مرزا صاحب اُسی وقت پھر اپنی جیپ گاڑی میں واپس حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عقیدت پیش کیا۔

پریس کے لیے کشادہ قطعہ زمین

ماسٹر محمد احسان مرحوم مالک پیکو آرٹ پریس لاہور آپ کے خاص عقیدتمندوں میں سے تھے۔ اُن کا پریس موچی دروازہ کے باہر برکت علی اسلامیہ ہال کے قریب ایک کرایہ کے مکان میں بہت عرصہ سے قائم تھا۔ پاکستان بننے کے بعد مالکانِ مکان نے ماسٹر محمد احسان مرحوم کو مکان خالی کرنے کا نوٹس دینے کے بعد مقدمہ بازی شروع کر دی۔ ماسٹر صاحب نے

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا مولا کریم کوئی بہتر سبب بنا دیں گے۔

اُن ہی ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرس کے موقع پر ماسٹر محمد احسان کی کار میں شرقپور شریف تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ کے ہمراہ سیٹھ محمد شفیع اور ماسٹر محمد احسان کے علاوہ یہ فقیر بھی تھا۔ جب ہم سب ملتان روڈ پر بیگم کوٹ سے آگے بڑھے تو آپ نے سڑک کی بائیں جانب نظر کر کے ہاتھ اٹھا کر فرمایا "ماسٹر صاحب اپنے پریس کے لیے ایسی جگہ موزوں ہے"۔

حضرت کرمانوالہ شریف سے دوسرے دن ماسٹر محمد احسان آپ سے رخصت حاصل کر کے واپس لاہور پہنچے تو اپنے ایک خاص آدمی کو اُس علاقہ کے پٹواری مال کے پاس بھیجا۔ کاغذاتِ مال دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں تقریباً چار پانچ ایکڑ رقبہ سرکاری اراضی کا خالی پڑا ہے۔ ماسٹر صاحب نے اس رقبہ کی فرد حاصل کر کے محکمہ انڈسٹری کے ذریعے پنجاب گورنمنٹ کے پاس حصولِ اراضی کے لیے درخواست دے دی۔ چنانچہ یہ رقبہ اُن کو صرف دس ہزار روپے فی ایکڑ کے عوض مل گیا۔ بعد میں ان کے مخالفین نے اس حکم کی منسوخی کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف اور کرم نوازی کی وجہ سے کسی کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اب اِسی جگہ پیکو آرٹ پریس کی نئی شاندار عمارت واقع ہے

مخلص مرید کی جانب توجّہ

رائے نیاز احمد خاں نے ایک موقعہ پہ بیان کیا کہ وہ چیچہ وطنی سے لاہور آتے اور جاتے ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر گزرا کرتے تھے۔ ایک دفعہ لاہور سے شام کے قریب واپس روانگی

Marfat.com

ہوئی۔ مستورات بھی ہمراہ تھیں۔ اس لیے خیال کیا کہ سیدھے ہی بغیر سلام کے نکل چلتے ہیں۔ جب اوکاڑہ کے دیپالپور چوک میں پہنچے تو کار کا انجن یک لخت بند ہو گیا۔ ڈرائیور نے انجن کو غور سے دیکھا اور کار کو چلایا تو چل پڑی لیکن چند قدم آگے جا کر پھر رُک گئی۔ تین چار مرتبہ ایسا ہی ہُوا۔ رائے نیاز احمد خاں نے کہا کہ میرے دِل میں خیال آیا کہ ہم بغیر سلام کیے جا رہے ہیں کہیں اسی وجہ سے رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ ڈرائیور کو کار واپس حضرت کرمانوالا شریف کی طرف لے جانے کے لیے کہا۔ کار بالکل ٹھیک چلنے لگی۔ انہوں نے جا کر خدمت عالیہ میں حاضری دی اور معذرت کی پھر اجازت لے کر روانہ ہوئے اور بخیر و خوبی گھر پہنچ گئے۔

روئی کے کارخانہ کی الاٹمنٹ

رائے محمد اقبال احمد خاں اور رائے نیاز احمد خاں دونوں بھائی موضع رائے کوٹ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد وہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں آکر قیام پذیر ہو گئے۔ کپاس کے ایک کارخانہ میں جو کہ اب رائے کاٹن فیکٹری کے نام سے مشہور ہے رہائش اختیار کر لی۔ اس کارخانہ اور اس میں واقع مکانات کی عارضی الاٹمنٹ اُن کے نام ہو گئی۔ دو تین سال بعد جب مستقل تقسیم کا سلسلہ شروع ہُوا تو رائے کاٹن فیکٹری کی عارضی الاٹمنٹ منسوخ ہو گئی اور اس کی نیلامی کا حکم بھی صادر ہو گیا۔ اب دونوں بھائیوں (رائے صاحبان) کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ کارخانہ ہاتھ سے جاتا رہا تو سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہے گی۔ اس پریشانی کے عالم میں دونوں بھائیوں نے نیلامی کی تاریخ سے ایک دن پہلے حضرت کرمانوالہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور اگر کارخانہ ہاتھ سے نکل گیا تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور چیچہ وطنی میں رہنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی۔ آپؒ نے اُن کو تسلی دی اور فرمایا:

Marfat.com

"رائے صاحب! آپ بالکل نہ گھبرائیں اللہ کریم فضل کر دیں گے اور کارخانہ ہمیں ہی ملیگا"۔

دوسرے دن آپ نے جناب صاحبزادہ سیّد عثمان علی شاہ صاحب اور اس فقیر کو بُلا کر فرمایا کہ جاؤ چیچہ وطنی میں رائے صاحب کو نیلامی میں کارخانہ لے کر دینا ہے صُوفی نور عالم کو بھی ساتھ لے جاؤ چنانچہ ارشاد کے مطابق ہم تینوں چیچہ وطنی پہنچ گئے۔

نیلامی شروع ہوئی۔ ایک ریٹائرڈ بریگیڈیر جو سیٹلمنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز تھے نیلامی پہ مامور تھے۔ بولی جلد ہی تین لاکھ تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ رائے صاحب گھبرا گئے اور تھرائی ہوئی آواز سے چالیس ہزار کہا۔ یہ سُنتے ہی بریگیڈیر صاحب اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور گرجدار آواز میں ایک دو تین کہہ کر بولے کہ یہ فیکٹری ہم نے رائے صاحب کو دے دی ہے اور یہ ان کے پاس ہی رہے گی۔ دوسرے خواہشمند حضرات کو اور کارخانے دیے جا سکتے ہیں۔ اس کارخانہ کے لیے کوئی شخص اپیل بھی نہ کرے۔ واپس جا کر جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سب ماجرا بیان کیا گیا تو آپ نے رائے نیاز احمد خاں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کارخانہ اب ہمارا ہی رہے گا۔ اِسے کوئی نہیں لے سکتا۔ چنانچہ اپیلیں کرنے والوں کی اپیلیں بھی ناکام رہیں۔

پابندیٔ وقت کے لیے تصرّف

اجمیر شریف سے واپسی پر ایک دفعہ آپ سبزی منڈی دہلی میں بابو نثار احمد خاں کے مکان میں فروکش ہُوئے۔ آپ کے ہمراہ دس بارہ اشخاص تھے۔ صبح کے وقت جب آپ روزمرہ کے وظائف سے فارغ ہُوئے تو ریلوے کے چیف میڈیکل افسر کا فرزند حاضر ہُوا اور معذرت کی کہ اباجی مصروفیت کے باعث خود حاضر نہیں ہو سکے اور اُسے بھیجا ہے کہ سب ہمراہیوں سمیت دوپہر کے کھانے کی دعوت قبول فرمائیں۔

Marfat.com

آپ نے دعوت قبول فرمالی۔

چلتے ہُوئے نوجوان نے عرض کیا کہ حضور اباجی نے کہا تھا کہ ٹھیک ایک بجے سب حضرات کوٹھی ۲۱ نئی دہلی تشریف لے آئیں۔ ذرا پابندیٔ وقت کا خیال رہے۔ آپ نے فرمایا۔ "بھئی ہمارے سب بیلیوں کے پاس گھڑیاں تو نہیں ہیں بہرحال ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

اُس کے چلے جانے کے بعد سب احباب مختلف مقاصد کے لیے اجازت حاصل کر کے روانہ ہو گئے۔ یہ فقیر بھی تین ساتھیوں کے ہمراہ جن میں رائے نیاز احمد خاں مرحوم اور حاجی عطا محمد خاں بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محبُوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں سلام کے لیے چلا گیا۔ سب احباب کو آپ اجازت دیتے جاتے تھے اور ساتھ ہی فرما دیتے تھے کہ ایک بجے نئی دہلی کوٹھی ۲۱ میں پہنچ جانا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس صرف ایک صاحب رہ گئے۔

ایک بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ آپ کے سب ہمراہی کوٹھی ۲۱ والے چوک میں مختلف اطراف سے آتے ہوئے جمع ہو گئے اور ٹھیک ایک بجے آپ بھی ایک جانب سے ایک ساتھی کے ہمراہ مُسکراتے ہُوئے تشریف لے آئے۔ پھر آپ نے گھڑی پر وقت دیکھا اور سب کو ساتھ لے کر ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں داخل ہُوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا وہی فرزند استقبال کے لیے موجُود تھا۔ آگے بڑھ کر معذرت کرنے لگا کہ اباجی کا ابھی ابھی ٹیلیفون پر پیغام آیا ہے کہ وہ ایک بڑے اپریشن کی وجہ سے رُک گئے ہیں اور آدھا گھنٹہ دیر سے آئیں گے۔

آپ نے مسکراتے ہُوئے فرمایا "برخوردار ہم تو ٹھیک وقت پر پہنچ گئے ہیں۔"

Marfat.com

چنانچہ ہم سب کھانے سے فارغ ہو چکے تھے کہ ڈاکٹر صاحب گھر پہنچے۔

ٹیوب ویل درست ہو گیا

مولوی حکیم احمد دین صاحب مانگامنڈی والے بیان کرتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد مجھے اپنی بیکانیر والی زمین کے عوض ضلع گوجرانوالہ میں وسیع رقبہ مل گیا۔ مَیں نے اِس رقبہ کی آبپاشی کے لیے ٹیوب ویل لگانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایک ٹھیکیدار سے معاوضہ طے کرنے کے بعد ٹیوب ویل نصب کرنے کا کام شروع ہُوا۔ جب کھُدائی (بور) ۲۷۵ فٹ پر پہنچی تو یک لخت اس سے نیچے کھُدائی رُک گئی۔ آٹھ دن تک سخت کوشش کے باوجُود کام رکا رہا۔ نہ نیچے گہرائی پر بور جاتا تھا اور نہ ہی نالیں اوپر کی طرف نکلتی تھیں۔ مایوس ہو کر کام بند کر دیا۔ ٹھیکیدار سخت پریشان تھا کہ بجائے کمانے کے یہاں تو اب سارے سامان کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اور اس طرح ناقابلِ برداشت مالی نقصان ہوگا۔ مولوی حکیم احمد دین کو اپنی جگہ سخت پریشانی تھی کہ ٹیوب ویل نصب نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ حکیم صاحب اس پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے۔ آپ نے دُور سے دیکھتے ہی فرمایا، "وہ میرا پیر بھائی آگیا — آبھائی حکیماں! تمہارا ٹیوب ویل تو ٹھیک ہو گیا ہے۔ غم نہ کرو۔" حکیم صاحب کو زبان سے کچھ عرض کرنے کی نوبت ہی نہ آئی ع

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال

پھر حکیم صاحب کے لیے کھانا منگوایا اور اُن کو اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا اور تسلی دیتے رہے۔ بعد دوپہر حکیم صاحب جب آپ سے رخصت ہو کر گھر پہنچے تو عین اسی وقت جب آپ نے فرمایا تھا "حکیماں تمہارا ٹیوب ویل ٹھیک ہو گیا ہے"۔ بور خود بخود بارہ فٹ

Marfat.com

نیچے چلا گیا تھا۔ شہتیریاں وغیرہ ٹوٹ گئی تھیں۔ لیکن باقی سب کام ٹھیک تھا۔ چنانچہ ٹیوب ویل کا کام بخیر و خوبی مکمل ہو گیا۔

دریا کا رُخ بدل گیا

مولوی حکیم احمد دین نے یہ بھی بیان کیا کہ مَیں نے دریائے راوی کے کنارے اپنی کچھ اراضی کی آبپاشی کے لیے ایک بڑا دو رہٹ والا کنواں لگوایا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کنوئیں کے ارد گرد درخت بھی لگ گئے اور مکانات بھی تعمیر کر لیے۔ وہاں خوب چہل پہل اور آبادی ہو گئی۔

چند سالوں بعد ایک دفعہ اچانک موسمِ برسات میں دریا کا پانی میرے کنوئیں کی جانب بڑھنے لگا اور تھوڑے ہی دنوں میں عین کنوئیں کے نزدیک آ پہنچا میرے مزارعین نے مکان گرا کر لکڑیاں محفوظ جگہ پہ دُور ہٹا لیں۔ درخت کاٹ لیے اور پانی اسی اثنا میں کنوئیں کی طرف تیزی سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کنوئیں کی جنوبی دیوار سے پانی کی لہریں ٹکرانے لگیں۔ مَیں سخت پریشان ہُوا کہ اب کنواں برباد ہو جائے گا اور بہت نقصان ہو گا۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے چل پڑا۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: "حکیم جی فکر نہ کرو تمہارے کنوئیں کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔" پھر کمال شفقت سے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور علمی باتیں شروع ہو گئیں۔ دوپہر کا کھانا اپنے پاس بٹھا کر کھلایا اور فرمایا "حکیم صاحب کچھ دن ہمارے پاس ٹھہر جائیں" لیکن فکرمندی کے باعث مَیں رخصت حاصل کرنے کے لیے اصرار کرتا رہا۔ چنانچہ رخصت حاصل کر کے شام کو گھر پہنچا۔ دریا کی موجیں پُوری تندی کے ساتھ کنوئیں کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ گھبراہٹ میں مَیں نے عشار کی نماز مسجد میں ادا کی اور وہیں

بیٹھا رہا۔ کچھ رات گئی ہوگی کہ میرا مزارع مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں آنکلا اور کہنے لگا حکیم صاحب! مبارک ہو دریا ہمارے کنوئیں سے دوسری جانب رُخ کر گیا ہے۔" اگلی صبح جب میں نے جا کر دیکھا تو دریا کا رُخ ایک ایسے دھارے میں بدل چکا تھا جو میرے کنوئیں سے کافی فاصلے پر تھا۔

ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہو گئی

ایک روز مولوی خلیل اختر صاحب سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ چند احباب کے ہمراہ حضرت قبلہؒ کے پاس حضرت کرمانوالا شریف حاضر ہوئے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد مولوی صاحب نے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ارشاد فرمایا "تھوڑی دیر تو اور بیٹھیں" وہ بیٹھ گئے لیکن کچھ دیر کے بعد پھر اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا "کچھ دیر اور رُک جاتے تو اچھا تھا خیر آپ کو جلدی ہے"۔ مولوی صاحب اجازت لے کر باہر نکلے۔ سڑک پر کھڑے اکاڑہ کی طرف جانے والی کسی سواری کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ایک سائیکل سوار مولوی صاحب سے آکر ٹکرایا۔ مولوی صاحب سڑک پر گر پڑے اور کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مولوی صاحب کو احباب تانگہ میں بٹھا کر اوکاڑہ ہسپتال لے گئے۔ مگر علاج سے تکلیف بڑھتی گئی۔ ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے چارہ جوئی کی مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ مولوی صاحب کا ایک آدمی ہر روز حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرضِ حال کے لیے آتا تھا اور آپ تسلی دیتے تھے کہ گھبرائیں نہیں آرام ہو جائے گا۔ جب ان کی تکلیف اوکاڑہ ہسپتال میں کم نہ ہوئی تو احباب اُن کو میو ہسپتال لاہور لے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں نے ایکسرے معاینہ کے بعد بتایا کہ کولہے کی گول ہڈی چار جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ اس کے درست ہونے کی کوئی اُمید نہیں۔ ٹانگ کاٹنی پڑے گی۔ چنانچہ ایک آدمی آپ

آپ کی خدمت میں حضرت کرانوالہ شریف آیا اور ڈاکٹروں کی رائے کا آپ کے پاس ذکر کیا۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب کی ٹانگ نہ کٹوائیں۔ اُن کو واپس لاکر گھر پہ ہی دیسی علاج کریں اللہ کریم شفا عطا کر دیں گے" چنانچہ مولوی خلیل اختر صاحب کو واپس اوکاڑہ لے آئے اور دیسی علاج شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی۔ وہ چلنے میں تھوڑا سا لنگڑاتے ہیں لیکن حضور رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا سے ان کی ٹانگ کٹنے سے بچ گئی۔

ہندو جج کا فیصلہ

شہزادہ فیروز الدین تحصیل فیروز پور میں نائب تحصیلدار تھے۔ ان کے والد کسی مقدمہ میں پھنس کر سخت پریشان تھے۔ شہزادہ صاحب نے حضرت صاحب قبلہ رح کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعا کے لیے عرض کیا۔ حضرت صاحب قبلہ رح نے فرمایا۔ "شہزادہ صاحب فیصلہ آپ کے حق میں ہو گا گھبرائیں نہیں، جج صاحب پہلے آپ کے والد کے خلاف فیصلہ لکھیں گے اور پھر اس فیصلے کو پھاڑ کر اُن کے حق میں فیصلہ دیں گے۔"

کچھ دنوں کے بعد مقدمہ عدالت میں پیش ہُوا۔ جج ہندو تھا اور سرکاری وکیل بھی ہندو تھا۔ طرفین کے وکلاء نے خُوب زور شور سے بحث کی۔ بحث سننے کے بعد جج نے فیصلہ لکھوایا، اور وہ فیصلہ شہزادہ صاحب کے والد کے خلاف تھا۔ شہزادہ صاحب کے والد نے اونچی آواز سے کہا کہ "جناب مُجھ سے تو سرکاری وکیل نے پہلے ہی کہ دیا تھا کہ جج ہندو ہیں اس لیے فیصلہ تمہارے حق میں نہیں ہو گا۔ چنانچہ مجھے علم تھا کہ آپ میرے خلاف فیصلہ دیں گے۔ مجھے آپ کے فیصلہ سے کوئی حیرانی نہیں ہوئی"۔ جج نے سوالیہ نظروں سے سرکاری وکیل کی طرف دیکھا۔ سرکاری وکیل نظریں نیچی کیے خاموش

Marfat.com

کھڑا تھا۔ جج نے فیصلہ کا کاغذ لے کر پھاڑ ڈالا اور نیا فیصلہ لکھوایا جو کہ شہزادہ صاحب کے والد کے حق میں تھا۔

مستوں سے محبت

سرہند شریف کے عرس مبارک پر حاضری ہوئی۔ ختم شریف سے فارغ ہو کر آپ سب ہمراہیوں سمیت سرہند اسٹیشن کی طرف پا پیادہ روانہ ہو گئے۔ سب ہمراہیوں کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوا۔ صرف یہ فقیر آپ کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے جب ہم فتح گڑھ سٹیشن کے قریب پہنچے اور مسجد کے سامنے سے گزرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب! مسجد میں تھوڑی دیر رُک کر دم نہ لے لیں؟" چنانچہ آپ سیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں داخل ہوئے اور مشرقی دیوار کے ساتھ صف پر جا بیٹھے۔ مَیں بھی پاس ہی جا بیٹھا۔ میری نظر جب جنوبی دیوار کی جانب گئی تو وہاں ایک مست دیوار سے ٹیک لگائے اپنا سر گھٹنوں میں دبائے ہوئے بیٹھا دکھائی دیا۔ اُس پر کثیر تعداد میں مکھیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی آپ بیٹھے مست نے سر اُٹھایا اور آپ کی جانب دیکھا۔ پھر جسم کو جھٹکا دیا۔ سب مکھیاں دیوار پر جا بیٹھیں اور وہ اُٹھ کر آپ کے سامنے آ بیٹھا۔ خاموشی کا عالم تھا۔ تھوڑے وقفے کے بعد آپ نے فرمایا۔ "مستا ہُن خوش ایں"۔ چنانچہ مست اُٹھا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ مکھیاں پھر اس پر ٹوٹ پڑیں۔ معلوم نہیں اُس مست کی کیا مشکل تھی جو آپ نے توجہِ عالیہ سے آناً فاناً دُور کر دی۔

اِتنے میں ہمارے کچھ اور ساتھی بھی واپس آ کر مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا، "مولوی صاحب یہ لوٹا لے جائیں۔ مسجد کے نیچے لنگر تقسیم ہو رہا ہے بوڑھے بابا سے اپنے لیے لنگر لے آئیں"۔ مَیں گیا تو بوڑھے بزرگ نے میری طرف دیکھا اور لنگر تقسیم کرنیوالے شخص کو حکم دیا کہ اِن کو بارہ آدمیوں کا کھانا دے دو۔ میں کھانا لے کر واپس

Marfat.com

مسجد میں پہنچا تو آپ نے فرمایا چلو سرہند اسٹیشن پر چل کر کھانا کھائیں گے۔

لاہور کی جانب جانے والی گاڑی کی آمد میں ابھی کافی وقت تھا۔ آپ نے اسٹیشن کے قریب واقع ایک مسجد میں جاکر قیام کیا۔ سب احباب وہاں جمع ہو گئے۔ اتنے میں دہلی سے بابو نثار احمد خاں اور ان کے ایک ساتھی بھی آپہنچے۔ دونوں جب حضرت صاحبؒ سے مُلاقات کے بعد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کھانا لاؤ۔ چنانچہ سب نے مِل کر کھانا کھایا، اور کھانے والے بارہ آدمی ہی تھے۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد بابو نثار احمد خاں نے اس فقیر کو بتایا کہ اُن دونوں نے دو وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا اور عرس مبارک کی تاریخ میں مغالطہ لگ جانے کی وجہ سے وہ دیر سے پہنچے تھے۔

حضرت بو علی شاہ قلندرؒ سے روحانی تعلق

بابا نور عالم مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپؒ حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضری کے لیے پانی پت تشریف لے گئے۔ درگاہ کے سب مست آپ کے گرد بیٹھ منڈلانے لگے۔ سب نہایت مسرور نظر آتے تھے۔ دو مست بطور پہرے دار سارا وقت آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ حاضری کے بعد آپ منشی عطا محمد خان صاحب کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دُور گئے ہوں گے کہ سامنے راستہ میں زمین پر کچھ چمکدار چیز پڑی ہوئی نظر آئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "منشی جی! دیکھو وہ کیا چیز ہے؟" اُٹھا کر بغور دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ حضور سونے کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھ لیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا قلندر صاحبؒ کی درگاہ عالیہ سے کرایہ عطا ہُوا ہے۔ آستانۂ عالیہ کرموں والا شریف پہنچ کر دوسرے دن بابو نور عالم صاحب کو

سنار کے پاس وہ عطیہ دے کر بھیجا تو سنار نے کہا کہ یہ خالص سونے کا ٹکڑا ہے۔ جب وزن کر کے قیمت معلوم کی گئی تو وہ ٹکڑا ساڑھے سات روپے کا تھا اور پانی پت سے فیروز شاہ اسٹیشن کا کرایہ بھی پورا ساڑھے سات روپے تھا۔

فوج سے سبکدوشی

فتحِ جنگ کے رہنے والے منشی محمد حسین قریشی نے بیان کیا کہ دوسری جنگِ عظیم زوروں پر تھی۔ جرمن فوجیں ہر طرف یلغار کرتی ہوئی بڑھ رہی تھیں۔ ان کا ایک قریبی عزیز فوج میں ملازم تھا۔ مگر وہ فوجی ملازمت سے سخت دل برداشتہ تھا۔ ملازمت سے فارغ ہونے کی ہر چند کوشش کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ آخر وہ نوجوان منشی محمد حسین کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہ نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور فوج میں ملازم ہوں۔ وہ عرضِ مدعا کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا "جاؤ داڑھی رکھ لو، وہ تمہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ بھی آزما کر دیکھ لو۔ (لے ایہہ وی ہتھ ویکھ)" نیز اُس کی یہ بھی خواہش تھی کہ کہیں شادی خانہ آبادی کا انتظام بھی ہو جائے۔ یہ التجا بغیر اظہار کے ہی منظور ہو گئی چنانچہ جب حضرت قبلہؒ سے رخصت ہو کر واپس گھر پہنچا تو اس کے ایک قریبی امیر ترین شخص کے ہاں اس کی نسبت ہو گئی اور چند دنوں کے بعد نکاح بھی ہو گیا۔ لڑکی والوں نے ایک پیسہ تک خرچ نہ کروایا۔ اور جب چھٹی گزار کر وہ واپس نوکری پہ حاضر ہوا تو افسرانِ بالا نے اُسے چند دنوں کے بعد خود بخود فارغ کر کے گھر بھیج دیا۔

سنگرہنی سے شفا

قریشی صاحب کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ عارضہ پیچش اور اسہال میں مبتلا تھے۔ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ دن رات میں

Marfat.com

چالیس پچاس دفعہ تکلیف کے ساتھ اجابت ہوتی تھی۔ کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی۔ مرض بڑھتے بڑھتے سنگرہنی کی شکل اختیار کر گیا۔ حکیموں اور ڈاکٹروں نے آخر الامر مایوسی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے کسی نے اُن کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ ۱۹۳۵ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کرموں والا (ضلع فیروزپور) پہنچ گئے۔ حضورؒ نے کمال شفقت فرمائی۔ ایک معمولی سی دوائی تجویز فرما دی لیکن درحقیقت باطنی توجہ سے مرض سلب فرما دی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بالکل صحت حاصل ہوگئی جیسے کبھی یہ مرض لاحق ہی نہیں ہُوا تھا۔ مرض کے دوران یہ عالم تھا کہ کھچڑی۔ دودھ اور ساگودانہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ سرکار کی نظرِ کرم سے لنگر مبارک کی روٹی کھا کر بخوبی ہضم کرنے لگا حتیٰ کہ ایک دن باجرہ کی روٹیاں لنگر میں تقسیم ہوئیں تو دو روٹیاں کھالیں اور ہضم ہوگئیں۔

حضراتِ مشائخ سے روحانی تعلق

آپ کو حضرت شیخ المشائخ باوا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت تھی اور ہمیشہ عُرس مُبارک کے موقعہ پر آستانۂ عالیہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایک سال بیماری کی وجہ سے ارادے میں ذرا سا تذبذب واقع ہُوا۔ تکلیف زیادہ تھی اور سفر دشوار نظر آتا تھا۔ اِس لیے خیال پیدا ہوا کہ بعد میں صحتیاب ہونے پر حاضری دے لی جائے گی۔

رات کو آپ استراحت فرما رہے تھے کہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ مثال میں ظاہر ہو کر ارشاد فرمایا کہ "شاہ صاحب صبح سواری آئے گی اور اس پر بیٹھ کر آجانا۔ غیر حاضری نہیں ہونی چاہیے"۔ آپ اسی وقت اُٹھے اور تیاری شروع کر دی اور صبح

Marfat.com

کو جب گاؤں سے باہر نکلے تو وہاں ایک تیز رفتار سانڈنی جس پر کجاوہ کسا ہُوا تھا، آپ کے انتظار میں تھی۔ آپ اُس پر سوار ہوئے اور پاک پتن شریف پہنچ گئے۔

سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ ایک دن

خواجہ غریب نوازؒ کی کرم نوازی

آپؒ کی طبیعت مائل بہ کرم تھی۔ حضرات خواجگانِ چشت کے فیضان کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے ایک پیغام بذریعہ خط موصول ہُوا کہ آپ درگاہِ عالی کی حاضری کے لیے اجمیر شریف پہنچیں۔ آپؒ نے خیال کیا کہ حاضری کا اُسی صورت میں لُطف ہو گا جب بوقتِ حاضری کمال تخلیہ حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے خواجہ غریب نوازؒ کے لطف و کرم کی توقعات دل میں لیے ہوئے رختِ سفر باندھا اور بارگاہ عالیہ میں پہنچ گئے۔ جس وقت آپ درِ اقدس پہ حاضر ہوئے دروازہ اندر سے بند تھا۔ اسی وقت اچانک دروازہ کھلا اور آپؒ نگاہِ ادب جھکائے جبینِ ارادت خم کیے درگاہ شریف میں داخل ہوئے۔ دروازہ فی الفور بند ہو گیا اور آپ کے خادم بھی باہر کھڑے رہ گئے۔ بہت دیر کے بعد دروازہ پھر کھُلا اور ایک صاحب آپؒ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ اُن کے چہرۂ مبارک پر انوار کی بارش ہو رہی تھی۔ وہ بزرگ آپ کو الوداع کہہ کر پھر اندر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب اندر داخل ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو ایسا محسُوس ہُوا کہ حضور بہ نفسِ نفیس سامنے تشریف فرما ہو گئے ہیں پھر حضُور نے مجھے دونوں شانوں سے پکڑ کر کمال محبت اور شفقت سے ہلایا۔ اُس وقت جو کیفیت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔

Marfat.com

فراستِ کاملہ

سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ ۱۹۷۰ء میں حضور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ پر حاضری کا شرف حاصل ہُوا۔ حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ العالی سجادہ نشین تونسہ شریف بھی وہاں موجود تھے۔ ہم دونوں حضور سرورِ کائنات کے قدمینِ مبارک کی جانب بیٹھے تھے۔ وہاں پر خواجہ خان محمد صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت صاحب سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ تونسہ شریف درگاہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری کے لیے گئے تو مَیں نے تمام خادموں کو جناب شاہ صاحب (سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی کرنے سے منع کر دیا تاہم ایک خادم کو بوقتِ حاضری ساتھ رہنے پر مقرر کر دیا۔ خیال یہ تھا کہ وہ خود اپنی مرضیٔ مبارک سے جس طرح چاہیں حاضری دیں اور فاتحہ خوانی کریں۔ چنانچہ آپ نے درگاہ شریف میں داخل ہو کر سب سے پہلے حضرت خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر فاتحہ پڑھی۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ پیچھے ہٹے اور حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے سرہانے جا رُکے اور وہاں فاتحہ پڑھی۔ خواجہ صاحب نے یہ واقعہ بیان کر کے سیٹھ صاحب سے کہا کہ مَیں تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلند شان کا پہلے ہی قایل تھا۔ اُس دن کے بعد کبھی آپؒ کے علوِ مرتبت میں گمان اور وہم بھی نہ ہُوا۔

حضرت نور الحسن شاہ صاحبؒ کے یومِ وصال پر آپؒ کی بے چینی

حضرتِ اعلیٰ حضور میاں صاحب شرقپوری سرکار قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ ہمیشہ ربیع الاوّل کا چاند دیکھتے ہی شرقپور شریف میں عُرس کے موقعہ پر حصُولِ برکات وفیوض کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ ایک سال حسبِ دستور

آپ شرقپور شریف پہنچے اور نالہ ڈیک کے قریب ایک کنویں پر چھوٹی سی مسجد میں قیام کیا۔ آپ شہر سے باہر قیام پسند فرمایا کرتے تھے۔ ربیع الاول کی دو تاریخ ہوئی تو آپ کی طبیعتِ مبارک میں عجیب قسم کی شانِ جلالی کا ظہور ہُوا۔ حاجی نظام الدین اور دوسرے سب احباب وہشت زدہ ہو کر قریب نہ آتے تھے۔ صرف یہ فقیر آپ کے پاس موجود رہا۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ رضائی اوڑھ کر خاموش لیٹ گئے۔ اُس دن شہر کے ایک رئیس نے کھانا بھجوایا تھا۔ مگر مَیں نے احتیاطاً لنگر کا کھانا بھی منگوا کر رکھ لیا۔ تاکہ آپ جو کچھ چاہیں اور جب چاہیں پیش کرسکوں۔

رات جب کافی گزر گئی تو آپ نے کروٹ بدلی اور رضائی اوڑھے ہوئے لمبا ٹھنڈا سانس لیا پھر چہرۂ مبارک سے رضائی ہٹا کر دریافت فرمایا کہ کیا وقت ہے؟۔ میں نے گھڑی دیکھ کر عرض کیا کہ حضور گیارہ بج کر دس منٹ ہوتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا نماز پڑھ لی ہے؟ مَیں نے عرض کیا حضوُر ابھی نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اچھا پہلے نماز پڑھ لیں۔ آپ نے تیمم کیا اور نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا "مولوی صاحب کچھ کھانے کو جی تو نہیں چاہتا یہ اتنے برتن کیسے ہیں؟" مَیں نے عرض کیا کہ حضور ملک مظفر صاحب نے کھانا بھیجا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو لنگر مبارک کی دال روٹی پسند ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ وہ بھی حاضر ہے چنانچہ آپ نے چند لقمے تناول فرمائے۔ بعد ازاں آپ پھر لحاف اوڑھ کر محوِ استراحت ہو گئے —— علی الصبح پھر بیدار ہوئے اور نماز و معمولات کے بعد تلاوت قرآن حکیم سے فارغ ہُوئے۔ اس دن ربیع الاوّل کی تین تاریخ تھی۔ اب آپ کی طبیعت قدرے پرسکون تھی۔ چنانچہ آپ نے ختم شریف میں شمولیت کے لیے دربار شریف جانے کی تیاری شروع کردی تو حاجی نظام الدین صاحب بھی آگئے۔ آپ اُن کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

آٹھ بجے کے قریب ختم شریف کی تقریبات شروع ہوگئیں اور تھوڑی دیر کے بعد اعلان ہُوا کہ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ سید باقر علی شاہ صاحب اور حضرت صاحبزادہ سید جعفر علی شاہ صاحب باچشمِ گریاں محفلِ ختمِ مبارک سے اُٹھ کر حضرت کیلیانوالہ شریف کے لیے روانہ ہوگئے۔

ختم شریف کے فوراً بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کار میں سوار ہو کر اپنے ہمراہیوں سمیت حضرت کیلیانوالا شریف کی طرف روانہ ہوگئے۔ غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے ہم حضرت کیلیانوالہ شریف جا پہنچے۔ جاتے ہی حجرۂ مبارک میں حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت حاصل ہوئی۔ وہاں سے دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال رات کے گیارہ بج کر دس منٹ پر ہُوا تھا۔ یہ تھا باہمی تعلق اِن دو باکمال ہستیوں کا۔

بلا تکلیف سفر طے ہوگیا

خواجہ محمد عمر ڈلہوزی میں غلہ لیچوں کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے۔ لیکن دولت کی فراوانی نے عیش پرستی میں ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ کاروبار کی حالت دن بدن خراب ہونے لگی اور بالآخر صحت بھی بگڑ گئی۔ خرابیٔ جگر کے عارضہ میں مُبتلا ہو کر سخت لاچار ہوگئے۔ علاج معالجے سے جب تنگ آگئے تو ڈلہوزی سے کرمونوالہ شریف ضلع فیروزپور آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے کبائر سے بچنے کی تاکید فرمائی اور صحت کی بحالی کے لیے دُعا کرنے کے بعد کوئی دوا بھی تجویز فرما دی۔ اتنے میں شام ہوگئی۔ خواجہ محمد عمر اور اُن کے دونوں ساتھیوں نے رخصت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ کل چلے جانا۔ لیکن ساتھیوں نے رخصت پر ہی اصرار کیا۔ کیونکہ اُن کو کچھ ضروری کام درپیش تھے۔ اِس پر آپؒ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ۔

Marfat.com

پھر پیدل ہی پہنچ جانا۔ اللہ حافظ ہے۔

خواجہ محمد عمر اور ان کے ہمراہی روانہ ہو گئے تو فیروز شاہ اسٹیشن تک پہنچنے میں ہی رات کے سائے پھیل چکے تھے۔ اُس وقت کوئی گاڑی فیروز پور چھاؤنی کی طرف نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ وہ ریلوے لائن سے آگے بڑھ کر پکی سڑک پہ پہنچ گئے تاکہ وہاں سے کوئی سواری مل جائے۔ کچھ دیر انتظار کیا مگر بے سُود۔ رات کے وقت رہزنوں اور ڈاکوؤں کے خوف سے آمد و رفت بند رہتی تھی۔ ناچار وہ پیدل ہی فیروز پُور چھاؤنی کی سمت روانہ ہو گئے پندرہ بیس منٹ ہی چلے ہوں گے کہ ان کو سامنے بجلی کی روشنیاں نظر آئیں۔ وہ حیران تھے کہ برقی روشنی تو صرف چھاؤنی میں ہے۔ فیروز شاہ سے فیروز پُور چھاؤنی ڈیڑھ دو گھنٹہ کی مسافت پر تھا۔ وہ اور آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ فیروز پُور چھاؤنی پہنچ چکے ہیں۔

یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا کہ اتنی جلدی پہنچ گئے۔ گھر پہنچنے پر خواجہ صاحب کی دُنیا ہی بدل گئی تھی۔ ان کی صحت بحال ہو گئی اور عاداتِ بد بھی پیچھا چھوڑ گئیں۔

فوجی جوان پر نظرِ کرم

ایک فوجی عبدالسلام نامی دوسری جنگِ عظیم میں جاپانیوں کی قید میں پھنس گیا تھا۔ دو تین سال تک اُس کا کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ سب عزیزان اور رشتہ دار بڑے پریشان تھے۔ آخر اُس کے سُسر نے کرموں والا شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور دُعا کا طالب ہُوا۔ دوسرے دن صبح اُن کو رُخصت کرتے وقت آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو تمہارا داماد بالکل بخیریت ہے اور بعد ازاں اُس فوجی نوجوان کا تمام حلیہ بھی اُن کو بتلا دیا۔ کچھ دن بعد عبدالسلام کا خیریت کا خط ان کو موصُول ہو گیا۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ صحیح سلامت ہے اور جاپانیوں کی قید میں ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ قید سے رہا ہو کر گھر آ گیا۔

Marfat.com

ملازمت پر بحالی

چوہدری نیاز احمد صاحب ڈپٹی کمشنر کسی وجہ سے ایک دفعہ مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خانصاحب کے زیرِ عتاب آ گئے اور معطل کر دیے گئے۔ ایک شخص کے ہمراہ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا۔ "چوہدری صاحب اللہ کریم رحم فرمادیں گے۔ آپ ہر نماز کے بعد قل شریف مع بسم اللہ شریف گیارہ بار پڑھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کر دیا کریں" چوہدری صاحب اس کے بعد چلے گئے اور پانچ چھ ہفتے کے بعد پھر ایک دن خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ آپ سے ابھی وہ کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ حضورؒ نے ارشاد فرمایا۔ "آپ کا کام اللہ کریم نے کر دیا ہے اور آپ بحال ہو گئے ہیں" انہوں نے عرض کیا۔ "سرکار مجھے تو ابھی تک کوئی علم نہیں۔" آپ نے فرمایا، "آپ بحال بحال" اور پھر ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سرکار نے تھپکی دی۔ وہ نصف گھنٹہ تک بیٹھے ہوں گے کہ ایک اور آدمی سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور یہ اخبار "نوائے وقت" ہے۔ فرمایا "مجھے دکھاؤ"۔ سرکار نے اخبار ہاتھ میں لیا اور اس میں پہلے ہی صفحہ پر یہ خبر درج تھی کہ ڈاکٹر خانصاحب وزیر اعلیٰ نے ڈی سی صاحب کی فائل منگوا کر ان کو بحال کر دیا ہے۔ آپ نے اخبار دیکھ کر فرمایا "لو چوہدری صاحب، اخبار میں آپ کی خبر آ گئی ہے"۔ انہوں نے عرض کیا کہ سرکار مجھے تو کوئی علم نہیں تھا۔" آپ نے فرمایا "میں جو کہتا تھا کہ آپ بحال ہو گئے ہیں۔ اللہ کریم نے مہربانی فرما دی ہے۔"

سبحان اللہ کیا شان ہے اللہ کریم کے ولیوں کی۔

گمشدہ بچے کا واپس آنا

قصور کے رہنے والے ایک صاحب ایک دن

آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "حضرت میرا بیٹا گم ہے اُسے گھر سے گئے ہوئے دو تین ہفتے ہو گئے ہیں۔ اُس کی جدائی میں سب اہلِ خانہ بے چین ہیں دُعا فرمائیں بچّہ واپس گھر آجائے"۔ آپ نے فرمایا "جاؤ وہ آجائے گا۔ فکر نہ کرو"۔

آئندہ جمعہ کے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا اور اسکے ہمراہ اُس کا بچّہ بھی تھا۔ آپ نے لڑکے سے پوچھا:

"کہو تم کہاں تھے اور کیسے آئے"؟ اُس نے کہا کہ "حضور مَیں کراچی میں تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ مجھے رسّی سے کھینچ رہے ہیں"۔ چنانچہ مَیں اپنے گھر پہنچ گیا"۔

(حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تختِ بلقیس بھی طرفۃ العین میں لایا گیا تھا) (قرآنِ حکیم)

ایک ہندو کی عقیدت

حکیم قاضی علی احمد انصاری کا بیان ہے کہ ایک دن وہ کرمونوالہ شریف ضلع فیروز پور میں حاضر تھے۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے قریب ہی ایک نحیف الجثہ نوجوان بیٹھا تھا۔ وہ نوجوان بیٹھے بیٹھے اپنے سینے کی جانب نظر دوڑا کر ہنسنے لگا۔ مَیں نے اس سے اِس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ "مَیں ہندو ہُوں اور آٹھ دس دن سے یہاں آیا ہُوا ہوں۔ باباجی نے مجھ پر بڑی کرپا کی ہے۔ مَیں سِل اور دق کا مریض تھا اور حکیموں، ڈاکٹروں نے مجھے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ یہاں آیا ہُوں۔ لنگر کا کھانا کھاتا ہُوں اور اب آپ کی مہربانی سے تندرست ہُوں"۔ پھر اُس نے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہو گی اگر آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ پس خوردہ مجھے لادیں تاکہ میری سب بیماریاں ہمیشہ کے لیے جاتی رہیں۔ پھر میں اجازت لے کر گھر چلا جاؤں گا"۔

دیرینہ خاندانی تنازعہ کا حل ہونا

ملک گل نواز احمد خاں ایڈووکیٹ کا بیان ہے

Marfat.com

کہ اتفاقیہ انہیں ۵۱-۱۹۵۰ء میں ایک خاندانی تنازعہ میں سخت پریشانی، اخراجات کی زیر باری اور کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر طرف سے نا امید ہو گئے۔ ماتحت عدالتوں نے ان کے خلاف فیصلے دیے اور آخر مقدمہ ہائیکورٹ تک جا پہنچا۔ مخالفین بہت معزز اور بارسوخ تھے۔ اُن کے وکلاء بھی ریٹائرڈ جج یا ریٹائرڈ اٹارنی جنرل تھے۔ چیف جسٹس نے مقدمہ کی اہمیت کو مدِنظر رکھ کر مقدمہ اپنے پاس رکھ لیا۔ اور مکمل روئداد دیکھنے کے بعد ملک صاحب کے وکیل کو کہا کہ آپ کا معاملہ بڑا ناممکن سا نظر آتا ہے۔ یہ گھبرائے ہوئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ جُمعہ کا دن تھا۔ حاضرین کا ہجوم تھا۔ نماز جمعہ کے بعد لوگ مل مل کر رخصت ہونے لگے۔ ملک صاحب خاموش بیٹھے رہے کہ تخلیہ ہو تو عرضِ مدعا کریں۔ سب سے آخر میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی بیان کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "بابو جا۔ اللہ خیر کرے گا۔" اُن کے دِل کو تسلی نہ ہوئی۔ وہ یہی سمجھے کہ آپ نے سرسری طور پر ہی دُعا کر دی ہے۔ خصوصی توجہ نہیں فرمائی۔ چنانچہ پژمردہ ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہو کر گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔ ایک خادم ہمراہ تھا۔ تھوڑی دُور جا کر اچانک آپ نے خادم کو واپس بھیجا کہ "جاؤ اُس بابو کو بُلا لاؤ"۔ خادم نے واپس آ کر ملک صاحب کو کہا کہ حضرت صاحبؒ نے یاد فرمایا ہے۔ جب ملک صاحب آپ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ "بابو تم بہت پریشان ہو؟" ملک صاحب نے کہا "جی ہاں بے حد پریشان ہوں" تین بار ایسے ہی سوال جواب کے بعد آپ نے ملک صاحب کی پشت پر تین مرتبہ دستِ مبارک سے تھپکی دی اور فرمایا "جا بابا! اللہ تعالیٰ فتح دیں گے۔" یہ مسرت سے پھولے نہ سمائے اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ "اب بے فکر ہو کر جاؤ۔"

Marfat.com

ملک صاحب کا فریقِ مخالف ہر طرح سے در پئے آزار تھا۔ وہ پچیس ہزار روپے لے کر بھی راضی نامہ کرنے کو تیار نہ تھے۔ جب ہائی کورٹ میں پیشی ہوئی تو چیف جسٹس صاحب نے اُن کو کہا کہ بہتر ہے تم راضی نامہ کر لو۔ دونوں پارٹیاں باعزت ہیں۔ ورنہ میں اپنی مرضی سے فیصلہ کر دوں گا۔ چنانچہ مخالفین نے بغیر کسی مطالبے کے اُن سے راضی نامہ کر لیا اور باعزت طور پہ وہ بری ہو گئے۔

ایک ڈاکٹر کے بچے کی معجزانہ شفایابی

ملک گل نواز احمد خاں صاحب کے بہنوئی ڈاکٹر رضا کافی عرصہ تک انگلستان اور امریکہ میں زندگی گزار چکے تھے۔ وہیں پہ انہوں نے ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ واپس آکر وہ کراچی میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر رضا کے ہاں جو بچّہ پیدا ہوتا وہ مر جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور ان کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہُوا۔ اُن کی بیوی ایامِ زچگی میں لاہور میں ہی ملک صاحب (اپنے بھائی) کے پاس مقیم تھی۔ وہ خود بھی ڈاکٹر تھی۔ بچّہ جب ۶ ماہ کا ہُوا تو انہوں نے کراچی واپس جانے کا ارادہ کیا۔ بچہ یک لخت بیمار ہو گیا۔ حتیٰ کہ قریب المرگ ہو گیا۔ ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش مرحوم اور دوسرے چوٹی کے ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہُوا۔ ہر دوا نے اُلٹا ہی اثر کیا۔

آخر ملک گل نواز احمد خاں اور اُن کے چھوٹے بھائی ملک اکبر خاں (مینیجر درگاہ حضرت باوا صاحبؒ، پاکپتن شریف) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ ڈاکٹر رضا صاحب سے بھی ہمراہ چلنے کو کہا لیکن وہ کہنے لگے کہ مَیں پیروں فقیروں کا قایل نہیں ہوں۔ آخر اپنی والدہ اور ہمشیرہ کے اصرار پہ وہ بھی ساتھ جانے کے لیے رضامند ہو گئے اور کہنے لگے کہ چلو میں سیر ہی کر آؤں گا اور آپ حاضری دے لیں۔

عصر کے قریب حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے تو حضرت صاحبؒ نے صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب کو فرمایا کہ مینیجر صاحب (ملک محمد اکبر صاحب مینیجر درگاہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) آ گئے ہیں۔ ان کو چائے پلائیں اور جو لڈو ان کے لیے رکھے گئے ہیں وہ کھلائیں" وہاں پر موجود ایک صاحب نے بتلایا کہ تھوڑی دیر ہوئی ایک شخص نے لڈو لا کر پیش کیے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین میں تقسیم فرما دیے مگر چند لڈو بچ گئے تو آپ نے فرمایا کہ لاہور سے مہمان آ رہے ہیں یہ ان کیلیے رکھ دو۔ ڈاکٹر صاحب اس دوران میں آپ کی شخصیت سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ انہوں نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سر پہ رومال بھی باندھ لیا تھا اور باادب دو زانو بیٹھ گئے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے روئے سخن ان کی جانب ہی رکھا اور فرمایا " بابو جی کہاں کہاں پھرے ہو؟ تعلیم کہاں حاصل کی ہے؟ اور آپ بہت قابل ڈاکٹر ہیں ذرا میری نبض تو دیکھیں"۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان دنوں سخت نزلہ اور زکام تھا۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ ایسا نسخہ لکھ کر دیں جس سے دن کو بھی تارے نظر آنے لگیں"۔ اتنے میں خادم لسی کا گلاس لے کر آ گیا۔ سردیوں کے دن اور سخت نزلہ و زکام کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر ضیا نے کہا کہ آپ لسی نہ پئیں۔ آپ نے فرمایا۔ "فقیروں کے لیے ہر چیز برابر ہے"۔ اور لسی نوش فرمالی۔ پھر محبت بھری باتیں کرتے رہے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا۔ "پنجابی سمجھدے او ناں۔ کتے زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم' والی بات نہیں"۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ "حضور سمجھتا ہوں"۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ "ڈیگر ویلا ہے" (یعنی عصر کا وقت ہے) اور آیہ مبارکہ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ تلاوت فرما کر مختصر تفسیر بیان فرمائی۔ دریں اثناء ایڈووکیٹ صاحب نے عرض کیا کہ "حضور ڈاکٹر صاحب کا بچہ سخت

Marfat.com

بیمار ہے۔ دُعا فرمائیں صحتیاب ہوجائے"۔ حضرت صاحب قبلہؒ نے ارشاد فرمایا کہ "ڈاکٹر جی بڑے چنگے ویلے آگئے او" پھر تین دفعہ ارشاد فرمایا" جاؤ رب خیر کریسی" (یعنی اللہ تعالیٰ ٹھیک کردیں گے) پھر سب کو نہایت شفقت کے ساتھ رخصت گیا۔

لاہور اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو ڈاکٹر صاحب کا بچہ بالکل صحتیاب ہوچکا تھا، اور ماں کی گود میں آرام سے دودھ پی رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے تعجب سے پُوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ تو معلُوم ہُوا کہ عصر کے وقت بچّے کی حالت سخت خراب ہوگئی تھی۔ ہر قسم کی دوائی دی گئی مگر لحظہ بہ لحظہ بچے کی حالت خراب ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ وہ قریب المرگ ہوگیا۔ سب رونے پیٹنے لگے۔ بے قراری میں مستورات نے کوشش کی کہ کوئی تانگہ ٹیکسی یا کوئی سواری مل جائے تو بچّے کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلیں مگر کسی سواری کا بندوبست نہ ہوسکا۔ ناچار گھر واپس لوٹ آئے اور نا امید ہو کر بچّے کو گود میں لے کر بیٹھ گئے۔ دفعتاً بچّے نے آنکھیں کھول دیں اور مُسکرانے لگا۔ رات سے جسے کچھُ ہوش نہ تھا اب ماں کا دودھ پینے لگا۔ چنانچہ اس وقت سے بچّہ تندرست ہے۔ گھر والوں سے جب وقت دریافت کیا گیا تو معلُوم ہوا کہ بالکل وہی وقت تھا جب آپؒ نے ڈاکٹر رضا سے فرمایا تھا، "تُسی چنگے ویلے آگئے او رب خیر کریسی"۔ بے شک اولیاء اللہ کی بہت بلند شان ہے ؎

اولیاء راہست قدرت از اِلٰہ
تیر جستہ باز گرداننِد ز راہ

بچہ آج تک بالکل تندرست ہے۔ اس واقعہ کو آٹھ سال ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو دو اور فرزند بھی عطا کیے۔ سب کی صحت بہت اچھی ہے

موت کے منہ سے نجات

حضور کا ایک مخلص مرید محمد اکبر رینالہ خورد

Marfat.com

کے قریب ایک گاؤں میں کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا۔ اس کے بیٹے اور بھائی بہت عرصہ سے لنگر میں مختلف خدمات کی بجا آوری پر مامور ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان سب سے بہت محبت تھی۔

سردیوں کے موسم میں محمد اکبر نے کماد سے گڑ بنانے کے لیے بیلنا لگا رکھا تھا۔ آگ پر کڑاہ رکھا ہوا تھا اور اس میں گنے کا رس کھولتے کھولتے شیرے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ محمد اکبر کے بھائی محمد علی نے اپنے بھتیجے محمد بشیر (محمد اکبر کے لڑکے) کو کہا کہ کڑاہ میں پھیرنے والا ڈنڈا لاؤ تاکہ گڑ جلنے نہ پائے۔ بچہ تیزی سے اُٹھا اور اچھل کر کڑاہ میں جا گرا۔ اُس کا منہ اور سر اُس شیرے سے باہر تھے۔ باقی سارا جسم شیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بچے کو کھینچ کر باہر نکالا گیا لیکن ہاتھ سے چھوٹ کر وہ پھر کڑاہ میں جا گرا۔ بڑی مشکل سے باہر نکالا گیا۔ بچے کو رینالہ خورد ہسپتال بھیج کر محمد اکبر خود بھاگا بھاگا حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ حضورؒ نے اُسے پریشان دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے اُس نے واقعہ بیان کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ احتیاط نہیں کرتے ہو۔ جاؤ جلدی اُسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ آپؒ اُس کے چلے جانے کے بعد کچھ دیر اُدھر ہی متوجہ رہے۔ سب کا خیال تھا کہ بچہ موت سے مشکل ہی سے بچے گا۔

تین چار دن کے بعد محمد اکبر پھر آیا اور آپ سے عرض کیا کہ بچہ رو بصحت ہے۔ جسم پر بڑے بڑے آبلے بن گئے تھے مگر اب درست ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جلد ہی بچہ صحت یاب ہو گیا اور آپؒ کی نظرِ عنایت سے اس کے سب اعضاء اور اعصاب درست رہے۔

مہلک مرض سے شفا کچھ عرصہ کے بعد محمد اکبر مذکور اپنے بھائیوں کے ہمراہ

Marfat.com

ہیڈ بلوکی کے قریب ایک گاؤں میں چلا گیا۔ وہاں اُن کو چالیس ایکڑ اراضی الاٹ ہو گئی تھی۔ اپنے رقبہ کی آبپاشی کے لیے انہوں نے وہاں ایک ٹیوب ویل بھی لگا لیا۔

ایک دن وہ اپنے دونوں بیلوں کو پانی پلانے کے لیے لے چلا۔ رستے ہاتھ میں پکڑے خود آگے آگے جا رہا تھا اور بیل پیچھے پیچھے تھے۔ اچانک ایک بیل نے آگے بڑھ کر اُس کی ٹانگوں میں سینگ اڑائے اور اونچا اٹھا کر زمین پر الٹا پٹخ دیا۔ وہ بڑا گرانڈیل جوان تھا۔ لیکن گرتے ہی اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی نیچے کا دھڑ بالکل بے حس ہو گیا۔ بیل ہاتھ سے چھوٹ کر آگے بڑھ گئے۔ اس کے بھائیوں نے آکر اسے چارپائی پر ڈالا اور گھر لے گئے۔ پھر ایک بھائی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور تمام واقعہ عرض کرنے کے بعد کہا کہ چلنا پھرنا تو درکنار محمد اکبر چارپائی سے اٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا پھر اُن کو تسلی دی اور تاکید کی کہ اس کا علاج معالجہ کرو۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیں گے۔ گھر میں علاج معالجے سے کچھ افاقہ نہ ہُوا تو اُسے لاہور میو ہسپتال لیجایا گیا۔ اُن ہی ایام میں آپ بھی بغرضِ علاج لاہور تشریف لے گئے تھے اور گلبرگ میں قیام پذیر تھے۔ آپؒ کے پاس وہاں پھر عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ میو ہسپتال میں زیرِ علاج رہنے کے بعد محمد اکبر صحتیاب ہو گیا، اور اب اپنے گھر کا کام کاج بخوبی کر لیتا ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ایسا مریض بچ نہیں سکتا تھا۔ کسی بزرگ کی دُعا ہے۔

دُنیاوی منصب عطا کر دیا

شیخ رحمت اللہ فیروزپور ضلع کچہری میں بطور چپڑاسی کام کرتے تھے۔ ان کی تعلیم بالکل معمولی تھی۔ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کرموں والا شریف میں حاضر تھے۔ آپؒ

نمازِ عصر کے لیے وضو کر رہے تھے۔ دریائے کرم جوش میں آیا اور آپ نے شیخ رحمت اللہ سے فرمایا "مانگو جو کچھ مانگنا ہے"۔ دو تین مرتبہ جب حضور نے اسی طرح ارشاد فرمایا تو شیخ رحمت اللہ نے عرض کیا کہ حضور مجھے کلرک بنا دیں"۔ آپؒ نے فرمایا کہ دنیا ہی مانگنی تھی تو بس کلرکی مانگی۔ اچھا جاؤ کلرک ہو جاؤ گے"۔

کچھ دنوں کے بعد ڈپٹی کمشنر کے سپرنٹنڈنٹ نے خود بخود کلرکی کے لیے اُنکی سفارش کر کے کاغذات کمشنر کے پاس جالندھر بھیج دیے۔ مگر کمشنر نے اِس بنا پر انکار کر دیا کہ تعلیم بہت تھوڑی ہے۔ چنانچہ شیخ رحمت اللہ پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو کام تمہارا ہو جائے گا۔ اب جب پھر تمہارے کاغذات کمشنر کے پاس جائیں تو خود جالندھر جانا اور وہاں امام ناصر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں بھی حاضری دینا۔ چند دِنوں کے بعد پھر ان کے کاغذات کمشنر کے پاس بھیجے گئے شیخ رحمت اللہ درگاہ امام ناصرؒ میں حاضری کے بعد کمشنر کے دفتر میں جا پہنچے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ان کے سامنے کاغذات کی پڑتال کی لیکن تعلیم کی کمی پھر ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ آخر سارا دن سوچ بچار کے بعد اُس نے کہا کہ اور تو کوئی صورت نہیں اگر آپ کی کچھ فوجی خدمات ہوتیں تو کام بن سکتا تھا۔ شیخ رحمت اللہ نے اپنی فوجی خدمات کی سندات پیش کیں چنانچہ اُسی وقت اُن کو لبطور کلرک تعینات کرنے کے احکام جاری کر دِیے گئے۔ یہ سب کچھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا۔

شیخ صاحب کی والدہ کی وفات کی خبر

شیخ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ اُن کی والدہ سخت بیمار ہو گئیں اور زندگی سے نا اُمیدی ہو گئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

Marfat.com

میں کرموں والا شریف جا حاضر ہوئے۔ آپ سے اپنی والدہ کی شدید علالت کا ذکر کیا اور صحت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ صاحب میں تو دُعا کرتا ہوں مگر "دیگر ویلا ہر کسے تے آوے گا"۔ آپ واپس جائیں اور مائی کی خدمت کریں۔ واپس روانہ ہوئے تو دُور سے دیکھا کہ گاڑی فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئی ہے۔ مگر جب تک وہ جا کر گاڑی میں سوار نہ ہو گئے گاڑی رُکی رہی۔ گھر پہنچے تو مائی کی طبیعت قدرے سنبھلی ہوئی تھی۔ دوسری صبح اچانک طبیعت پھر بگڑی اور عین عصر کے وقت اُن کی والدہ راہیِ ملکِ بقا ہو گئیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق (دیگر ویلا) عصر کا وقت ہی تھا۔

عدالتی فیصلوں میں آپ کا تصرف

رسالہ خورد سے مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ قیامِ پاکستان کے بعد ہمیں ایک آرہ مشین الاٹ ہوئی۔ تین چار خاندان پرورش پانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ہمیں بلائے بغیر افسران نے ہماری الاٹمنٹ منسوخ کر کے آرہ کسی اور شخص کے نام الاٹ کر دیا اور آرہ اور مشین سربمہر کر دی۔ ہم نے اس حکم کے خلاف چارہ جوئی شروع کر دی اور میں دُعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ عرض کیا کہ تین چار خاندانوں کی روزی کا سبب بنا ہُوا تھا۔ الاٹمنٹ خواہ مخواہ منسوخ کر دی گئی ہے۔ اب ہم سب بہت پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا، "مستری جی ہم ایک اور انجن نہ خرید لیں" ہمارے پاس اتنی رقم نہ تھی اس لیے میں نے عذر کیا کہ حضور رقم تو اپنے پلّے ہے نہیں انجن وغیرہ کیسے خریدیں گے"۔ آپ نے فرمایا، "اللہ کریم مسبب الاسباب ہیں کوئی صورت بن جائے گی"۔ چند دنوں کے اندر ہی ہمیں ایک انجن بمعہ آرا مشین اور چکی مل گیا۔ جو ہم نے

Marfat.com

جوں توں کر کے خرید لیا۔ ہم بے کار تھے۔ پہلا آرہ سربمہر تھا۔ حضورؒ کی کرم نوازی سے اب اخراجات پُورے ہونے لگے اور مقدمہ کا خرچ بھی نکلنے لگا۔

افسران محکمہ بحالیات تاریخ پر تاریخ دینے لگے اور میں ہر بار تاریخ پر جانے سے پیشتر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ تسلی دیتے کہ "اللہ رحم کرے گا، فکر نہ کرو"۔ سال ڈیڑھ سال کا عرصہ عدالتوں میں چکر لگاتے گزر گیا تو ایک دفعہ مَیں گھبرایا ہُوا آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے میری پریشانی دیکھ کر فرمایا۔ "برخوردار ہم نے اِس افسر سے فیصلہ نہیں کروانا کوئی اور اللہ کا بندہ آئے گا، وہ فیصلہ کرے گا"۔ اسی طرح چھ ماہ کا عرصہ اور گزر گیا اور میری پریشانی بڑھتی گئی۔ ایک دن حاضر ہُوا تو آپ نے فرمایا، "برخوردار اب جلدی فیصلہ ہو جائے گا"۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ افسر تبدیل ہو گیا اور اس کی بجائے ملتان کے ڈپٹی کمشنر تبدیل ہو کر آ گئے۔ مَیں نے نئے افسر کے متعلق خدمت میں عرض کیا تو فرمایا "ہاں اب ہمارا فیصلہ ہو گا"۔ پھر فرمایا کہ جب کمشنر بحالیات کے پاس تاریخ پر جانا ہو تو ایک دن پہلے بتانا۔ حسبِ ارشاد میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ کل عدالت میں حاضری کے لیے لاہور جاؤں گا۔ آپ نے پُوچھا کہ "جس شخص کے نام آرہ الاٹ ہُوا ہے اس کا کلیم کس چیز کا ہے"؟ مَیں نے عرض کیا کہ الاٹی دو ہیں، ایک کا دعویٰ ہے کہ مشرقی پنجاب میں میری چکی تھی۔ فرمایا "اُس کا آرے پر کیا حق ہے وہ چکی لے"۔ دوسرے کے متعلق عرض کیا کہ اس کا کلیم ہے کہ میرا کتابوں کا پریس تھا۔ فرمایا، "وہ پریس تلاش کرے ہمارا آرہ مشین ہمیں ملنا چاہیے۔ کوئی بات نہیں اللہ رحم کرے گا۔ گھبراؤ نہیں تاریخ پر جاؤ"۔

دوسرے روز مَیں پیشی پر حاضر ہُوا۔ کمشنر صاحب نے بالکل وہی الفاظ دُہرائے جو حضورؒ نے ارشاد فرمائے تھے اور فیصلہ ہمارے حق میں صادر کر دیا۔ واپسی پر مَیں نے

Marfat.com

کامیابی کا ذکر کیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

خلافِ شرع امور سے پرہیز کی تلقین

مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں حاضر ہُوا۔ ایک آدمی باہر نیم کے درخت تلے بیٹھا ہُوا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ "باہر ایک آدمی بیٹھا ہے۔ وہ بات نہیں بتاتا اور یہی کہتا ہے کہ مَیں حضرت صاحبؒ سے علیحدگی میں بات کروں گا۔ مَیں تو سب کے سامنے بات کرتا ہوں۔ جو سچی بات کرے اللہ رحم کر دیتا ہے۔ اُس سے جا کر تم ہی پوچھو شاید تم کو بتا دے۔" مَیں نے جا کر پُوچھا تو مجھے بھی اُس نے وہی جواب دیا۔ بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا اور اصل بات بتانے سے انکار ہی کرتا رہا۔ مَیں نے جا کر حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا "برخوردار بات دراصل یہ ہے کہ اس کی ایک رشتہ دار عورت بیوہ ہو گئی ہے۔ اس کی بہت سی جائیداد ہے۔ اُس کے دو لڑکے بھی ہیں جو ابھی نابالغ ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ وہ عورت اِس سے نکاح کر لے اور وہ جائداد اِس کے قبضہ میں آجائے۔ وہ یتیموں کا حق دبا لینا چاہتا ہے اور منظوری مجھ سے لیتا ہے مَیں شریعت کے خِلاف کس طرح فتویٰ دے دوں۔ جاؤ اُس سے پُوچھو اگر واقعہ اِسی طرح ہے تو اس کو کہو کہ اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔"

مَیں دوبارہ اس کے پاس گیا اور پھر کرید کرید کر اس سے بات دریافت کرنی چاہی لیکن وہ انکار کرتا رہا۔ آخر مَیں نے حضرت صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق سارا واقعہ اسے بتایا تو وہ حیرانی سے میرے منہ کو تکنے لگا۔ اور پُوچھا کہ تمہیں کس نے بتایا ہے۔ مَیں نے کہا حضرت صاحب نے ہی مجھے سب کچھ بتایا ہے۔ چنانچہ پھر اُس نے کہا کہ واقعی میرا یہی سوال ہے پھر میں نے اسے کہا کہ جاؤ اب یہاں سے چلے جاؤ۔ اس ناجائز کام کے لیے حضرت صاحبؒ

ہر گز تمہارے لیے دُعا نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا۔

اولادِ نرینہ کے لیے دُعا

محمد اسمٰعیل چک نمبر ۱۱/۱۱-ایل والے بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ حاضر ہُوا اور عرض کی "حضور میرے ہاں ایک لڑکا ہے اور پانچ چھ لڑکیاں ہیں۔ یہ چھاؤنی میرے گھر میں ہی لگا دی گئی ہے۔" آپ اس وقت خوش و خرم بیٹھے تھے۔ یہ بات سُن کر مسکرائے اور فرمایا۔ "اسمعیلیا (پیار سے) تیرا باپ ایک تھا۔ تیرا دادا ایک تھا۔ تیرا پر دادا ایک تھا اور تو بھی ایک ہے۔ اب بتا مَیں کیا کروں۔" وہ بھی خوش طبع اور حاضر جواب تھا۔ جھٹ عرض کیا کہ "حضور مَیں ساری نسل چیک کرانے نہیں آیا۔ اولادِ نرینہ کے لیے سوال لے کر آیا ہوں۔" آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھا اور مُسکرا کر فرمایا، "جاؤ اللہ کریم چار لڑکے دیں گے۔ اب تو خوش ہو۔" چنانچہ پھر اسکے ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے۔

خیالاتِ فاسدہ سے رہائی

ایک دن آپ محفل میں رونق افروز تھے۔ بہت سے احباب باادب بیٹھے تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں۔ اتنے میں آپ نے زبانِ مبارک سے دو تین مرتبہ فرمایا:

"نبض وِچے گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا۔"

سب حیران تھے کہ کیا راز ہے۔ اچانک ایک طرف سے حاجی نظام الدین مرحوم نمودار ہوئے۔ وہ اکثر اوقات حضورؒ کے پاس کئی کئی دن قیام کیا کرتے تھے۔ اُن کو دیکھ کر آپ نے پھر فرمایا:

"نبض وِچے گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا۔"

حاجی صاحب سخت پریشانی کے عالم میں تھے۔ جب وہ سلام کر کے بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا، "حاجی صاحب لائیں آپ کی نبض دیکھوں" اور مُسکراتے ہوئے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا،

Marfat.com

"بنض وچ گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا۔"

اس کے ساتھ ہی حاجی صاحب کا مرجھایا ہُوا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور آناً فاناً ان کی پریشان حالی دُور ہو گئی۔ پھر وہ مکمل سکون کے ساتھ بیٹھ گئے۔ خلافِ معمول دوسرے ہی دن وہ اجازت لے کر روانہ ہوئے۔ تو اُن کے ساتھ ماسٹر خوشی محمد بھی اجازت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہُوئے۔ دونوں گاڑی میں سوار ہوئے تو ماسٹر صاحب نے حاجی صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ اس دفعہ اتنی عجلت سے کیوں واپس جا رہے ہیں۔ حالانکہ آپ تو کئی کئی دن قیام کیا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے کہا کہ اس دفعہ مَیں قیام کی نیت سے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اپنی مصیبت کا حال بیان کرنے آیا تھا جو آپ کی کرم نوازی سے حاضر ہوتے ہی ٹل گئی۔ وہ کہنے لگے کہ:

"میرے پاس گاؤں کی ایک نوجوان لڑکی اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی تھی وہ بہت روئی۔ مَیں نے اُسے تسلّی دی اور وہ چلی گئی۔ لیکن لڑکی کے جانے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ صبر و قرار و ہوش کھو گئے اور اُس کی محبت اس طرح دِل میں گھر کر گئی کہ نہ نماز یاد رہی نہ اوراد و وظائف اور نہ نوافل۔ کُچھ دن یہی حالت رہی تو خیال آیا کہ مَیں تو مارا گیا۔ ساری عمر کی کمائی برباد ہو گئی۔ آخر کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی اور حضور کی خدمتِ بابرکت میں آپہنچا۔ بھائی صاحب خدا کا شکر ہے کہ حضورؒ نے ایک ہی نظرِ کیمیا اثر سے سب خیالاتِ فاسدہ سے لوحِ دل کو پھر پاک و صاف کر دیا ہے اور اب مطمئن ہو کر واپس جا رہا ہوں۔"

متوقع خطرہ سے محفوظ رکھا

محمد عبداللہ صاحب نقشبندی فیصل آباد سے اپنے

Marfat.com

ایک دوست میاں عبدالحمید کے ہمراہ چیچہ وطنی گئے۔ میاں عبدالحمید کئی ماہ سے بیمار چلے آتے تھے اور علاج معالجہ پر بے تحاشہ خرچ کرنے کے باوجود بیماری میں افاقہ نہ ہُوا۔ چیچہ وطنی میں دونوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کرمانوالہ شریف چلیں اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دُعا کے لیے گزارش کریں۔ حضرت کرمانوالہ شریف پہنچنے پر ان کو معلوم ہوا کہ آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں اور وہاں سیٹھ محمد شفیع کیلے والے کے مکان میں قیام ہے۔ چنانچہ وہ لاہور چلے گئے اور وہاں آپ کی خدمت میں جا حاضر ہُوئے۔ اُن کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرضِ مدعا کے بعد آٹھ بجے شب کی گاڑی سے واپس چیچہ وطنی چلے جائیں گے۔ اُن کی آمد پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب لوگوں کو اُٹھ جانے کا حکم دیا اور خود خاموشی سے لیٹ گئے۔ دس بجے کے قریب آپؒ نے فرمایا کہ چیچہ وطنی سے آنے والے بیلیوں کو بلاؤ۔ جب ہم حاضر ہوئے تو آپ نے صحت کے لیے دُعا کی اور ایک دوا بھی تجویز فرمائی پھر ہمیں رخصت کردیا۔ صبح کو ہمیں معلوم ہُوا کہ جس گاڑی سے ہم لاہور سے چیچہ وطنی آنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ گیمبر اسٹیشن پر حادثہ کا شکار ہوگئی اور بہت سے مسافر جاں بحق ہوگئے۔ محمد عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ پھر ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات کو کیوں انہیں جلدی چھٹی نہیں ملی تھی۔

علم کی دولت عطا فرمادی

مولوی محمد صدیق صاحب فیروزپوری نے بیان کیا کہ وہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزارِ مبارک سے ملحقہ جامعہ گنج بخش میں زیرِ تعلیم تھے۔ ہر وقت پریشان حال رہتے تھے کیونکہ سبق یاد نہیں رہتا تھا۔ آخر ایک دن انہیں خیال آیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ وہاں حصولِ علم کے لیے دُعا بھی کروائیں گے اور حضور کی غلامی کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔

Marfat.com

چنانچہ اسی ارادے سے وہ آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ آپ کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ "حضور مرید ہونے کے لیے آیا ہوں"۔ آپ نے قبول فرمالیا اور کچھ پڑھنے کیلیے بھی ارشاد فرمایا۔ پھر مولوی محمد صدیق احمد نے عرض کیا کہ حضور مدرسہ میں پڑھتا ہوں لیکن حافظہ اتنا خراب ہے کہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور تین بار تھپکی دے کر فرمایا "خدا کے فضل سے تم بڑے مولوی بن جاؤ گے" چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت بھی عطا کی اور وعظ و تقریر کا ملکہ بھی عنایت کر دیا۔

وہی بیان کرتے ہیں کہ اُن کے ایک دوست کی بیوی کو خنازیر کی موذی مرض نے آدبایا۔ علاج معالجہ سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر آپؒ کی خدمت میں رجوع کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم داڑھی رکھ لو اور دونوں میاں بیوی نماز پڑھا کرو۔ نماز کے بعد درود شریف پڑھ کر لعابِ دہن لگا دیا کرو اللہ تعالیٰ شفا بخش دیں گے"۔ چنانچہ جب انہوں نے کچھ دن اس فرمان کے مطابق عمل کیا تو اُس موذی مرض سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔

اولادِ نرینہ عطا ہوئی

انور حسین صاحب گوجر پورہ لاہور کا بیان ہے کہ ان کے ایک عزیز شیخوپورہ میں رہتے تھے۔ اُن کی شادی ہوئے بارہ سال کا عرصہ گزر گیا لیکن اُن کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ علاج معالجہ۔ تعویذ گنڈا۔ دُعا اور دوا سب آزما دیکھے لیکن پھر بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ کسی دوست نے اُن کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ وہ اتوار کے دن لاہور سے چل کر حضرت کرمانوالے پہنچے لیکن اُس دن زائرین کا ہجوم اتنا تھا کہ اُن کو عرضِ مطلب کا موقع نہ مل سکا اور وہ دل کی دل میں ہی لے کر واپس چلے آئے۔ اگلی اتوار پھر حاضر

خدمت ہوئے۔ مگر بھیڑ بدستور تھی۔ دل میں افسوس پیدا ہوا کہ دوسری مرتبہ بھی عرضداشت پیش کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اتنے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم آیا اور اُس نے کہا کہ جو صاحب شیخوپورہ سے آئے ہیں اُن کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلاتے ہیں۔ یہ خاموش رہے کہ شاید کوئی اور صاحب ہوں گے میرے نصیب کہاں کہ حضرت صاحب از خود بلائیں خادم واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی خادم پھر آیا اور کہا کہ شیخوپورہ سے جو صاحب پچھلے اتوار کو بھی آئے تھے اور ملے بغیر واپس چلے گئے تھے اُن کو حضرت صاحب قبلہ نے بلایا ہے۔ چنانچہ وہ اُٹھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضرت صاحبؒ نے کمال شفقت فرمائی۔ دُعا کی اور دوا بھی تجویز فرمائی۔ واپس جاکر دوائی تیار کر کے استعمال کی گئی اور حضرت صاحبؒ کی کرم نوازی سے اللہ تعالیٰ نے چاند سا لڑکا عنایت فرمایا۔ انور حسین صاحب کا بیان ہے کہ ان کے یہ عزیز بزرگوں کے زیادہ قایل نہ تھے لیکن اس کے بعد وہ بزرگانِ دین کی عظمت اور کرامت کے قایل ہو گئے۔

مہلک مرض سے شفا

سیٹھ محمد شفیع کی بیوی سخت بیمار ہو گئی۔ قولنج کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ آنت ہی پیٹ میں خود بخود پھٹ گئی۔ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ ایسا مریض مشکل سے ہی جانبر ہو سکتا ہے۔ سیٹھ صاحب کو سخت فکر لاحق ہوئی۔ اور اُسی وقت حضرت کرمانوالہ شریف کا رُخ کیا۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر ضبط نہ کر سکے اور بے اختیار رونے لگے۔ حضرت صاحبؒ نے تسلی دیتے ہوئے دریافت فرمایا کہ بات تو بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ سیٹھ صاحب نے عرض کیا کہ حضور بیوی سخت بیمار ہے۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے اگر مر گئی تو مَیں مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا کیونکہ ابھی

Marfat.com

تین بچوں کی شادی کرنی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ "جاؤ۔ علاج کرو اللہ کریم شفا عطا فرمائیں گے۔ اور سیٹھانی بچوں کی شادیاں خود کرے گی"۔ سیٹھ محمد شفیع واپس لاہور پہنچے اور آپریشن کامیاب رہا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کی اہلیہ تندرست ہوگئیں۔

ایک چور کی اصلاح

کرمونوالہ شریف میں گاؤں کے زمینداروں کا ایک بچہ قمرالدین نامی بچپن سے آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپ بھی اس سے محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ جب جوان ہوا تو ایک دن صبح سویرے اُٹھ کر اپنے گھر سے باہر آیا۔ اس وقت حضورؒ بھی باہر سے تشریف لا رہے تھے۔ قمرالدین نے ادب سے سلام عرض کیا۔ اُس نے سر پر نئی لُنگی باندھی ہوئی تھی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ "یہ لنگی کہاں سے لی ہے بڑی خوبصورت ہے"۔ قمرالدین نے لنگی سر سے اتاری اور پیش کر دی۔ آپؒ نے فرمایا "یہ تمہیں بہت اچھی لگتی ہے تم ہی رکھو اور یہ کسی کو نہ دینا"۔ چلتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ "دیکھنا کوئی ایسا ویسا کام نہ کرنا"۔ قمرالدین نے کہا۔ "جی نہیں"۔

رات کو جو اُس کو شرارت سُوجھی قریبی گاؤں وِرک میں جاکر ایک گھر میں چوری کر لی اور زیور اور قیمتی پارچات کی گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور بھاگ نکلا۔ گھر والے بھی جاگ اُٹھے اور چور چور کا شور مچ گیا۔ گاؤں کے لوگ لاٹھیوں سے مسلح ہو کر گلی کے دونوں سروں پر کھڑے ہو گئے۔ اب بچ کر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اُس وقت موت اُسے سامنے نظر آنے لگی یقین ہو گیا کہ آج یہیں مارا جاؤں گا۔ اُسی وقت حضرت صاحبؒ یاد آئے اور حضورؒ کی جانب خیال کر کے عرض کیا کہ حضورؒ آج دستگیری فرمائیں اور موت کے مُنہ سے بچائیں۔ آئندہ کے لیے چوری سے سچی توبہ کرتا ہوں"۔ فی الفور اس کے کانوں میں آپ کی آواز آئی۔ گٹھڑی اور سر سے لنگی اتار کر فوراً پھینک دو۔ اُس نے لنگی زمین پر پھینک دی۔ اِتنے میں لوگ وہاں پہنچ گئے۔

Marfat.com

اور لنگی اور گٹھڑی پر لاٹھیاں برسانی شروع کر دیں۔ قمرالدین اُن کے بیچ میں سے نکل کر کھسک آیا اور بھاگ کر کر مونواے پہنچ گیا۔

صبح سویرے باہر نکلا تو اُسی مقام پر حضور پھر اُسے ملے۔ آپ تبسم فرما رہے تھے قمرالدین کو دیکھ کر فرمایا کہ "تم باز نہ آئے۔ مَیں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ کوئی ایسا ویسا کام نہ کرنا اور وہ لنگی کسی کو نہ دینا۔ تم پھر دوسرے گاؤں چلے گئے۔" قمرالدین نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔

وَلَا الضَّآلِّیْنَ کا مسئلہ

مولوی سید محمد قاسم شاہ خطیب جامع مسجد نُور پور شاہاں متصل اسلام آباد دورۂ حدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد میں مکمل کرنے کے بعد لاہور آئے اور قاری محمد شریف صاحب مہتمم دارالفرقان ماڈل ٹاؤن لاہور سے علم تجوید حاصل کرنے لگے۔ قاری صاحب موصوف نے مشق کے دوران علمِ تجوید کے مسائل پڑھائے اور سمجھایا کہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں ضاد کو مشابہ بِالظَّا پڑھنا صحیح ہے اور مشابہ بِالدَّال پڑھنا جیسا کہ عام رواج ہے غلط ہے۔ چنانچہ قاری صاحب کے کہنے کے مطابق مولوی صاحب نے وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں حرف ضاد کو مشابہ بِالظَّا پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے کہ تم غلط پڑھتے ہو۔ خیال کیا کہ یہ لوگ قانون کا علم نہیں رکھتے اور ناواقفیت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ مگر لوگوں کی مخالفت بڑھتی گئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؒ نے اُن کے عرض کرنے کے بغیر خود ہی ارشاد فرمایا۔

"پیر جی! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جو کوئی وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں ضاد کو مشابہ بِالظَّا پڑھے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔" اس کے بعد سید محمد قاسم شاہ صاحب نے بِالظَّا پڑھنا ترک کر دیا اور ان کی پریشان خیالی ختم ہو گئی چنانچہ

Marfat.com

ایک دن تفسیر خزائن العرفان کے مطالعہ کے دوران دیکھا کہ یہی مسئلہ بالکل ایسے ہی لکھا ہُوا تھا جیسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا تھا۔

اسمِ ذات کا ذکر

مولوی سیّد محمد قاسم شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت کرمانوالہ شریف میں قیام کے دوران ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسمِ ذات کے ذکر کی تلقین فرمائی۔ انہوں نے حسبِ ارشاد ذکر شروع کر دیا۔ چند دنوں میں ہی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ عالیہ سے حالت یہ ہو گئی کہ قضائے حاجت کے وقت بھی بے تکلّف قلب کا ذکر جاری رہتا۔ اس پر اُن کو خیال پیدا ہُوا کہ کہیں یہ صُورت حال بے ادبی میں داخل نہ ہو۔ پریشان ہو کر ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کر ہی دیا کہ "حضور! اگر ناپاکی کی حالت میں ذکر جاری رہے تو کیسا ہے؟" حضورؒ نے ارشاد فرمایا: "اگر پیشاب پاخانہ کرتے وقت بھی بے اختیار قلبی ذکر جاری رہے تو کوئی گناہ نہیں"۔ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔ ذکر الٰہی اللہ کے محبُوب بندوں کا محبوب ترین مشغلہ ہے اور قلب کی زندگی یہی ہے کہ وہ ہر وقت ذکرِ حق میں محو رہے۔

عالمِ دین پر نگاہِ لُطف

مولانا بشیر احمد خطیب و صدر مدرس چشتیاں شریف حضرت مولانا مولوی عبدالحق بہاولنگری کے برادرِ حقیقی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے تحصیلِ علم کے بعد سندِ فضیلت حاصل کر کے وطن واپس آئے تو علومِ ظاہری سے اُن کا دامن بھرپور تھا مگر علمِ باطن سے کورے تھے۔ زبان کی تیزی اور دلائل کی فراوانی تھی بعض مسائل اور اعتقادی امور میں ایک خاص نقطہ نگاہ رکھتے تھے جو علمِ ظاہر کا ثمر تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق اُنکو اپنے ہمراہ لے کر کرمونوالہ شریف میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحبؒ نے

Marfat.com

نوجوان عالم پر نگاہ ڈالی جو اپنے محدود علم کے پیمانے سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لامحدود علم کی پیمائش کرتا تھا۔ آپ نے محبت سے ان کے کاندھے پر دستِ مبارک رکھ دیا اور آستانہ عالیہ کے صحن میں چند چکر لگائے۔ شیریں الفاظ میں نوجوان مولوی صاحب کے شکوک و شبہات رفع کر دیے اور باطنی توجہ سے اُنکی کایا پلٹ دی۔ صبح کے وقت مولوی صاحب کی طبیعت کا رنگ اور تھا، شام کو اور ہو گیا جب اگلی صبح آنکھ کھلی تو چشمِ باطن بھی کُھل چکی تھی، طبیعت میں عجز و مسکنت اور طمانیت تھی۔

ملازمت پر بحالی

علی محمد ریٹائرڈ پٹواری نہر چک نمبر ۱۴۰۔ سرگودھا سے بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۳۷ء میں بہت سے پرانے امیدوارانِ پٹوار محکمہ نہر کو صدر دفتر فیروز پور چھاؤنی سے ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس مل گیا۔ ان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی شامل تھے۔ پچیس سال سے زیادہ عمر ہو جانے کے باعث ان کے نام فہرست امیدواران سے خارج کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا تھا۔ سب نے اُن کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ سے دُعا کراؤ۔ صبح کے وقت جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: "کیا تم کو ابھی تک پکی پٹوار نہیں ملی؟" جواب میں عرض کیا کہ "حضور ابھی تک تو کوئی صورت نہیں بنی بلکہ ہمیں تو ملازمت سے ہی جواب مل رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کوئی فکر نہ کرو تم سب جلد ہی پکے پٹواری بن جاؤ گے۔" واپس جا کر اُنھوں نے سب ساتھیوں کو خوشخبری سنائی۔ دوسرے دن وہ سب لاہور گئے اور چیف انجینئر کے پاس اپیل دائر کر دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد حکومتِ پنجاب کی طرف سے اُن سب کی بحالی کا اعلان ہو گیا اور سب کو مستقل پٹواری بنا دیا گیا۔

بیوی کو شفا حاصل ہو گئی

ضلع نواب شاہ سندھ سے مسترجی غلام نبی کا بیان ہے کہ اُن کی بیوی عرصہ بارہ سال سے بیمار چلی آتی تھیں۔

Marfat.com

۱۹۴۵ء میں وہ دہلی میں مقیم تھے۔ وہاں علاج معالجہ جاری رہا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ پھر پاکستان بننے پر لائل پور اور اوکاڑہ میں بھی علاج کروایا مگر بے سُود۔ آخر رات کو خواب میں بشارت پاکر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت کرمانوالا شریف حاضری کے لیے روانہ ہُوئے۔ اوکاڑہ سے اُن کے دو رشتہ دار اُن کے ساتھ ہو لیے۔ ان میں سے ایک پوتی تھا اور دوسرا حافظ۔ جب صدر دروازہ سے یہ تینوں اندر داخل ہوئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سامنے چہل قدمی فرما رہے تھے۔ آپ نے اُن کی طرف دیکھتے ہی فرمایا: "یہ ایک آدمی یہاں ٹھہرے اور دوسرے دونوں کو باہر بھیجدو۔" اُن کے دونوں ساتھی باہر چلے گئے تو آپ نے فرمایا۔ "ہاں بھئی! تیرے ساتھ ابھی بات کریں گے تم ادھر صَف پر بیٹھو۔" آپؒ اسی طرح تقریباً نصف گھنٹہ تک ادھر اُدھر چلتے پھرتے رہے۔ بعدازاں آپ آکر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ باہر سے لوگوں کو باری باری بلانا شروع کر دیا۔ سب سے باتیں ہوتی جاتی تھیں جب اُن کی باری آتی تو آپ فرما دیتے۔ "تم ٹھیرو، تمہارے ساتھ بھی بات کرتے ہیں۔" اسی طرح تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پانچ مرتبہ بات کرنے کی اجازت چاہی مگر موقع نہ ملا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ وہ مصلّیٰ اُٹھا کر لاؤ اور ادھر چارپائی کے قریب بچھا دو۔" پھر اُس پر دوزانو بیٹھنے کے لیے ارشاد ہُوا۔ بعدازاں فرمایا "سر کے بال سنّت کے مطابق کٹوا لیا کرو اور داڑھی رکھو۔" اُن کے بال انگریزی طرز کے تھے اور داڑھی منڈی ہوئی۔ پھر کچھ اور بھی نصیحتیں فرمائیں جو اُن کے دِل کی گہرائیوں میں اُتر گئیں۔ پھر فرمایا "اب جاؤ" یہ ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ فرمایا "ٹھہرو" یہ رُک گئے۔ فرمایا "کھوی گھاس کو پانی میں اُبال کر صُبح کے وقت بیوی کو پلا دیا کرو۔ اللہ کریم مہربانی فرما دیں گے۔" گھر واپس آکر حسب ارشاد کھوی گھاس پلانے سے چند دنوں کے اندر ہی بیوی کو مکمل شفا حاصل ہو گئی اور بارہ سال کا پرانا

Marfat.com

مرض پیچھا چھوڑ گیا۔

اُن کے ساتھی پوستی کو آپ نے فرمایا: "سناؤ میاں پوستی تم کیسے آئے؟" اور حافظ سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم صرف آنکھوں کے حافظ ہو۔" اُس نے کہا جی ہاں! قرآنِ پاک کا بھی حافظ ہُوں۔ تیس سپارے حفظ کیے ہیں" آپ نے فرمایا "ہمیں تو قرآنِ پاک کا ایک لفظ ساری رات بیقرار رکھتا ہے۔ تیرے اندر تیس سپارے ہیں۔ اچھا فلاں جگہ سے پڑھو۔" حافظ نے ہر چند کوشش کی لیکن وہ رکوع نہ سُنا سکا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "جو شخص ماں باپ کا نافرمان ہو اور رات کو فاحشہ عورتوں کے دروازے کھٹکھٹاتا پھرے قرآنِ پاک اس کے سینے کے اندر کیسے رہ سکتا ہے۔" وہ شرمسار ہو کر زار زار رونے لگا اور دل سے تائب ہُوا۔

ایک عقیدت مند کی مُشکل کشائی

چوہدری محمد طفیل اوکاڑہ سے بیان کرتے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد اپنے قصبہ کے دوسرے لوگوں کے ہمراہ وہ اوکاڑہ میں آکر آباد ہو گئے۔ ایک محلہ میں اُن کو ایک کُشادہ مکان رہائش کے لیے مل گیا۔ مستقل الاٹمنٹ کے موقع پر انہوں نے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے کاغذات کلیم کمشنر کی عدالت میں پیش کیے۔ لیکن بعض لوگوں کی درپردہ مخالفت کی وجہ سے ان کے کاغذات تلف کر دیے گئے۔ چار پانچ مرتبہ اسی طرح ہُوا۔ چوہدری صاحب نے شروع میں ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکان کے متعلق عرض کیا تھا اور آپ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ "مکان تمہیں ہی ملے گا، کوشش کرتے رہو۔" لیکن دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے معاملہ طول پکڑتا گیا اور ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ مخالفین نے ابتدائی فیصلوں کی بناء پر اُن کا مکان اپنے نام الاٹ کروا کے قبضہ کرنے کی کوششیں بھی شروع

Marfat.com

کردیں۔ مخالفین کا قبضہ رکوانے کے لیے ہائی کورٹ سے حکم امتناعی لے کر وہ پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ تم بحالیات کے بڑے افسر کے پاس لاہور میں اپیل کر دو۔ چنانچہ اپیل کے کاغذات مکمل کر کے یہ چیف کمشنر بحالیات کے پاس جا پہنچے۔ چیف کمشنر نے کاغذات دیکھ کر کہا کہ ہندوستان کے جس قصبہ کے متعلق آپ کے کلیم ہیں اس کا گزٹ میں کوئی اندراج نہیں مل سکا۔ دفتر والے اس کے متعلق کچھ نہیں بتاتے اس لیے تمہارا کلیم منظور نہیں ہو سکتا۔

چوہدری محمد طفیل کا بیان ہے کہ یہ بات سُن کر مَیں بے اختیار رونے لگا۔ اس پر کمشنر صاحب نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ مَیں تمہارا مقدمہ زیرِ غور رکھتا ہوں اور تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ گزٹ میں سے وہ حکم تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ چوہدری محمد طفیل نے جا کر سرکاری لائبریری کے افسر سے گزٹ مانگا۔ اُس نے کہا کہ "تمہیں کونسا گزٹ درکار ہے گزٹ تو بہت سے ہیں۔" یہ اُس وقت بہت پریشان تھے۔ اسی عالم میں حضرت صاحبؒ کی جانب متوجہ ہوتے تو بیساختہ منہ سے نکلا کہ ۱۹۴۰ء کا گزٹ دے دیجیے۔ لائبریرین نے ۱۹۴۰ء کا گزٹ نکال کر اُن کے حوالے کیا۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے گزٹ کھولا۔ پہلی نظر جس صفحہ پر پڑی اُس میں اُن کے قصبہ کا ہی ذکر موجود تھا۔ وہ خوشی سے اچھل پڑے۔ لائبریرین سے اسی وقت مصدقہ نقل حاصل کر کے کمشنر کے پاس جا پہنچے۔ کمشنر عدالت برخواست کر کے جانے ہی والا تھا۔ اُس نے نقل ملاحظہ کی اور کلیم منظور کرتے ہوئے کہا کہ اب تو بڑی جلدی نقل لے کر آ گئے ہو۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ "یہ سب کچھ میرے پیرو مرشد حضرت صاحبؒ کی توجہ اور برکت سے ہے۔"

دوسرے دن وہ خوشی خوشی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

Marfat.com

آپ نے دُور سے دیکھتے ہی فرمایا، "منشی جی! آخر مکان آپ کو مل ہی گیا" بعدازاں اِس حکم کی نقل ہائیکورٹ میں پیش کرنے سے مخالفین کی کوششوں کا وہاں بھی سدباب ہو گیا۔

کشف و کرامت کی روشن مثالیں

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۵ء) کے دوران وہ فوجی بھرتی کرنے پر مامور تھے۔ انبالہ اور جالندھر کے اضلاع میں دورہ کرکے نوجوانوں کو فوجی خدمات کے لیے منتخب کیا کرتے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں وہ انبالہ چھاؤنی سے چل کر لدھیانہ، جگراؤں، موگا اور فیروزپور کا دورہ کرنے کے لیے نکلے۔ لدھیانہ میں ان کو معلوم ہُوا کہ ان کے بھائی رائے محمد اقبال احمد خان بعارضہ نمونیہ سخت بیمار ہیں چنانچہ وہ ان کی عیادت کے لیے رائے کوٹ جا پہنچے۔ رائے صاحب کچھ روبصحت تھے۔ اِس لیے وہ مطمئن ہو کر وہاں سے اپنے کام پر روانہ ہوئے۔ بوقت روانگی رائے محمد نیاز احمد خاں نے پُوچھا کہ کہاں کہاں دورہ کے لیے جانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ عنقریب موگا جاؤں گا اور وہاں سے حضرت صاحبؒ کے پاس بھی حاضری کا خیال ہے۔ رائے نیاز احمد خاں نے کہا کہ مَیں نے بھائی صاحب کی شدید علالت کے متعلق حضرت صاحبؒ کی خدمت میں دُعا کے لیے خط تحریر کیا ہے۔ آپ جائیں تو آپ بھی حضورؒ سے رائے صاحب کی صحت یابی کے لیے دُعا کرائیں۔

موگا سے وہ اپنے ایک اور عزیز کو جو وہاں نائب تحصیلدار کے عہدے پر کام کر رہے تھے۔ ہمراہ لے کر کرموں والا (آپ کے قدیمی گاؤں) پہنچے۔ اُن کے ایک اور عزیز بابا فضل مرحُوم بھی زیارت کی غرض سے اُن کے ساتھ ہو لیے۔ تینوں نے مسجد میں اپنا سامان ایک جگہ رکھ دیا، اور مسجد سے گزر کر آستانہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ سامنے

Marfat.com

حضرت صاحبؒ اور انگریزی لباس میں ملبوس ایک نوجوان کھڑے تھے۔ حضرت صاحبؒ اپنے ہاتھوں میں زمین ہموار کرنے کا لکڑی کا آلہ (جندرا) تھامے ہوئے تھے اور نوجوان دونوں ہاتھوں سے رسّی کھینچ رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی آپؒ نے فرمایا۔ "آپ ذرا اُدھر کونے میں بچھی ہوئی صفوں پر چل کر بیٹھیں۔ مَیں اس کام سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آتا ہوں۔ یہ صاحب انجینئر ہیں۔ آج دیر کے بعد پھنسے ہیں ان سے ذرا یہ کام لے لوں۔" اور پھر آپؒ مسکرائے۔

وہ چبوترے پر جا بیٹھے۔ سُورج تیزی سے چمکنے لگا۔ دھوپ تیز ہو گئی۔ نائب تحصیلدار صاحب گھبرا گئے۔ وہ پسینے میں شرابور ہو گئے تھے۔ بیقراری میں انہوں نے دبی زبان سے کہا "باباجی پتہ نہیں کب فارغ ہوں گے۔ یہاں ہمارا تو تیل نکلنے لگا ہے۔" وہ یہ جُملہ بمشکل مکمل کرنے پائے تھے کہ اُدھر ایک فاصلہ سے حضُورؒ نے آواز دی۔ "بیلیو آرام سے سُورج کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جاؤ گھبراؤ نہیں۔" ہم سب حیران رہ گئے کہ آپ نے فوراً ہماری گھبراہٹ اور باتوں کو معلوم کر لیا۔ نائب تحصیلدار صاحب کچھ شرمسار سے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد بابا فضل بے چین ہو گیا اُس نے کہا "یار! پیاس سے جان نکلنے لگی ہے مَیں جا کر کنوئیں سے پانی پی آؤں اور سامان کو بھی ذرا دیکھ آؤں ایسا نہ ہو کوئی شخص مسجد سے اُٹھا کر ہی لے جائے۔" اسی اثنا میں پھر آپ نے فرمایا۔ "بیلیو فکر مت کرو۔ ٹھنڈی لسّی آ رہی ہے اور یہاں سامان کی چوری نہیں ہوتی۔ اطمینان سے بیٹھو۔" ہم چپ ہو گئے۔

اِتنے میں ایک خادم لسّی لے کر آ گیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر لسّی پی۔ خادم برتن لے کر واپس جانے ہی والا تھا کہ آپ خود بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے اُن کو اپنے پاس بٹھا لیا اور نائب تحصیلدار اور بابا فضل کو سامنے بٹھایا۔ پھر فرمایا۔ "آپ تو خیر فوجی معلوم

Marfat.com

ہوتے ہیں بھرتی والے صاحب! اور یہ تحصیلدار صاحب ہیں اور یہ بیلی (بابا فضل کی طرف مخاطب ہو کر) تو ملنگ ہے۔ نہ جورو نہ جاتا اللہ میاں سے ناتا۔ نہ ماں نہ باپ نہ بہن نہ بھائی نہ اولاد (واقعی مرحوم بابا فضل ایسے ہی تھے) یہ بات سنتے ہی بابا فضل قدموں پر جاگرا۔ آپ نے اُٹھایا اور کہا "بیلیا ٹھیک ہے نا"۔ پھر اپنی خاکی رنگ کی صدری کی جیب سے میاں نیاز احمد خاں کا خط نکال کر ہاتھ میں لیا اور فرمایا۔ "دیکھو یہ آپ کے رشتہ دار ہیں"۔ وہ کہنے لگے یہ میرے رشتہ کے بھائی ہیں۔ مجھے انہوں نے تاکید کی تھی کہ آپ سے رائے محمد اقبال احمد خاں کی صحت یابی کے لیے دُعا کراؤں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ "دُعا تو مَیں کر چکا ہُوں۔ اللہ کریم خیر کر دیں گے۔ آؤ اب سب مل کر پھر دُعا کریں"۔ چنانچہ آپ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے اور سب نے مِل کر دُعا کی۔ جلد ہی اللہ کریم نے رائے صاحب کو شفائے کاملہ عطا فرما دی۔

عقیدت مندوں سے پیار

نیز بیان کیا کہ ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان کے بعد وہ ضلع جھنگ میں جا آباد ہوئے۔ بے شمار مصروفیتوں کے باعث بہت عرصہ تک اِن کو پھر خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ مِلا۔ کئی مرتبہ ارادہ کیا۔ لیکن پھر کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آجاتی تھی۔ آخر ۱۹۶۱ء میں اُن کے خلاف ساہیوال میں ایک دیوانی مقدمہ دائر ہو گیا۔ اِسی سلسلہ میں وہ لاہور سے ایک وکیل کو ہمراہ لے کر ساہی وال کی جانب روانہ ہُوئے۔ جب حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے تو دن کے بارہ بجنے والے تھے۔ آپؒ مجوزہ مسجد کے صحن میں کیکر کے درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ جب سڑک پر سے گزرتے ہُوئے اُن کی نظر حضرت صاحبؒ پر پڑی تو وہیں کار سے اُترے اور آپؒ کی جانب روانہ ہو گئے۔ وکیل صاحب کار میں بیٹھے رہے اور کہا کہ مَیں نے سُنا ہے

Marfat.com

آپ داڑھی مُنڈوں سے سختی سے پیش آتے ہیں اس لیے مَیں کار ہی میں بیٹھتا ہُوں۔"

جب وہ آپ کے نزدیک پہنچے تو آپ باوجود علالت کے چارپائی سے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش فرمانے لگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔"آپ بہت عرصہ کے بعد آئے ہیں۔ آجکل آپ کی کہاں رہائش ہے۔ اس وقت کہاں سے آئے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟" عرض کیا "حضرت! ضلع جھنگ میں آباد ہوگیا ہوں اس وقت لاہور سے آرہا ہوں اور ساہی وال کا ارادہ ہے۔" آپ نے فرمایا کہ "اچھا جلدی جاؤ کہیں حاکم اُٹھ نہ کھڑا ہو۔" اور ان کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا۔ "جائیں آپ کا ساتھی باہر منتظر ہوگا" اور دوبارہ اُن کے چہرے کی طرف گھور کر دیکھا۔ وہ محسُوس کر رہے تھے کہ حضرت صاحبؒ ان کی صفاچٹ داڑھی کو ناپسند فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ فوراً بول اُٹھے۔ "حضرت انشاء اللہ پھر یہ غلطی نہیں ہوگی"۔ یہ سن کر آپؒ نے دستِ شفقت ان کی پیٹھ پر پھیرا اور محبت بھری نظر سے رخصت کیا۔ وہ ساہیوال عدالت میں پہنچے تو حاکم اُٹھ کر جانے ہی والا تھا۔ چنانچہ انہوں نے درخواست پیش کی اور فیصلہ اسی وقت ان کے حق میں ہوگیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی داڑھی نہیں منڈوائی اور حضرت صاحبؒ کا ان کی طرف توجہ سے دیکھنا ہی ان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کا موجب بن گیا۔

اولادِ نرینہ عطا ہُوئی

پاک پتن شریف کے سول ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صاحب گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ اُن کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ اُن کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ عموماً ہر اتوار کو چک ۳۶ میں آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دن وہ تانگہ میں تمام

لڑکیوں کو سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ حضور ان کا بھائی کوئی نہیں ہے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ "ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ اِن کو دو بھائی عطا فرمائیں گے"۔ اور بچیوں کو کھانے پینے کی کچھ چیزیں دیں۔

کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب پھر حاضر ہوئے تو اُن کی گود میں ایک خوبصورت لڑکا تھا۔ جسے حضرت صاحبؒ نے شفقت سے پیار کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب پاک پتن شریف سے کسی اور جگہ تبدیل ہو گئے۔ اور ان کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن حضرت صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق یقیناً اُن کو دوسرا بچہ بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا ہو گا۔

نعمتِ اولاد عطا ہوئی

پیر جلیل شاہ صاحب (ساکن واں رادھا رام) کے ہمراہ ایک دفعہ اُن کے ایک زمیندار دوست حضرت بابا صاحبؒ کے عُرس میں شرکت کے لیے پاک پتن شریف گئے۔ اُن کے دوست کی دو بیویاں تھیں۔ لیکن اولاد سے محروم تھے۔ اُن دِنوں حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی عید گاہ میں مقیم تھے۔ دُعا کی غرض سے یہ بھی وہاں پہنچے۔ حضرت قبلہؒ کے گرد ایک ہجوم تھا۔ یہ پہنچے تو ایک ادھیڑ عمر کا آدمی حضرت قبلہؒ سے التجا کر رہا تھا کہ اُس کا داماد دوسری شادی کرنے پر تُلا ہُوا ہے کیونکہ اس کے گھر کوئی اولاد نہیں۔ حضرت قبلہؒ نے پیر جلیل شاہ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ "پیر جی اِس بوڑھے کی لڑکی کے لیے اولاد کی دُعا کرنی ہے"۔ پیر جلیل شاہ نے جواب میں فوراً عرض کیا۔ "حضور آج تو ہم بھی اسی غرض کے لیے حاضر ہُوئے ہیں۔ بادا صاحبؒ کا صدقہ سب پر رحم کی نظر فرمائیں"۔ حضرت قبلہ نے مُسکرا کر فرمایا۔ "پھر تو یہ چوہدری صاحب اس بوڑھے کی لڑکی کے لیے اور اپنے لیے بھی دُعا کریں"۔ اُن کے ساتھی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور ہم خود دُعا کے طالب ہیں اس لائق کہاں

Marfat.com

ہیں کہ ہم گنہگاروں کی دُعا قبول ہو"۔ آپ نے مہربان ہو کر فرمایا۔ "نہیں چوہدری صاحب آج باداصاحبؒ کے طفیل گنہگاروں کی ہی سُنی جائے گی۔ چوہدری صاحب نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے۔ حضرت صاحبؒ کے مبارک ہاتھ بھی اُٹھے ہوئے تھے۔ اُن مبارک ہاتھوں کی برکت سے سب کی سنی گئی۔ اس کے بعد چوہدری صاحب کی دونوں بیویوں کے ہاں اولاد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حالانکہ سات پشت سے ان کے خاندان میں صرف ایک ہی نرینہ اولاد ہوتی آئی تھی۔

پاک توجہ کا اثر

چوہدری نذیر احمد صاحب کمشنر اشتمال اراضیات ملتان اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایف سی کالج لاہور میں ایم اے میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ فطرت سلیم تھی۔ جواں سالی اور آزاد ماحول کے باوجود اہل اللہ کی محبت کی چنگاری خانۂ دل میں موجود تھی۔ حضرت صاحبؒ کے کمالات کا شہرہ سُن کر سعادتِ ازلی کام آئی اور غائبانہ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ چنانچہ تعطیلات کے ایام میں کرموں والا (ضلع فیروز پور) میں آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضورؒ کی نگاہِ دوربین نے اس سعادتمند نوجوان کے خلوص اور محبت کی متاع کو قابلِ قدر سمجھتے ہوئے اُن کی جانب پوری توجہ فرمائی۔ نہایت شفقت اور مہربانی سے اُن کے احوال کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہ تعلیم یافتہ نوجوان بھی دربارِ عالیہ کا رنگ دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ کوئی بات خلافِ شریعت یا خلافِ سنت نہ تھی اور حضور اپنے پاس آنے جانے والوں کو توحید و رسالت کے متوالے بنا رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے بھی حضورؒ سے استدعا کر دی کہ انہیں حلقۂ ارادت میں منسلک فرمایا جائے۔ آپ نے نمازِ پنجگانہ کے علاوہ نوافل پڑھنے کی بھی تلقین فرمائی اور وظائف بھی بتلائے۔ چوہدری صاحب نوجوان تھے۔ عرض کیا کہ حضور اور تو سب ٹھیک ہے۔ تہجد کے لیے

Marfat.com

اٹھنا بہت مشکل ہوگا۔ کیسے اُٹھوں گا۔" آپ نے فرمایا "آپ ارادہ کریں جگانے والے خود جگا لیا کریں گے۔"

لاہور پہنچے تو پہلی ہی رات تہجد کے وقت کسی نے بازو سے پکڑ کر ہلایا۔ اُن کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ کمرہ بند ہے اور وہاں کوئی شخص نہیں ہے۔ وقت تہجد کا ہو چکا تھا۔ اس لیے اُٹھے اور ارشاد کے مطابق نمازِ تہجد اور وظائف سے فراغت حاصل کی۔ دوسرے روز بھی ایسے ہی ہُوا اور تیسرے روز بھی۔ تیسرے روز یہ بھی ارشاد ہُوا کہ اب فکر سے خود اُٹھا کرو۔ کیا ہر روز ہمیں ہی آنا پڑے گا۔" چوہدری صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد آج تک ان کی نمازِ تہجد قضا نہیں ہُوئی۔

مرید کے احوال کی نگرانی

تعلیم سے فارغ ہوکر وہ صُوبائی سول سروس کا امتحان پاس کرنے کے بعد لاہور میں بطور مجسٹریٹ کام کر رہے تھے۔ آپؒ سے ملاقات ہُوئی تو آپؒ نے فرمایا۔" اب منٹگمری (ساہیوال) آجائیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُن کا تبادلہ ساہیوال میں ہوگیا۔"

ڈپٹی کمشنر لاہور غیاث صاحب کو جب علم ہُوا تو وہ کہنے لگے کہ مَیں تو آپ کو لاہور سے نہیں جانے دوں گا۔ میں ابھی چیف سیکرٹری (اپنے بھائی) سے آپ کا تبادلہ منسوخ کروا آتا ہُوں چنانچہ وہ اپنے بھائی سے بالمشافہ بات چیت کرنے کے لیے اُن کے پاس چلے گئے تاکہ تبادلہ کا حکم منسوخ کروا آئیں۔ وہاں جا کر اُن کو معلوم ہوا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ کا حکم موصُول ہُوا ہے کہ جس کسی افسر کے تبادلہ کا حکم جاری ہو چکا ہو وہ ہرگز واپس نہ لیا جائے۔" واپس آئے اور ہنس کر چوہدری نذیر احمد صاحب کو کہا کہ بھائی آپ کے پیر کامل ہیں۔ آپ کا تبادلہ نہیں رُک سکتا آپ منٹگمری جائیں۔

Marfat.com

طعام میں برکت

نیز چوہدری صاحب نے بیان کیا کہ قیامِ ساہی وال کے دوران وہ کہیں دورہ پر گئے ہُوئے تھے۔ حضرت قبلہؒ نے کمال کرم فرمائی سے ملتان جاتے ہوئے راستہ میں اُن کے ہاں سے ہو کر جانے کا ارادہ فرما لیا۔ گھر میں اُن کی بیگم تھیں۔ حضرت صاحبؒ مع احباب تشریف لے آئے تو بیگم گھبرائیں کہ اب انتظام کیسے ہو گا۔ آپؒ نے تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ "ایک دیگچہ میں چائے تیار کر لو اور کچھ روٹیاں پکا لو۔ بس کافی ہے۔"

چنانچہ روٹیاں پکا کر اور چائے کا دیگچہ تیار کر کے آپ کی خدمت میں بھیجدیا گیا۔ آپؒ نے دیگچہ میں یہ کہتے ہوئے اپنی انگلی کا سرا ڈبو دیا کہ گرم تو ہے۔ اور روٹیاں رومال سے ڈھانپ کر اپنے پاس رکھ لیں۔ پھر سب حاضرین کو جو کہ تعداد میں کافی تھے چائے اور روٹی تقسیم کرنی شروع کر دی۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پیا اور پھر باقیماندہ اشیا، گھر میں واپس بھیجی گئیں۔ چوہدری صاحب کی واپسی پر بیگم نے حضرت صاحبؒ کی تشریف آوری کا ذکر کیا تو وہ آپؒ کے قدم رنجہ فرمانے کی سعادت پر بہت خوش ہُوئے۔

پولیس افسر پر نظرِ کرم

چوہدری محمد حنیف سابق ممبر پنجاب اسمبلی نے بیان کیا اُن کے چچا چوہدری شہاب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس ملازمت کے ابتدائی ایام میں کسی وجہ سے افسران کے زیرِ عتاب آ گئے اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ان کو معطّل کر کے وردی بھی اُتروا دی اور حکم دے دیا کہ تا فیصلہ وردی نہ پہنی جائے۔

چوہدری شہاب الدین کرموں والا شریف میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ وردی تم پہنا کرو۔ چنانچہ وہ واپس امرتسر گئے تو وہاں

Marfat.com

ہندو مُسلم فساد ہو گیا اور سب پولیس والوں کو ہر وقت وردی پہننے کا حکم مل گیا۔ چوہدری صاحب بھی وردی پہنتے رہے۔ اسی دوران اُن کی اپیل افسرانِ بالا کے پاس پیش تھی۔

چوہدری صاحب پھر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؒ نے فرمایا کہ، "تمہاری بحالی کے لیے ہمیں اونچے پہاڑوں پر جانا پڑا ہے" چنانچہ جب وہ واپس گئے تو شملہ سے انسپکٹر جنرل پولیس کے دفتر سے ٹیلیفون پر پیغام آیا کہ چوہدری شہاب الدین کو بحال کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے عہدے پر کام کرنے لگے۔ بعد میں جب اُن کی تنخواہ کا معاملہ پیش ہُوا تو ضلع کے افسروں نے معطلی کے زمانہ (چھ سات ماہ) کی تنخواہ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ "ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے"۔ چوہدری صاحب نے آئی جی کے پاس تنخواہ کے بارہ میں ایک اور اپیل کر دی۔ کچھ دِنوں کے بعد وہاں سے حُکم آگیا کہ اِن کو سارے عرصہ کی پُوری تنخواہ دی جائے۔ چوہدری صاحب کو پھر علم ہُوا کہ "ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے" سے آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کو ساری تنخواہ ملنی چاہیے ورنہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید حضرت صاحبؒ اُن کی ساری تنخواہ کا اپنے لیے مطالبہ کر رہے ہیں۔

شدید حادثہ کے بعد سلامتی

ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لے گئے اور سیٹھ محمد شفیع کے مکان پر قیام فرمایا۔ سانده کلاں سے ایک شخص حاجی برکت خدمتِ عالیہ میں حاضر ہُوا اور التجا پیش کی کہ ایک وقت کا کھانا اُس کی جانب سے قبول فرمایا جائے۔ آپؒ نے دعوت قبول فرماتے ہُوئے ارشاد کیا کہ "کھانا ہم اپنی جائے قیام پر ہی کھائیں گے"۔ اُس نے عرض کیا کہ "حضور پھر میں کھانا بھی اپنے اُستاد کے ہاں یکی دروازہ میں ہی تیار کروں گا۔" آپؒ نے فرمایا کہ یہ اور بھی بہتر ہے۔

Marfat.com

کھانا پک کے تیار ہوگیا۔ آپؒ کے سامنے پیش کرنے کا وقت آیا تو سانده سے ایک آدمی گھبرایا ہوا اُس کے پاس آیا کہ اُس کا دس بارہ سال کا لڑکا انعام اللہ مسجد کی چھت سے نیچے پکی سڑک پر گر کر سخت زخمی ہو گیا ہے۔ سر میں شدید چوٹیں آنے سے بیہوش پڑا ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کی زندگی کی طرف سے مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ حاجی برکت نے اس شخص کو واپس گھر بھیجدیا اور کہا کہ مَیں حضرت صاحبؒ کو کھانا کھِلا کر جلد ہی واپس آتا ہوں۔

وہ کھانا لے کر آپؒ کی جائے قیام پر پہنچا۔ اِسی اثنا میں آپ نے اچانک روانگی کی تیاری کر دی اور حاجی برکت سے کہا کہ "کھانا کار میں ساتھ ہی رکھ دو آگے چل کے کھالیں گے۔" جب کھانے کے برتن کار میں رکھ دیے گئے تو سانده کلاں سے دو زمیندار پھر حاجی برکت کے پاس آ پہنچے اور اطلاع دی کہ بچّے کی حالت نازک ہے۔ اُن کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت صاحبؒ نے حاجی برکت سے دریافت کیا کہ "کیا بات ہے؟" دونوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ حضُور اس کا دس بارہ سال کا لڑکا مسجد کی چھت سے گِر کر سخت زخمی ہوگیا ہے اور بیہوش پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اس نے تو ہمیں بتایا ہی نہیں۔" پھر آپ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ آپ کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ آدھ گھنٹہ تک اسی طرح موٹر میں بیٹھے رہنے کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ "جلدی جاؤ اور علاج معالجہ کرو اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔" تقریباً ڈیڑھ ماہ تک زیرِ علاج رہنے کے بعد بچہ بالکل تندرست ہوگیا۔

بغیر اپریشن بینائی حاصل ہوگئی

سید امام علی شاہ سکنہ گجومتہ ضلع لاہور بیان کرتے ہیں کہ اُن کی چھوٹی ہمشیرہ کی آنکھیں خراب ہوگئیں

Marfat.com

لاہور کے ماہرین چشم سے اپریشن کروایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا بلکہ تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ دن رات میں ایک لمحہ کے لیے بھی چین نہیں آتا تھا۔ آنکھوں میں ہر وقت شدت کا درد رہتا تھا۔ تنگ آکر اُن کی ہمشیرہ نے اُن سے کہا کہ اُسے اوکاڑہ کے ہسپتال میں داخل کروا دیں۔ وہاں ایک اچھا ڈاکٹر ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب اوکاڑہ جاتے ہوئے حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ گئے اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "حضور! ہمشیرہ کی آنکھوں میں بہت تکلیف ہے۔ لاہور میو ہسپتال میں اپریشن کروایا ہے۔ مگر اپریشن کامیاب نہیں ہوا اور تکلیف بدستور ہے اب اوکاڑہ ہسپتال میں داخل کروانے کا خیال ہے۔" آپؒ نے فرمایا "پیر جی آپریشن کامیاب نہیں ہوا۔ تو کچھ فکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کرم فرما دیں گے۔ اب کوئی علاج نہیں کرنا۔ مولا کریم سر درد سے بھی نجات دے دیں گے اور نظر بھی درست ہو جائے گی۔"

دوسرے دن وہ رخصت ہو کر گھر آئے تو ہمشیرہ کو درد سے بالکل آرام تھا۔ آپؒ نے نمازِ ظہر کے وقت دُعا کی تھی۔ درد اُسی وقت رُک گیا تھا اور نیند بھی آگئی تھی۔ آپؒ کے ارشاد کے مطابق پھر کوئی عِلاج نہ کیا گیا اور اُن کا بیان ہے کہ اُس کے بعد نظر بالکل ٹھیک رہی اور گھر میں کئی بچیوں کو اُن کی ہمشیرہ نے قرآنِ پاک کی تعلیم دی۔

مرید کے حال پر نظرِ کرم

نیز اُن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ گرمیوں کے ایام میں بارش زوروں پر تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسجد والی جگہ میں مٹی ڈالنے کا کام مکمل ہو جائیگا تو پھر اس جگہ نماز ادا کرنے کے بعد آپ کو واپس جانے کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ وہ تقریباً تین ہفتہ تک آپ کی خدمت میں قیام پذیر رہے۔

Marfat.com

اسی دوران میں اُن کا گاؤں بھی موسلا دھار بارشوں سے متاثر ہُوا۔ سیلاب نے تباہی مچا دی اور گاؤں کے اکثر مکانات گر گئے۔ شاہ صاحب کا مکان بھی سیلاب کی زد میں آنے لگا۔ چنانچہ ان کا ایک عزیز حضرت کرمانوالہ شریف اس غرض سے آیا کہ حضرت صاحبؒ سے دعائے خیر بھی کرائی جائے اور شاہ صاحب کو بھی خطرہ سے آگاہ کر کے واپس گاؤں جانے کے لیے کہا جائے۔ شاہ صاحب نے ان سے بوقتِ ملاقات پُوچھا "کہ کیسے آئے ہو" اُن کے بھائی نے جواب دیا۔ "بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے گاؤں کے بہت سے مکانات تباہ ہو گئے ہیں اور ہمارے مکانات بھی گر گئے ہیں۔ آپ گاؤں کو واپس چلیں تاکہ مکانات کی حفاظت اور درستی کا انتظام کیا جائے۔" شاہ صاحب یہ سُن کر بہت پریشان ہُوئے اور اپنے بھائی کو ہمراہ لے کر حضرت صاحبؒ کے پاس حاضر ہُوئے۔ آپ ایک مکان کی چھت پر درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے۔ اُن کو پریشان دیکھ کر دریافت فرمایا۔ "خیر تو ہے۔ کیا بات ہے؟" شاہ صاحب نے بیٹھنے کے بعد عرض کیا کہ حضُور گاؤں میں ہمارے مکانات سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں۔ یہ بھائی آئے ہیں کہ واپس چلو تاکہ مکانات کا کچھ فکر کیا جائے۔" آپؒ نے ذرا سی خاموشی کے بعد فرمایا۔ "پیر جی آپ کا مکان تو نہیں گرا۔" اس پر ان کے بھائی نے کہا کہ واقعی دیواریں پھٹ گئی تھیں۔ بس گرنے کے قریب تھا کہ میں ادھر دوڑا آیا ہوں۔"

پھر آپ نے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر ڈیڑھ گز کا فاصلہ بنایا اور فرمایا۔ "پیر جی آپ کی باہر والی دیوار صرف اتنی سی گری ہے۔ باقی سب خیر ہے۔ فکر نہ کریں۔ اللہ کریم ہمیں زمین بھی دیں گے۔" پیر صاحب کے دل میں خیال آیا کہ ہم غریب آدمی ہیں۔ زمین

Marfat.com

کہاں لے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین ہی بہتر کر دیں تو سب کائنات حاصل ہو گئی
آپ نے معاً بڑی شفقت سے فرمایا "پیر جی ہم نے زمیندار بننا ہے۔ اللہ بہت کچھ دیگا۔
فکر نہ کریں۔ لیکن ابھی گاؤں نہیں جانا" کچھ دِنوں کے بعد جب وہ واپس گاؤں پہنچے تو
سیلاب کا خطرہ ٹل چکا تھا اور تھوڑے ہی دنوں میں مزروعہ زمین کے کچھ قطعات اُن کو
ارزاں قیمت پر مِل گئے۔

منصب میں ترقی مل گئی

خان حشمت خاں اب اسلامیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل ہیں۔ قبل ازیں وہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں بطور پروفیسر کام کرتے تھے۔ اُس وقت کے پرنسپل سے کسی بات پر اُن کی اَن بن ہو گئی۔ حتیٰ کہ پرنسپل ہر وقت درپئے آزار رہنے لگا۔ ایک دن پروفیسر محمد حسین بٹ کے ہمراہ خانصاحب حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ ملاقات کے وقت پروفیسر محمد حسین نے عرض کیا "حضور! خاں صاحب خاندانی آدمی ہیں اور نہایت قابل ہستی ہیں۔ لیکن پرنسپل صاحب خواہ مخواہ ان کے مخالف ہو گئے ہیں اور تنگ کرتے ہیں"۔ آپؒ نے فرمایا کہ "یہ تو خود پرنسپل بن جائیں گے۔ فکر نہ کریں اللہ کریم بڑا کرم فرمادیں گے"۔ بٹ صاحب نے خیال کیا کہ شاید آپ دلجوئی کے طور پر یوں ارشاد فرما رہے ہیں۔ وہ واپس فیصل آباد آئے تو پرنسپل نے اور بھی تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بٹ صاحب نے پھر بذریعہ خط حضرت صاحبؒ کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے جواب میں لکھا کہ "دشمن دفع ہو جائے گا"۔ چند دنوں کے بعد اُس پرنسپل کا تبادلہ ہو گیا اور اُس کے بعد خان حشمت خاں خود اس کالج کے پرنسپل بن گئے

مکان کے لیے زمین عطا فرمادی

ملک فتح الدین خاں کا بیان ہے کہ وہ

Marfat.com

حضورؒ کی خدمت میں حاضر تھے اور اُن دنوں فیصل آباد میں مکان تعمیر کرنے کی فکر میں تھے۔ حضرت صاحبؒ سے مکان تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ مکان کے لیے کتنی جگہ خرید کی ہے۔ عرض کیا کہ "حضور! سات مرلے کا پلاٹ ہے۔" فرمایا "یہ تو تھوڑی ہے ساتھ والی بھی لے لو۔" ملک صاحب نے خیال کیا کہ اگر کسی ہمسایہ نے کبھی اپنا مکان یا جگہ فروخت کی تو لے لوں گا۔"

جب فیصل آباد پہنچے اور اپنے خرید کردہ پلاٹ کا محلِّ وقوع دیکھنے گئے تو وہاں سب لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے ساتھ والی جگہ فالتو ہے۔ یہ تمہارے لیے موزوں ہے۔ اسے خرید لو۔" ملک صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اُس وقت یاد آیا کہ حضرت صاحبؒ میرے مکان کی جائے وقوع کو بہ چشمِ ظاہر دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ اولیاء اللہ کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ روئے زمین کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔

پیشگی انتباہ اور خطرے سے حفاظت

شیخ عمر دین نے بیان کیا کہ ایک دن میں حاضرِ خدمت تھا۔ موقع پا کر میں نے عرض کیا۔ "حضور! میں کپڑا خرید کرنے کے لیے کراچی جانا چاہتا ہوں۔ دُعا فرمائیں اللہ کریم مجھے اِس سفر میں نفع بخشیں۔" آپؒ نے فرمایا "چلے جانا اللہ رحم کر دے گا۔" اور ساتھ ہی فرمایا "وہاں بھیڑ بہت ہوتی ہے۔ تم بھولے آدمی ہو کہیں کیسہ نہ کٹوا بیٹھنا۔" میں نے کہا "حضور کی نظرِ کرم ہو گی تو پھر کوئی ڈر نہیں۔"

چنانچہ اگلے دِن میں کراچی چلا گیا۔ وہاں ایک رشتہ دار کے ہاں قیام کیا اور اس سے کراچی کے سفر کا مدعا بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ جاپانی لٹھے کی پانچ پیٹیاں میں نے خرید کی ہیں وہ تمہیں دے دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہفتے کے بعد اُن پانچوں پیٹیوں کے عوض

Marfat.com

مجھے ایک ہزار روپیہ منافع مل گیا۔ پھر مَیں وہاں سے مال خرید کر واپس آگیا۔

کراچی میں قیام کے دوران ایک دن مَیں بندرگاہ کی سیر کے لیے چلا گیا جب بس میں سوار ہونے لگا تو بہت ہجوم تھا۔ جُوں تُوں کر کے بس میں داخل ہُوا۔ اتنے میں کنڈکٹر آگیا اور اُس نے ٹکٹ خریدنے کو کہا۔ مَیں نے جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو ہاتھ نیچے نکل گیا اور معلُوم ہُوا کہ جیب کٹ چکی ہے لیکن حضرت صاحبؒ کی نظرِ عنایت سے پچپن روپے کی رقم جیب کے ایک کونے میں ہی اٹکی رہی۔ اس وقت مجھے حضرت صاحبؒ کا ارشاد یاد آیا اور مَیں نے شکر کیا کہ آپؒ نے غائبانہ میری حفاظت کا بھی انتظام کر دیا۔

مقدمہ سے رہائی

شیخ عمردین نے بیان کیا کہ ایک دن وہ رینالہ خورد سے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہُوئے۔ اڈا پر پہنچے تو گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی ایک بس آگئی۔ وہ اُس میں سوار ہو گئے اور ڈرائیور کے پاس جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کیا آپ حضرت صاحبؒ کے پاس جا رہے ہیں۔ شیخ عمردین نے کہا کہ ہاں مَیں آپؒ کی خدمت میں ہی جا رہا ہُوں۔ اس پر ڈرائیور نے کہا کہ "وہاں بس کھڑی کر کے مَیں بھی آپ کے ساتھ حضرت صاحبؒ کے پاس جاؤں گا۔ شیخ صاحب نے پُوچھا کہ کیا کچھ بات کرنی ہے۔ ڈرائیور نے کہا کہ کچھ عرصہ ہُوا میری بس کے نیچے ایک آدمی دب کر مر گیا تھا اور اس سلسلہ میں چند دِنوں تک عدالت میں حاضری ہے۔ کہنے لگا کہ عیالدار آدمی ہُوں خطرہ ہے کوئی سخت سزا نہ مل جائے۔

حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ کر ڈرائیور نے سڑک کے کنارے بس ٹھہرا دی اور خود شیخ عمردین کے ہمراہ حاضری کے لیے چل پڑا۔ بڑے دروازہ پر شیخ عمردین نے کہا

Marfat.com

کہ میں پہلے جاکر حضرت صاحبؒ سے آپ کے متعلق ذکر کرتا ہوں پھر جیسے ارشاد ہوگا۔ چنانچہ اندر جاکر شیخ عمر دین نے جب آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو کہدو کہ اللہ کریم رحم فرمادیں گے۔ چنانچہ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔

ایک ہفتہ کے بعد وہ ڈرائیور پھر شیخ عمر دین کو مِلا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب مَیں نے کوئی ہستی حضرت صاحبؒ کی شان کی نہیں دیکھی۔ حضور کی دُعا سے بالکل صاف بری ہو گیا ہوں۔

حضورؒ کا بلند مقام

ایک عالمِ دین بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے خزینۂ معرفت میں یہ لکھا دیکھا کہ جو شخص نمازِ عشاء کے بعد سونے سے قبل پانچ سو مرتبہ درود شریف خضری پڑھے گا۔ اس کو ایک ہفتہ کے اندر ہی حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ اس پر میرے دل میں بھی یہ وظیفہ پڑھنے کا شوق پیدا ہُوا۔ ابھی سات دن پُورے نہیں ہوئے تھے کہ خواب میں ایک نہایت خوبصورت۔ پُرنور اور باوقار بزرگ کسی علیحدہ مقام پر کار سے اترتے ہوئے نظر آئے۔ کچھ دنوں کے بعد میرے دوست حافظ محمد حسین نے کہا کہ "حضرت صاحب کرمانوالے لاہور تشریف لائے ہیں اور اس وقت بادشاہی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ چلو زیارت کر آئیں۔" وہ اپنے دوست کے ہمراہ بادشاہی مسجد جا پہنچے اور نہایت شوق وادب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ روئے مبارک پر نظر پڑی تو خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو ہوبہو اپنے سامنے موجود پایا۔ وہ فوراً سمجھ گئے کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ کے مصداق حضرت کرمانوالے ہی اس وقت نائبِ رسولؐ ہیں۔

اِصلاحِ احوال

پیر قدرت اللہ شاہ کا بیان ہے کہ حصولِ تعلیم سے فارغ ہو کر وہ

حضرت کرمانوالہ شریف آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعدازاں چند سال کے لیے آستانۂ عالیہ میں ہی قیام کی سعادت حاصل ہوگئی اور ہمہ وقت خدمت گزاری میں رہنے لگے۔

ایک دن اُن کے دِل میں خیال آیا کہ حضرت صاحبؒ ساتھ والے کمرہ کے اندر ہیں۔ آپ وہاں سے کس طرح سب جگہ کا حال دیکھ لیتے ہیں۔ اتنے میں دیوار کی دوسری جانب اُن کی اپنی آنکھوں کے سامنے حضرت صاحبؒ موجود نظر آئے۔ یہ اُن کے وسوسہ کا جواب تھا اور عارضی طور پر اُن کو یہ کیفیت حاصل ہوئی۔ ورنہ حضرت صاحبؒ کے لیے تو کسی وقت کوئی حجاب نہ تھا۔

امر بالمعروف

نیز بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحبؒ مجوزہ مسجد کے صحن میں کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک کار سامنے سڑک پر آکر رُکی۔ اُس میں سے چند آدمی نکل کر آئے اور سلام کر کے دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا "بیلیو کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے آئے ہو؟ ایک نے عرض کیا کہ حضور ہم لاہور سے آئے ہیں ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ آدمی بہت بیمار ہے۔ اس کے لیے دعا کروانے کی غرض سے آئے ہیں"۔ آپ نے کوئی دوا تجویز فرما دی اور کہا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرما دیں گے۔ دوائی انہوں نے لکھ لی اور پھر پوچھا کہ حضور کوئی پرہیز ہو تو ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ "حلال حرام کی تمیز کیا کرو اور حرام سے پرہیز کرو"۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ کونسی چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔ اس پر آپ طیش میں آگئے اور فرمایا جو میں کہتا ہوں،

Marfat.com

اُس کا خیال نہیں کرتے - جس چیز سے پرہیز ضروری ہے ادھر توجہ نہیں کرتے اور پرہیز پرہیز کی رٹ لگا رکھی ہے۔"

دراصل وہ سب چیزوں کی ناجائز ذخیرہ اندوزی اور فروخت کرنے والے تھے۔

آپ تبلیغِ دین کے لیے ان کو حلال و حرام میں تمیز کرنے کی تاکید کر رہے تھے۔ بحکم كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (ترجمہ) مسلمانو! تم سب سے بہتر ہو کیونکہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور برائی سے بچنے کی ہدایت کرتے ہو۔

گمشدہ بچہ مل گیا

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ آپ کی خدمت میں موجود تھے - ایک پریشاں حال شخص آیا اور عرض کیا "حضور میرا لڑکا ایک ماہ سے گم ہے - گھر سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے - دُعا فرمائیں کہ لڑکا گھر واپس آجائے۔" آپؒ نے فرمایا - "جا بیلیا - اللہ رحم کر دے گا۔" وہ سمجھا کہ آپ نے سرسری طور پہ کہہ دیا ہے اور توجہ سے دُعا نہیں فرمائی - اس لیے وہ اپنی جگہ پہ بیٹھا رہا -

آپؒ نے پھر اُس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا - "جاؤ - اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔" وہ شخص پھر بھی بادلِ ناخواستہ مجلس سے اُٹھا اور دروازہ کے قریب جا کر رُک گیا۔ لڑکے کی جُدائی اسے تڑپا رہی تھی - آخر آپ کے ارشاد کے مطابق ایک خادم اس کے پاس گیا اور کہا کہ بھائی تم جاتے کیوں نہیں - تم جاؤ - تم کو اجازت ہو گئی ہے۔" اس نے کہا۔ "مَیں تو بڑی اُمیدیں لے کر آیا تھا - آپ لوگ مجھے دربار سے خالی نہ نکالیں - مَیں تو لڑکا لے کر جاؤں گا۔" خادم نے جا کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پھر اس کی پریشانی کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ تو کہتا ہے کہ میں لڑکا لے کر جاؤں گا - آپؒ نے فرمایا کہ" وہ اپنی ضد

Marfat.com

پڑا ہوا ہے ہمارا کہا مانے تو کچھ بات بنے۔" چنانچہ خادم نے اُس کو کہا کہ جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا۔ اطمینان رکھو۔ یہ سُن کر وہ شخص اسٹیشن پر چلا گیا اور لاہور سے آنے والی گاڑی میں سوار ہو کر اوکاڑہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اوکاڑہ پہنچا تو اس کا لڑکا بھی اُسی ڈبہ میں سوار ہونے کے لیے آ گیا۔ باپ نے آگے بڑھ کر بیٹے کو گلے سے لگا لیا اور خوشی خوشی گھر لے گیا۔ چند دنوں کے بعد دونوں باپ بیٹا سلام کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مرضِ بواسیر سے نجات

سیالکوٹ سے جناب احسان قریشی صابری ایم اے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۵۹ء میں حضرت شیخ المشائخ بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر پاک پتن شریف گئے۔ مختلف قسم کے افکار کی وجہ سے ان کو بواسیر کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا اور خون جاری رہنے کی وجہ سے سفر میں بہت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے تمام بزرگان کرام اور صوفیائے عظام کی زیارت کے بعد خیال کیا کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے کوئی بزرگ اگر آئے ہوں تو اُن کی زیارت بھی کرنی چاہیے اور دعا کرانی چاہیے۔ جوئندہ یابندہ۔ آپ عید گاہ میں پہنچے جہاں حضرت صاحبؒ قیام پذیر تھے۔ عصر کی نماز پڑھی جا چکی تھی اور آپؒ علیحدگی میں بیٹھے تھے۔ صابری صاحب بھی چپکے سے پاس جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؒ متوجہ ہوئے اور پوچھا "آپ کہاں سے آئے ہیں؟" انہوں نے عرض کیا کہ "سیالکوٹ سے حاضر ہوا ہوں۔ مصائب اور غم و اندوہ کا مارا ہوا ہوں۔ بواسیر کا مریض ہوں۔ زندگی وبال بن چکی ہے۔ دعا کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں پھر حضرت امیر خسروؒ کی ایک رباعی ترنم سے پڑھی۔ رباعی سنتے ہی آپؒ نے جوش میں آ کر فرمایا:" خواہ مخواہ گھبرا گئے ہو۔ معمولی سی

Marfat.com

بواسیر ہے۔ اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔ گلقند اور مکھن باہم ملا کر کھا لیا کرو۔ سکونِ قلب بھی نصیب ہو جائے گا۔" انہوں نے عرض کی کہ گلقند تو میں عرصہ ایک ماہ سے کھا رہا ہوں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ فرمایا: "تم گلقند میں مکھن کی بجائے بادام روغن ڈالتے ہو گے اسلیے فائدہ نہیں ہوا۔" وہ حضرتؒ کا یہ فقرہ (مبنی بر کشف) سُن کر حیران ہوئے۔ واقعی وہ گلقند میں بادام روغن ڈال کر استعمال کرتے رہے تھے۔

پھر حضرت صاحبؒ نے فرمایا: "سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام صوفیاء کرام متعصب نہیں ہوا کرتے، یہ خیال دل سے نکال دو۔ مجھے ہی دیکھو ہر سال باقاعدگی سے باباصاحبؒ کے عُرس پر حاضری دیتا ہوں۔ تمام سلسلوں کی منزلِ آخر ایک ہے۔ دیکھو لاہور سے کراچی جانا ہو تو تیز رو بھی ہے۔ تیز گام بھی ہے۔ کراچی میل بھی۔ موٹر کار اور ہوائی جہاز بھی۔ سفر کسی ذریعہ سے کیا جائے۔ منزلِ مقصود سب کی ایک ہے۔ اسی طرح ہر چہار سلسلہ کی منزلِ مقصود اُسی کی ذات سے وصل ہے۔ اصل درویش دوسرے سلسلوں کے متعلق تعصب نہیں رکھتے۔ مَیں اُن لوگوں کو کج فہم سمجھتا ہوں جو وحدت الوجود اور وحدت شہود کی بحثوں میں پڑ کر قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔

دُعا سے مشکل حل ہو گئی

غلام نبی اشرفی الجیلانی کیمبل پُور سے بیان کرتے ہیں کہ اُن کے ماموں زاد بھائی معراج دین ایک غیر ملکی بورنگ کمپنی میں ملازم تھے۔ کسی بناء پر اُن کا انگریز افسر اُن سے ناراض ہو گیا اور ملازمت سے جواب دے دیا۔ لبعد ازاں کئی جگہ پر انتہائی کوشش کی گئی لیکن روزگار کی کوئی صورت نہ بن سکی۔ آخر کار معراج دین آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور دُعا کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ تم خود افسر بن جاؤ گے۔" چنانچہ معراج دین پھر اسی ملازمت پہ دوبارہ

Marfat.com

بحال ہو گیا اور بعد ازاں تھوڑے ہی عرصہ میں ترقی کر کے خود افسر بن گیا۔

مریض پر رحم

شیخ چراغ دین فیروز پوری بیان کرتے ہیں کہ قیام پاکستان سے پہلے وہ فیروز پور میں تھے۔ انہیں سر میں بال جھڑ کی بیماری ہو گئی۔ وہ کرمونوالہ میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ "خربوزے کے بیج مع گودا کے ملنا اور خربوزہ کھا لینا۔" موسم خربوزہ کا نہیں تھا۔ اس لیے شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور اِن دِنوں خربوزہ کہاں سے ملے گا۔ حضورؒ نے تبسّم فرمایا اور کہا "علاج بھی ہم بتائیں اور خربوزہ بھی دیں۔" یہ کہہ کر تکیے کے پچھلی جانب دستِ مبارک بڑھایا اور ایک تازہ خربوزہ عنایت کیا۔ شیخ صاحب خربوزہ پا کر بہت خوش ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میں یہ بے موسم کا خربوزہ گھر لے جا کر ضرور دِکھاؤں گا۔ یہ سُن کر آپؒ نے فرمایا۔ "یہ خربوزہ آپ کے گھر نہیں جائے گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد شیخ چراغ دین اجازت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہوئے اور راستہ میں یہی خیال ان کے دل میں قائم رہا کہ گھر جا کر یہ بے موسم کا خربوزہ ضرور دِکھانا ہے۔ اسی خیال میں فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی۔ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔ پھر اُن کے دل میں خربوزہ کھانے کا شوق ایسا غالب آیا کہ بے اختیار ہو کر خربوزہ کاٹا اور کھانا شروع کر دیا۔ حسبِ ارشاد اُس کے بیج اور گودا سر پر مل لیا۔ شیخ صاحب کا بیان ہے کہ اسی دِن سے بال جھڑ کی تکلیف میں افاقہ شروع ہو گیا اور چند دنوں کے اندر مکمل آرام ہو گیا۔

مرید کی استعانت

صوفی محمدؐ عالم فیروز پوری ایک دفعہ ذی الحجہ کے مہینہ میں حاضرِ خدمت ہوئے۔ دل میں سوچا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر آئندہ ماہ

Marfat.com

محرم میں پاک پتن شریف پہنچ کر بہشتی دروازہ سے آپ کی معیت میں گزرنے کی سعادت حاصل ہو۔ حالات اور کام کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ حاضری مشکل نظر آرہی تھی۔ آخر موقعہ پاکر آپ کی خدمت میں اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ "چلے جانا، حاضری دے آنا"

آپ کے ارشاد کے مطابق سب مصروفیتوں کے باوجود وہ پاک پتن شریف پہنچ گئے۔ اس وقت دربار شریف میں خاصا ہجوم تھا اور پولیس کے سپاہی ہجوم پر قابو پانے کے لیے لوگوں کو دربار شریف کے احاطہ سے باہر نکال رہے تھے۔ صوفی صاحب نظامی مسجد کے قریب کھڑے تھے لیکن اُن کی طرف کسی نے بھی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا اور نہ ہی کسی نے اُن سے باہر جانے کو کہا۔ تمام رسومات میں وہ حاضر رہے۔ آخر کار جس وقت بہشتی دروازہ کھُلا تو صوفی صاحب کو دفعتاً حضرت صاحبؒ دکھائی دیے۔ آپؒ نے اُن کے قریب آکر فرمایا، "آؤ بہشتی دروازہ سے گزریں"۔ پھر حضرت صاحبؒ اُن کو ساتھ لے کر بہشتی دروازہ کی طرف بڑھے۔ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ حضورؒ مڑے اور پیچھے ہو کر آپؒ نے صوفی صاحب کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ صوفی صاحب رُک گئے اور عرض کیا "حضور یہ بے ادبی ہے کہ میری پشت آپ کی طرف ہو"۔ اور یہ کہہ کر وہ حضرت صاحبؒ کے پیچھے ہو گئے اور آپؒ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ اسی حالت میں وہ بہشتی دروازہ سے داخل ہو کر حاضرِ دربار ہوئے۔ پھر دروازے سے باہر نکل کر ہر چند حضرت صاحبؒ کو تلاش کیا۔ آپؒ کہیں نظر نہ آئے۔

صوفی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک موقعہ پر حضرت قبلہؒ ملتان میں تشریف فرما تھے۔ شیخ نیاز احمد بی اے اسٹنٹ کمشنر (پاک پتن والے) حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا کہ مزارات پر حاضری کے وقت مراد حاصل کرنے کے لیے کس طرح

Marfat.com

دُعا کرنی چاہیے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ علماء کے نزدیک یہی مناسب ہے کہ خدائے برتر کے حضور میں اُس بزرگ کے وسیلہ سے حصُولِ مراد کے لیے دُعا کی جائے۔

لیکن فقراء کے نزدیک تو یہ طریقہ ہے کہ براہِ راست اسی بزرگ کے سامنے دستِ طلب دراز کیا جائے۔

قدیمی مسجد اور کنوئیں کی آبادی

ایک مرتبہ مولوی چراغ دین صاحب آپؒ کی خدمت میں کرمونوالہ شریف میں حاضر ہُوئے۔

باتوں باتوں میں آپؒ نے فرمایا: "ریلوے سٹیشن مغلپورہ (لاہور) کے مشرق کی جانب ریلوے لائن کے قریب ایک بزرگ کی بنائی ہوئی ایک بابرکت مسجد ہے جو کہ عرصۂ دراز سے غیر آباد پڑی ہے۔ اسے آباد کرنا ضروری ہے۔"

مولوی چراغ دین صاحب لاہور پہنچے اور مسجد کی تلاش میں مغلپورہ گئے۔ وہاں انہوں نے ریلوے لائن کے قریب ایک مسجد دیکھی اور سمجھے کہ یہی وہ مسجد ہے۔ چنانچہ کرمونوالہ واپس جا کر حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ مسجد تلاش کر لی گئی ہے۔ آپ نے مسجد کا محلِ وقوع پوچھنے کے بعد فرمایا کہ "یہ وہ مسجد نہیں ہے۔ جس بابرکت مسجد کا آباد کرنا مقصُود ہے وہ اُس مسجد کے مغرب میں واقع ہے۔ دوبارہ جاؤ گے تو مل جائے گی۔"

مولوی چراغ دین پھر مسجد کی تلاش میں مغلپورہ پہنچے تو خودرو جھاڑیوں اور درختوں میں چھپی ہُوئی ایک پُرانی طرزِ تعمیر کی کشادہ مسجد دکھائی دی۔ جب پھر مولوی صاحب آپؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو آپؒ نے فرمایا کہ "بس یہی مسجد مطلوبہ ہے جس سے ملحقہ کنواں بھی ہے۔" چنانچہ آپؒ کے ارشاد کے مطابق جھاڑیاں وغیرہ صاف کر کے مسجد اور کنواں آباد کر دیا گیا اور حسبِ ارشاد اس مسجد کو "مسجدِ نور" کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ یہ

Marfat.com

بابرکت مسجد آباد ہوگئی اور پانچوں وقت اس میں اللہ کا نام لیا جانے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک دفعہ سرہند شریف سے واپسی پر حضرت صاحبؒ بہ نفسِ نفیس اس مسجد میں آکر چند دنوں کے لیے ٹھہرے۔ ایک دن آپ چہل قدمی کرتے ہوئے مسجد کے جنوبی جانب ایک مقام پر رُک گئے اور فرمایا۔ "اس مقام پہ ایک بہت بڑا کنواں ہے اور یہ کنواں بھی انہی بزرگ کا بنوایا ہُوا ہے جن کے ہاتھوں اس مسجد مبارک کی تعمیر ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ کنواں بھی کھود کر چالو کیا جائے، اور اس سے آبپاشی کا کام لیا جائے۔ اس کنویں کا پانی ہر مرض کے لیے اکسیر کا حکم رکھے گا۔" وہ بابرکت مسجد اور کنواں آج بھی مغلپورہ ریلوے اسٹیشن سے تھوڑے فاصلہ پر ریلوے لائن کے ساتھ بارونق اور آباد ہیں۔ جس جگہ آپ نے کنویں کا نشان دیا تھا۔ وہاں کھدائی کی گئی تو دس فٹ کی گہرائی پہ ایک بہت بڑے کنویں کے آثار برآمد ہوئے۔

پھانسی کی سزا سے رہائی

گورنمنٹ کمرشل کالج سیالکوٹ کے ایک لیکچرر صاحب بیان کرتے ہیں کہ اُن کا بھائی قتل کے مقدمہ میں ملوّث ہوگیا۔ بے انتہا کوشش کی گئی۔ بہترین قانونی امداد کے باوجود سیشن جج نے پھانسی کی سزا سُنا دی۔ اپیل کرنے پر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی پھانسی کی سزا بحال رہی۔ اب باقی صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی یعنی سربراہِ مملکت کے پاس رحم کی اپیل۔ چنانچہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق صدر مملکت کے پاس رحم کی اپیل کی گئی۔ مگر یہاں بھی ناکامی مقدر میں تھی اور اپیل مُسترد ہوگئی۔

آخرالامر اُن کے والد صاحب نے دنیاوی تگ و دو سے مایوس ہو کر روحانی امداد کی طرف رجوع کیا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا پیش کی۔ کیونکہ

Marfat.com

یہی آخری سہارا نظر آیا۔ واقعات سن کر حضرت صاحبؒ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر ارشاد کیا۔ "اللہ خیر کرے گا اور کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جائے گی"۔

مردِ کامل کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ کچھ دنوں بعد حکومت نے جشنِ انقلاب منانے کا فیصلہ کیا اور اس جشن کی خوشی میں صدرِ پاکستان نے پھانسی کی سزا پانے والوں کی سزائیں یا تو بالکل معاف کر دیں یا انہیں عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ان کے بھائی کی سزا بھی عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔ یقیناً یہ حضرت صاحبؒ کی دعا کا نتیجہ تھا۔ بعد میں وہ وقت بھی آیا جب بالکل خیر ہو گئی اور ان کے بھائی کو جیل سے بھی رہائی مل گئی۔ اب وہ آزاد ہے اور شادی کے بعد خوشگوار زندگی گزار رہا ہے۔

بینائی عطا کر دی

منڈی ہیرا سنگھ سے ایک شخص محمد اسحٰق نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صاحبؒ کا خادم کمال الدین حجام جو اس کا رشتہ دار تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ آپ نے نہایت شفقت سے دریافت فرمایا "بیلیو! کیا بات ہے"۔ کمال الدین نے بصد احترام عرض کیا کہ محمد اسحٰق کی ہمشیرہ کی بینائی جاتی رہی ہے دعا فرمائیں اللہ کریم اُسے آنکھوں کی روشنی بخش دیں۔

حضرت قبلہؒ نے فرمایا "کوئی بات نہیں۔ اللہ کریم رحم کر دیں گے۔ لڑکی کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اس سے کہو کہ لڑکی کی آنکھوں میں شہد کی سلائی لگایا کرے"۔ محمد اسحٰق اور اسکی ہمشیرہ اس کے بعد بس میں سوار ہو کر منڈی ہیرا سنگھ چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد کمال الدین ان کی خیر و عافیت پوچھنے کے لیے منڈی ہیرا سنگھ گیا تو دیکھا کہ لڑکی کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ محمد اسحٰق نے اُس کو بتایا کہ جب وہ حضرت کرمانوالہ شریف سے بس میں سوار ہو کر اوکاڑہ سے چند میل کا فاصلہ آگے نکل گئے تو یک بیک لڑکی کی آنکھیں

Marfat.com

روشن ہو گئیں اور اب حضرت صاحبؒ کی دُعا سے بالکل ٹھیک ہیں۔ تعمیلِ ارشاد کے طور پر وہ آنکھوں میں شہد کی سلائی لگاتی رہی ہے۔

بے سہاروں کا سہارا

سید نذیر احمد شاہ نے بیان کیا کہ اُن کے گاؤں میں ایک شخص کے پاس ایک خوبصورت اور موٹی تازی گھوڑی تھی۔ وہ بانجھ ہو گئی تھی اور کئی سال سے اُس نے کوئی بچہ نہیں دیا تھا۔ ایک رات چور آئے اور گھوڑی چُرا کر لے گئے۔ مالک نے تھانہ میں چوری کی رپورٹ درج کرانا چاہی۔ لیکن چور بہت بارسُوخ اور بااثر تھے۔ اُن کے اثر و رُسوخ کی وجہ سے تھانہ والوں نے کوئی توجہ نہ دی اور ٹال دیا۔ گھوڑی کے مالک کی سید نذیر احمد شاہ سے راہ و رسم تھی۔ ایک دن وہ شاہ صاحب کے پاس بیٹھا ہُوا گھوڑی کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ چوروں کے ایک ساتھی نے ازروئے طعن کہا کہ تم سب مل کر ایک رسّہ تو تیار کر لو جس سے گھوڑی کو واپس آنے پر باندھ سکو۔

یہ بات سُن کر شاہ صاحب نے گھوڑی کے مالک سے کہا "بھئی اور تو ہماری اب کوئی سُنتا نہیں۔ چلو حضرت صاحبؒ کے پاس فریاد لے کر چلیں۔ وہاں یہ مُشکل حل ہوگی،، چنانچہ وہ دونوں حضرت صاحبؒ کے پاس حضرت کرانوالہ شریف جا پہنچے۔ حضرت صاحبؒ اُس وقت مکان کے باغیچے میں تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب کو دیکھ کر آپ نے فرمایا، "پیر جی آپ کیسے آئے؟" شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضُور اِس میرے ساتھی کی گھوڑی چور لے گئے ہیں۔ چور بہت بارسوخ ہیں۔ پولیس والے کارروائی سے گریز کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا، "پیر جی گھوڑی آجائے گی۔ ایک نہیں دو آئیں گی۔ فکر نہ کریں۔ اس آدمی کو کہیں کہ وہ کھُرپا لے لے اور اس کیاری کو درست کرے۔ اس میں سے

گھاس پھوس نکالے۔

کچھ دیر وہ آدمی کام کرتا رہا اور آپ آنے جانے والوں کی عرضداشتیں سنتے رہے۔ اپنے خیال کے مطابق کام ختم کرنے کے بعد وہ شخص پھر آپ کے پاس آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اُٹھ کر آ گئے ہو کام جاری رکھتے تو تمہاری گھوڑیاں جلدی آجاتیں اب کچھ دیر لگے گی۔ جاؤ اللہ کریم رحم کر دیں گے۔" پھر شاہ صاحب کو فرمایا کہ جا کر کپتان پولیس کو ملیں اور گھوڑی تلاش کرنے کے لیے کہیں۔

گھوڑی کے مالک کو ساتھ لے کر وہ کپتان پولیس کے پاس جا پہنچے۔ اس نے نہایت غور اور ہمدردی سے اُن کی سرگزشت سُنی اور اسی وقت گھوڑی تلاش کرنے کے لیے تھانیدار علاقہ کی طرف تاکیدی حکم جاری کر دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں پولیس نے گھوڑی برآمد کر لی اور اس کے مالک کو واپس دے دی۔ گھوڑی واپس آئی تو وہ گابھن تھی اور پھر اس نے ایک خوبصورت بچھیری کو جنم دیا۔ اس طرح حضُور کے ارشاد کے مطابق ایک کی بجائے دو گھوڑیاں واپس مِل گئیں۔

گمشدہ اونٹنی خود بخود واپس آگئی

چوہدری شادی تہاڑہ ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت قبلہ کے معتقدین خاص میں سے تھے۔ وہ اکثر اوقات کرموں والا شریف (ضلع فیروزپور) میں حاضرِ خدمت ہُوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ چوہدری صاحب کی ایک بہت عمدہ اونٹنی چور لے گئے۔ چند دن چوہدری صاحب تلاش میں سرگردان رہے مگر بے سُود۔ اونٹنی کا کوئی سراغ نہ مِلا۔ اُن کے مخالفوں نے آوازے کسنے شروع کر دیے کہ تم تو کہتے تھے میرے پیر کی برکت سے اونٹنی آجائے گی۔ کیا واپس آگئی ہے؟" طعنے سن کر اور تلاش بے سُود کے بعد وہ سیدھے حضرت صاحب قبلہؒ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب قبلہؒ نے حسبِ معمول اُن کی خیر و عافیت پوچھی۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ اور تو سب طرح سے حضور کی کرم نوازی ہے۔ البتہ میری اونٹنی چور لے گئے ہیں۔ تلاش کر کے تھک گیا ہوں۔ وہ نہیں ملی اب تو لوگ طعنے دیتے ہیں۔" آپؒ نے فرمایا کہ "جاؤ اونٹنی مل جائے گی اور چھن چھن کرتی آئے گی"۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ "حضور لطف تو پھر ہے کہ آج ہی اونٹنی مجھ سے پہلے گھر پہنچ جائے۔" آپ نے تبسم فرمایا "اطمینان سے جاؤ۔ اللہ کریم ایسا ہی کر دیں گے اور اونٹنی تمہارے گھر پہنچنے سے پہلے آجائے گی۔ اور مجھے کیا کہتے ہو۔"

چوہدری صاحب واپس اپنے گاؤں چل دیے۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو اونٹنی بھی بھاگتی ہوئی آئی اور اُن سے پہلے گھر میں داخل ہو گئی۔ اس کے گھٹنوں کے ساتھ گھنگھرو بندھے ہُوئے چھن چھن کر رہے تھے۔

ترقی مل گئی

شیخ خادم حسین انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ پہلے مارکیٹ کمیٹی میں بطور کلرک کام کرتے تھے۔ اُسی دفتر میں انسپکٹر کی آسامی خالی ہُوئی تو شیخ صاحب نے بھی درخواست دے دی اور حضرت صاحب کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر دُعا کے طلب گار ہُوئے۔ حضرت قبلہؒ نے ازراہِ شفقت فرمایا، "جس دن حاکم نے انتخاب کرنا ہوگا تم اُس دن طرّے دار پگڑی باندھ کر پیش ہونا۔ اللہ کریم مہربانی فرمائیں گے اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔" شیخ صاحب انتخاب کے دن حسبِ ہدایت خوب ٹھاٹھ سے افسرِ اعلیٰ کے روبرو پیش ہُوئے۔ افسرِ اعلیٰ نے کہا: "بیشک تمہارا تجربہ بھی ہے اور تم منتظم بھی ہو لیکن دوسرے امیدواروں کے مقابلے میں تمہاری تعلیمی قابلیت کم ہے۔ اُن میں ایف اے اور بی اے پاس ہیں اور تم دسویں پاس بھی نہیں ہو۔" شیخ صاحب نے

Marfat.com

خاموشی سے سب باتیں سُنیں اور سمجھے کہ کامیابی کی امید بہت کم ہے۔

افسرِ اعلیٰ نے امیدواروں کا انتخاب کرلیا پہلے نمبر پر ایک بی اے پاس امیدوار کو رکھا گیا اور دوسرے نمبر پر شیخ خادم حُسین تھے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے اور گزارش کی کہ افسرِ اعلیٰ نے مجھے دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔

حضرت قبلہؒ نے سن کر ارشاد فرمایا "تم دوسرے نمبر پر کیسے ہو تم تو پہلے نمبر پر ہو" چنانچہ جس شخص کا نام پہلے نمبر پر تجویز ہوا تھا۔ وہ ایک دائم المریض شخص تھا۔ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے ملازمت پر حاضر نہ ہو سکا۔ شیخ صاحب ہی کچھ عرصہ کے بعد اس آسامی پر عارضی طور پر کام کرنے لگے اور پھر حسنِ کارکردگی کی بنا پر مستقل ہو گئے۔

ملازمت پر باعزت بحالی

دفترِ ضلع کچہری ساہی وال کے ایک پُرانے اہلکار سید نذر حسین ایک دفعہ رشوت ستانی کے ایک مقدمہ میں ملوث ہو گئے۔ قصور دراصل کسی ماتحت کا تھا لیکن نزلہ اُن پر آگرا، اور ملازمت سے معطل کر دیے گئے۔ بیچارے عیالدار تھے اور معمولی سی بات پر پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ چند روز دورانِ تفتیش پولیس کے زیرِ حراست بھی رہے۔ آخر بعض احباب کے کہنے پر حضرت قبلہؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور گریہ وزاری سے التجائے دُعا کی حضور نے شفقت سے فرمایا کہ "جاؤ بری ہو جاؤ گے"۔

تفتیش مکمل ہونے کے بعد ان کا مقدمہ ایک سخت قسم کے مجسٹریٹ کے سپرد ہو گیا تو اُن کو اور بھی پریشانی لاحق ہوئی۔ حاکم مذکور میں نرمی نام کو نہ تھی۔ شاہ صاحب پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بظاہر اب تو رہائی کی کوئی صورت نہیں حاکم بے حد سخت ہے۔ حضرت قبلہؒ نے پھر تسلی و تشفی دی اور فرمایا "جاؤ بری ہو جاؤ گے اور مجھے

کیا کہتے ہو"۔

مقدمہ تاریخِ مقررہ پر پیش ہُوا۔ حاکم عدالت تمام مقدمات میں سزائیں سناتا چلا جا رہا تھا۔ لیکن شاہ صاحب کے فیصلہ کے کاغذات ہاتھ میں اُٹھانے کے بعد اُن پر پھر نظر دوڑائی اور سب سے آخر میں کاغذات کے نیچے رکھ دیئے اور دوسرے مقدمات میں سزائیں سنانے لگا۔ کام ختم کرنے کے بعد اس نے شاہ صاحب کے کاغذات ہاتھ میں لیے اور حکم سُنایا کہ جاؤ تم بری ہو۔ مَیں کسی پر خواہ مخواہ ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

اُس عدالت کے جس اہلمد نے فیصلہ ٹائپ کیا تھا۔ بعد میں شاہ صاحب کو بتایا کہ اس حاکم کی زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے تحریر شدہ فیصلہ کو بدلا ہے۔ شاہ صاحب! آپ کو واقعی کسی کامل بزرگ کی امداد حاصل ہے۔

قتل کا ملزم بری

ایک صاحب قصور سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس کا لڑکا اور ایک اور نوجوان قتل کے مقدمہ میں ماخوذ تھے۔ چند دنوں کے بعد سیشن جج فیصلہ کرنے والا تھا۔ دیہاتی صاف گو آدمی تھا۔ حضرت قبلہؒ نے جب دریافت فرمایا کہ بابا کیسے آئے ہو تو دیہاتی نے عرض کیا کہ میرے بیٹے اور اس کے ایک ساتھی نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہُوں کہ نوجوانوں نے سخت غلطی کی ہے ان کو معافی دی جائے"۔

حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا کہ "آخر قتل کی وجہ کیا تھی۔ بوڑھے دیہاتی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، حضور پرانی رنجش تھی اور بس وہ بدقسمتی سے اُن کے سامنے آگیا۔ انہوں نے طیش میں آکر اسے مار ڈالا"۔ اس دیہاتی کی صاف گوئی سے حضرت قبلہ بہت خوش ہوئے

Marfat.com

اور فرمایا "جاؤ بابا تمہارا لڑکا بری ہو جائے گا لیکن کسی کو قتل نہیں کرنا چاہیے یہ بڑا گناہ ہے"۔
دیہاتی بولا۔ "حضور بے شک۔ وہ آئندہ ایسا قصور نہیں کریں گے"۔ دیہاتی نے پھر عرض کیا کہ "حضور نے مجھ پر تو کرم فرمایا کہ میرے لڑکے کو بری کر دیا۔ لیکن میرے لڑکے کے دوست کے والدین کیا کہیں گے کہ یہ اپنے لڑکے کو تو چھڑا لایا اور ہمارا لڑکا پھنسا رہا"۔

آپ مسکرائے اور فرمایا "جاؤ بابا دونوں بری ہو جائیں گے لیکن توبہ کریں"۔
آٹھ دس دن کے بعد وہی بوڑھا دو نوجوانوں کو ساتھ لے کر پھر حاضرِ خدمت ہوا۔ وہ مقدمہ سے بری ہو چکے تھے اور اظہارِ عقیدت کے لیے آئے تھے۔ حضرت قبلہؒ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ "جاؤ۔ پھر کبھی ایسا برا کام نہ کرنا"۔

موت کے منہ سے نجات

مہر غلام محمد، سابق سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ کا بیان ہے کہ "حضرت کرمانوالا" ریلوے اسٹیشن منظور ہوا تو ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو اس کا اجرا ہونے والا تھا۔ افتتاحی تقریب کی خوشی میں ریلوے اسٹیشن اور گاؤں کو جھنڈیوں سے سجانے کا پروگرام بنایا گیا، حضرت کرمانوالا ریلوے اسٹیشن کے عین سامنے گاؤں میں داخل ہونے کا بڑا دروازہ ہے۔ اُن دنوں یہ ڈیوڑھی نما عمارت تنہا کھڑی تھی۔ کوئی اور مکان اس سے ملحق نہ تھا۔ دن کی روشنی میں باقی جگہوں پر جھنڈیاں لگا دی گئیں تو نمازِ مغرب کی اذان ہو گئی۔ ڈیوڑھی پر جھنڈیاں لگانے کا پروگرام ملتوی کر کے ہم حضرت صاحبؒ قبلہ کے ہمراہ نماز ادا کرنے چلے گئے۔ نماز ادا کر کے دُعا کے بعد ہم جلدی اُٹھ آئے اور ڈیوڑھی کی دیوار کے ساتھ ایک سیڑھی لگا کر میں چھت پر جانے کے لیے سیڑھی پر چڑھنے لگا۔

اِتنے میں دُور سے صاحبزادہ صاحبان (جناب محمد علی شاہ صاحب اور

جناب عثمان علی شاہ صاحب، تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے آتے دکھائی دیئے۔ وہ بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ ڈیوڑھی کے اُوپر کوئی آدمی نہ چڑھے۔ حضرت صاحب قبلہ نے صاحبزادہ صاحبان کو حکم دیا ہے کہ وہ خود سیڑھی پر چڑھ کر جھنڈیاں لگائیں۔ چنانچہ مہر صاحب پھر سیڑھی سے نیچے اُتر آئے۔ دونوں صاحبزادہ صاحبان بیک وقت اوپر جانا چاہتے تھے لیکن سیڑھی کمزور تھی اس لیے صاحبزادہ محمد علی شاہ ایک ہاتھ میں ہتھوڑی اور دوسرے میں ٹارچ لے کر سیڑھی پر چڑھ گئے۔ ابھی چھت پر نہیں اُترے تھے کہ ٹارچ روشن کی، سیڑھی کے عین سامنے ایک لمبا سا زہریلا سانپ لیٹا ہُوا نظر آیا۔ صاحبزادہ صاحب نے ہتھوڑی کا وار کیا اور سانپ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اللہ۔ اللہ۔ ولیٔ کامل کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ سانپ کی موجودگی کا خطرہ محسوس کرتے ہی آپؒ نے فی الفور میری حفاظت کا انتظام فرما دیا اور صاحبزادہ صاحبان کو روانہ فرما کر مجھے موت کے منہ سے بچا لیا۔ مَیں چھت پر اُترتا تو یقیناً سانپ مجھے ڈس لیتا۔

مرید کی دستگیری

مولوی مقصود احمد صاحب سکنہ باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ کا بیان ہے کہ اُن کے ایک عزیز بابو غضنفر علی ایف اے پاس تھے۔ حضرت صاحبؒ کی کرم نوازی سے محض کلرک بھرتی ہو کر جلد ترقی کر کے ایس ڈی او بن گئے۔ وہ پشاور چھاؤنی میں کام کرتے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران اُن کو پشاور سے بنگال تبدیل کر دیا گیا۔ اچانک روانگی کی وجہ سے وہ مکمل چارج نہ دے سکے اور ان کے خلاف کئی ہزار روپے کے غبن کا مقدمہ بن گیا۔ بنگال سے پھر بذریعہ تار واپس پشاور بلا لیا گیا اور ملازمت سے معطل کر کے تحقیقات شروع کر دی گئی۔ اِسی سلسلہ میں ایک انگریز افسر اور علاقہ کا تھانیدار ہمارے گاؤں میں آئے اور بابو غضنفر علی کے مکان کی تلاشی لے کر تمام

Marfat.com

اشیا ضبط کر کے ایک کمرہ میں بند کرنے کے بعد تالا لگا دیا اور دوسرے دن ٹرک پر لاد کر سارا سامان پشاور لے جانے کا پروگرام بنا لیا۔ اسی پریشانی کے عالم میں راتوں رات مولوی مقصود احمد صاحب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کرسوں والا ضلع فیروزپور پہنچ گئے۔ حضورؒ نے پہلا سوال یہی کیا کہ "مجھے بابو غضنفر علی کی بات سناؤ"۔ مولوی صاحب نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ آپؒ نے طیش میں آ کر فرمایا "بڑے ظالم ہیں۔ غریب کے مکان پر چھاپہ مار دیا" پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا۔ "مقصود احمد جاؤ۔ کھانا کھاؤ۔ کوئی فکر نہیں ہے اللہ کریم رحم کر دیں گے"۔ نمازِ عصر کے قریب پھر آپؒ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں چند چھوٹی چھوٹی چیزیں لے جائیں گے جن پر سرکاری نشان ہیں ہمارا سامان نہیں لے جائیں گے۔

دوسرے دن حضورؒ سے اجازت لے کر جب واپس گھر پہنچے تو پتہ چلا کہ جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھے وہی انگریز افسر پھر آ گیا۔ سکھ سب انسپکٹر پولیس اُس کے ہمراہ تھا۔ بابو غضنفر علی کے مخالفین بغلیں بجا رہے تھے اور گاؤں کے تمام مرد و زن کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب ٹرک پر سامان لاد لیا گیا تو سکھ سب انسپکٹر نے کہا کہ جناب کیا یہ پلنگ، میزیں اور کرسیاں آپ کے گھر میں نہیں یا میرے گھر میں نہیں ہیں؟ انگریز افسر نے کہا کہ "ہاں واقعی یہ چیزیں تو سب کے گھر میں ہوتی ہیں۔ پھر کیا کرنا چاہیے"۔ سکھ سب انسپکٹر نے کہا کہ یہ سب چیزیں یہاں ہی مقفل کر کے کسی کی ضمانت میں رکھ دیں البتہ سرکاری نمبر والی اشیاء لے جائی جا سکتی ہیں"۔ چنانچہ انگریز افسر نے گھر کا سارا سامان ایک کمرہ میں مقفل کر کے سر بمہر کر دیا اور کہا کہ مقدمہ کے فیصلہ پر جو حکم ہو گا اس پر عمل کیا جائے گا"۔ اِس طرح مخالفین کی شرارت ختم ہو گئی۔ وہ انگریز افسر پشاور پہنچتے ہی موٹر سائیکل

Marfat.com

سے گر کر مر گیا۔ دیگر پولیس افسروں کی شہادت سے بابو غضنفر علی کے خلاف غبن کا کیس ثابت نہ ہو سکا۔ یہ حضرت قبلہؒ کی کرم فرمائی تھی۔ فیصلہ یہ ہُوا کہ بابو غضنفر علی کو تنزلی کے بعد پھر -/۴۵ روپے ماہوار پر کلرک مقرر کر دیا جائے۔

مقدمہ سے بری ہونے کے بعد بابو غضنفر علی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کی زبانی ساری سرگزشت سنی اور فرمایا فکر نہ کرو تم جلد ہی پھر اپنے محکمہ میں بڑے افسر بن جاؤ گے چنانچہ دو تین سال کے بعد وہ پھر اپنی حسنِ کارکردگی اور محنت کی وجہ سے ہیڈ کلرک بن گئے اور بعد ازاں اسی عہدہ سے ریٹائر ہو کر پنشن حاصل کی۔

شیخِ کامل کی غیبی امداد

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب زرعی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلیے امریکہ چلے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن پروفیسر صاحب کا لیکچر غروبِ آفتاب کے بعد ختم ہُوا۔ رات کے سائے پھیل چکے تھے۔ پروفیسر صاحب نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس گھر پہنچنے کے لیے کوئی کار یا موٹر سائیکل ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ پروفیسر صاحب نے اُن کی ایک ہم سبق لڑکی سے دریافت کیا کہ، "تمہارے پاس کوئی موٹر کار ہے۔" وہ جھٹ بول اُٹھی کہ "ہاں میں ان کو اپنے ساتھ لے چلوں گی۔" وہ دونوں کچھ دُور سڑک پر چلتے گئے تو ڈاکٹر رحیم صاحب نے دریافت کیا کہ تمہاری گاڑی کہاں ہے۔ وہ لڑکی کہنے لگی کہ ابھی کوئی ٹیکسی لے لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ خدا خیر کرے۔ اِتنے میں ایک ٹیکسی آئی اور دونوں اس میں سوار ہو گئے۔ اس لڑکی کی اقامت گاہ راستہ میں تھی۔ جب وہاں پہنچے تو اس نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اگر

Marfat.com

آپ میرے ساتھ کافی کی ایک پیالی پی لیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب نے سادگی اور صاف دِلی سے اس کی دعوت قبول کر لی کیونکہ انکار بد خلقی کی علامت سمجھا جاتا۔

ڈاکٹر صاحب کو لڑکی نے ملاقات کے کمرہ میں بٹھا دیا اور خود قہوہ تیار کرکے لانے کے لیے دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو رات کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ اور کافی کے برتن اس کے ہاتھوں میں تھے۔ اب اس کے انداز بدل چکے تھے اور وہ غمزہ و ادا کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس مرحلہ پر ڈاکٹر صاحب کو احساس ہُوا کہ وہ کس خطرناک صورتِ حال میں پھنس گئے ہیں۔ نجات کی راہیں مسدود نظر آئیں تو معاً اپنے پیر و مرشد حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیالِ مبارک دِل میں آیا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو سامنے آپؒ دروازے میں کھڑے دکھائی دیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے آپ کو سنبھالا اور فوراً اُٹھ کر دروازے کی طرف بھاگے۔ دروازہ کھُل گیا اور باہر سڑک پر پہنچ کر ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہوگئے۔ اس طرح شیخِ کامل کی کرم نوازی سے ڈاکٹر صاحب اس غارت گرِ ایمان کے پنجے سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ بیشک شیخ کامل اپنے عقیدت مندوں کی دستگیری اور اعانت کے لیے ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی آناً فاناً پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت قبلہ کا طریقۂ تلقین

ڈاکٹر محمد رفیق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں اپنی اوّلین حاضری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ لاہور سے وہ اپنے والدِ ماجد مرحوم و مغفور کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ اُن کے چچازاد بھائی سیٹھ محمد شفیع بھی اُن کے ساتھ

Marfat.com

تھے۔ لاہور سے عمدہ آموں کا ایک ٹوکرا بطور نذر پیش کرنے کے لیے ساتھ لے لیا۔
فیروز شاہ اسٹیشن سے کرمونوالہ شریف دو اڑھائی میل کی مسافت پر تھا۔ ہم آرام طلب شہری نوجوان! خیر جوں توں کر کے منزلِ مقصود پر پہنچے۔ نمازِ مغرب کے بعد کھانا کھایا اور پھر نمازِ عشاء کے بعد ایک خادم نے کہا کہ حضرت صاحب نمازِ فجر کے بعد ملاقات کریں گے۔ سب صاحبان اب آرام کریں۔

شوقِ دیدار نے ہمیں بے قرار کر رکھا تھا۔ ہم نے میاں بالا صاحبؒ (میاں محمد اقبال) کو آموں کا ٹوکرا پیش کر کے کہا کہ یہ حضورؒ کی خدمت میں پہنچا دیں۔ میاں صاحبؒ نے کہا۔ "لے جاؤ یہ ٹوکرا۔ تم شہری بہت ہوشیار اور چالاک ہوتے ہو۔ یہاں ٹوکروں کی پروا نہیں۔ ملاقات صبح کے وقت ہی ہو گی۔" ہم دونوں نوجوان تھے۔ ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ سیٹھ محمد شفیع نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ سب دکانداری معلوم ہوتی ہے۔ چلو صبح کی نماز کے بعد واپس چلیں اور آم بھی ساتھ لیتے چلیں گے۔ راستہ میں لوگوں میں تقسیم کر دیں گے۔

نمازِ فجر کے بعد ہم روانگی کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ خلافِ معمول آپ نے تھوڑی دیر کے بعد ہی حجرہ شریف کا دروازہ کھولا اور خادم کو ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت لاہور سے جو تین آدمی آئے تھے۔ اُن میں سے سب سے چھوٹے نوجوان کو بُلا لاؤ۔ میں خدمت میں حاضر ہُوا۔ عجیب کیفیت تھی۔ رعبِ ولایت سے میں خاموش بت بنا بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "برخوردار! یہاں "دکانداری" نہیں ہے۔ مَیں یہاں کسی کے حُکم سے بیٹھا ہوا ہوں۔ اور ذکر فکر کی تلقین میرا فرض ہے۔ پھر نہایت کرم نوازی سے بعض نصیحت آموز کلمات ارشاد فرمائے بعد ازاں خادم کو بھیجا کہ جاؤ دوسرے نوجوان کو بھی بلا لاؤ۔ چنانچہ سیٹھ محمد شفیع بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "رات بھر آپ لوگوں نے نہ خود

Marfat.com

آرام کیا اور مجھے آرام کرنے دیا۔ انسان میں صبر اور حوصلہ بھی ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ "برخوردار" یہاں دکانداری نہیں ہے۔ "مَیں تو بزرگوں کے حکم کے مطابق بیٹھا ہُوا ہوں۔ بعدازاں ڈاکٹر صاحب کے والدِ بزرگوار بھی حاضر ہوتے۔ اور سب کو آپ نے اپنی کرم نوازی سے گرویدہ بنا لیا اور ہمیں آپ کے علوِ شان کا پوری طرح احساس ہُوا اور ہماری دنیا ہی بدل گئی۔

کراچی کا سیٹھ

شیخ چراغ دین فیروز پور کے رہنے والے تھے۔ دیہات میں پھیری کر کے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ کرمونوالہ شریف ضلع فیروز پور گئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو گئے۔ پھر وقتاً فوقتاً خدمتِ بابرکت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ جب بھی دربارِ عالیہ میں حاضر ہوتے حضرت صاحبؒ شفقت سے فرماتے۔ "آ بیلیا کراچی دیا سیٹھا آگیا ایں" شیخ صاحب حیران ہوتے کہ مَیں تو بمشکل مزدوری کر کے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں اور حضور مجھے ہر مرتبہ اسی طرح مخاطب فرماتے ہیں۔ اس سے شیخ صاحب کی ڈھارس بندھ جاتی اور وہ یقین کر لیتے کہ انشاء اللہ مردِ کامل کی نظرِ عنایت سے ان کے دن پھر جائیں گے۔

پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو وہ سرزمینِ پاکستان میں داخل ہوتے ہی سیدھے کراچی پہنچے۔ کاروباری آدمی تھے۔ کاروبار کے مرکز جوڑیا بازار میں اُن کو ایک اچھی دکان الاٹ ہوگئی۔ رہائش کا مسئلہ بھی حضرت صاحبؒ کی نظرِ کرم سے طے ہو گیا۔ اپنے لڑکوں کی امداد سے وہ کاروبار میں مشغول ہو گئے اور بہت جلد اس کاروباری مرکز میں اپنی ساکھ بنا لی۔ حتیٰ کہ چند سالوں کے اندر ہی سیٹھ چچا کے نام سے مشہور ہو گئے اور کراچی میں سیٹھ چراغ دین کے مشہور و معروف نام سے پہچانے گئے۔ بعد میں ان کے کاروبار میں بہت وسعت پیدا

Marfat.com

ہوگئی ۔ وہ امورِ دینیہ میں سرگرمی سے حصّہ لینے والے بزرگ تھے ۔ بڑے بڑے کاروباری میمن حضرات بھی اُن کا بے حد احترام کرتے تھے ۔

عالمِ دین پہ نظرِ کرم

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کچھ عرصہ ستلج کاٹن ملز سے ملحقہ ہائی سکول میں معلّم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

آپ ہر جمعرات کو نمازِ عصر کے بعد اپنے احباب کے ہمراہ حضرت صاحب قبلہ رح کی خدمتِ بابرکت میں حاضری کے لیے آتے اور اکثر اوقات حضرت صاحبؒ کے ارشاد کی تعمیل میں خوش الحانی سے نعت سنایا کرتے تھے ۔ وہ عموماً عظیم البرکت امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوز و محبت میں ڈوبی ہوئی نعتیں پڑھا کرتے تھے ۔ ایک دن نعت پڑھ چکے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ "مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ "نوّے روپے" ۔ آپ نے فرمایا ۔" صرف نوّے روپے ؟ آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ ہونی چاہیے ۔" مولانا صاحب یہ سُن کر خوش تو ہوئے لیکن گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ تو بڑی بات ہے ۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحبؒ نے پھر دریافت کیا کہ "کیا آپ کبھی کراچی بھی گئے ہیں ؟" ۔ انہوں نے جواب دیا کہ "نہیں حضُور کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہُوا۔" آپؒ نے فرمایا کہ" برخوردار کراچی جانا چاہیے ۔!" چنانچہ کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر بعزم کراچی روانہ ہوگئے ۔ وہاں پہ ان کو ایک ماہ تک رُکنا پڑا اور کئی تقریبات میں شمولیت کی ۔ بالآخر میمن مسجد کے خطیب منتخب ہوگئے اور ان کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحبؒ کے ارشادِ عالیہ کے مطابق چار سو روپیہ ہی مقرر ہُوئی ۔ اس کے بعد کراچی کے دینی حلقوں میں ان کے مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا اور وہ کراچی کے ہی ہو کر رہ گئے ۔ کراچی

Marfat.com

میں اب اہلِ ذوق کو ان سے استفادہ کرنے کا بہت موقع ملتا ہے۔

روحانی تصرف کے ذریعہ دستگیری

خواجہ منظور احمد صاحب قیامِ پاکستان کے بعد لدھیانہ سے کراچی آ گئے۔ یہاں گرومندر کے قریب ان کو ایک کشادہ دومنزلہ مکان الاٹ ہو گیا جس کا محلِ وقوع نہایت عمدہ ہے۔ اُن کے بڑے کنبہ کے لیے یہ ایک موزوں مکان تھا۔ نچلے حصہ میں وہ مع اہل و عیال فروکش ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے بڑے بھائی کی سفارش پر ایک ہندو وکیل بھیم جی کو عارضی طور پر قیام کے لیے بالائی منزل دے دی گئی۔ خواجہ صاحب کی یہ کشادہ دلی انسانی ہمدردی کی بنا پر تھی۔ ہندو وکیل نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے مکان کا بندوبست کر کے اُس میں منتقل ہو جائے گا۔ وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ وکیل کی نیت میں فتور پیدا ہوا اور اُس نے بالائی حصہ کے قبضہ کے لیے قانونی چارہ جوئی شروع کر دی۔ اب خواجہ صاحب کو معاملہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ پانی سر سے گزر چکا تھا۔ جواباً قانونی چارہ جوئی کا سہارا لیا۔ لیکن جب زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو ایک دن اپنے خاص آدمی میاں محمد لوہا سیالکوٹی کو عرضِ حال کے لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف روانہ کر دیا۔

میاں محمد لوہا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؒ نے خود بخود خواجہ منظور احمد کی خیر و عافیت کے متعلق سوال کیا۔ اُس نے کہا کہ "حضور ویسے تو خواجہ صاحب آپ کی دعا سے بخیر و عافیت ہیں۔ مگر مکان کے بارے میں بہت پریشان ہیں۔ ہندو وکیل اب بالائی منزل پر قبضہ کرنے کے لیے قانونی چارہ جوئی کر رہا ہے۔" یہ سُن کر آپؒ نے پُرجلال لہجہ میں فرمایا کہ "مکان ہمارا اپنا ہے۔ بزرگوں نے

Marfat.com

ہمیں عطا کیا ہے۔ وہ ہندو وکیل اِس معاملہ میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔ مکان ہم سے کوئی نہیں لے سکتا۔ ہمارے پاس ہی رہے گا۔

کراچی میں ہندو وکیل بھیم جی اور اس کے دوسرے رشتہ دار جو دوسری جگہوں پر اقامت پذیر تھے اُس رات سخت دہشت زدہ رہے اور کہیں بھی اس خاندان کا کوئی فرد رات کو چین سے نہ سو سکا۔ صبح کو سارے خاندان کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہُوئے اور سب نے اپنی اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ سمجھ گئے کہ خواجہ صاحب سے ٹکر لینے کا یہ نتیجہ ہے۔ سب مِل کر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت سماجت کے بعد طے ہوُا کہ مقدمہ واپس لے لیا جائے گا اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا مکان خالی کر دیا جائے گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد تصفیہ ہوگیا اور وہ مکان کی بالائی منزل خالی کر کے چلے گئے۔

شرِّ اعدائے سے حفاظت کا انوکھا ہتھیار

مناظرِ اسلام مولانا محمد عمرؒ صدیقی اچھروی بلندپایہ خطیب تھے۔ اُن کی طبیعت میں مناظرہ اور مجادلہ کا رنگ غالب تھا۔ حضرت صاحبؒ کے پُرخلوص عقیدت مندوں میں سربرآوردہ ہستی تھے۔ مختلف الخیال عقاید کے لوگوں سے اُن کے مناظرے جاری رہتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض اوقات مخالفین کی عداوت کے سبب ان کو پریشانیوں میں بھی مبتلا ہونا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ سندھ اور ریاست خیرپور کے دورہ سے واپس لوٹے تو حضرت صاحبؒ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہُوئے۔ مخالفین کی شرارتوں اور دھمکیوں کی وجہ سے ان کی طبیعت سخت پریشان تھی اور سکون نہیں تھا۔

حضرت صاحبؒ کی خدمتِ بابرکت میں شرف یاب ہوتے ہی سکونِ قلب

Marfat.com

حاصل ہوا اور طمانیت میسر ہوئی۔ لیکن پھر بھی مخالفین کی شرانگیزیوں اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کر ہی دیا اور عرض کیا کہ پستول کا لائسنس مل جائے تو حفاظت کے لیے پستول خرید لوں۔ حضرت صاحبؒ نے میٹھے میٹھے الفاظ میں تسلی و تشفی دی اور اپنے خادم کو فرمایا کہ جاؤ بیری کے درخت سے ایک موٹا ڈنڈا کاٹ کر عصا بنا کر لاؤ۔ خادم تھوڑی دیر کے بعد عصا لے کر آگیا۔ آپؒ نے وہ عصا مولوی صاحبؒ کو تھما دیا اور فرمایا کہ اسے عصائے موسوی سمجھیں اور بے فکر تبلیغِ دین کا کام کریں۔ اسے اپنے ساتھ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ پستول کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت مولانا صاحبؒ اس کے بعد سفر و حضر میں وہ عصا اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اُن کی ہیبت سب پر چھائی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ گھر میں مرغیوں کے ڈربے کے ساتھ کھڑا کر دینے سے رات کو بلیوں سے بھی مرغیوں کی حفاظت ہوتی تھی۔

مشکل مسئلہ حل کر دیا

واعظِ شیریں بیان مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب مسجد حضرت داتا گنج بخشؒ نے بیان فرمایا کہ ۱۹۶۰ء میں ایک شرعی مسئلہ سمجھنے اور شرفِ زیارت حاصل کرنے کیلیے حاضرِ خدمت ہُوا۔ سردی کا موسم تھا۔ آپ اس وقت اپنی حویلی کی چاردیواری کے اندر شمال مغربی کونے میں بستر پر تشریف فرما تھے۔ ناچیز قریب پہنچا تو آپؒ نے ازراہِ عنایت و مہربانی اپنے قدم مبارک کے پاس زمین پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ بندہ جب اس قدر قریب ہو کر بیٹھ گیا تو آپ نے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک کتاب ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ "مولوی صاحب! اِس کتاب کے فلاں صفحہ کی عبارت پڑھیں"۔ مَیں نے کتاب کھولی۔ فارسی زبان کی کتاب تھی۔ جب مَیں نے اُس صفحہ پر تحریر شدہ عبارت پڑھی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ اُس مقام پر اُسی مسئلہ کی وضاحت درج تھی جو میں سمجھنے کے لیے

Marfat.com

حاضر ہُوا تھا۔ جب مَیں مکمل عبارت پڑھ چکا تو آپؒ نے فرمایا "مولوی صاحب کیا مسئلہ سمجھ میں آگیا ہے؟" مَیں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس کے بعد مختلف علمی مسائل پہ آپ کافی دیر تک روشنی ڈالتے رہے اور مَیں آپ کے تبحرِ علمی سے مستفید ہوتا رہا۔ سادہ الفاظ میں بہت سے دقیق مسائل کی وضاحت فرما دی۔

دستِ غیب

مولوی مقصود احمد سکنہ باجڑہ گڑھی، ایک مڈل سکول میں صدر مدرس تھے۔ اُن کی تنخواہ ۳۵ روپے ماہوار تھی۔ کئی سال تک کوئی ترقی نہ ہوئی۔ مگر اس قلیل تنخواہ میں بھی اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور رہائشی مکان کی پُرانی عمارت مسمار کر کے نئی پختہ عمارت بھی تعمیر کر لی۔ ایک دفعہ اُن کے دِل میں خیال پیدا ہُوا کہ حضرت صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں عرض کروں کہ میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ حاضر ہُوئے تو بقول ؏ اے لقائے تو جوابِ ہر سوال

آپؒ نے دریافت فرمایا "مقصود احمد تمہاری تنخواہ کیا ہے؟" وہ جواب دینے نہ پائے تھے کہ حضورؒ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ جاؤ بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی کمی نہیں رہے گی۔" ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضورِ انورؒ کے اس ارشادِ مبارک کے بعد اُن کی تنخواہ میں ہر سال اضافہ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ریٹائرمنٹ کے وقت ان کی ماہوار تنخواہ ۳۲۵ روپے تک پہنچ چکی تھی۔ تمام بچوں کی شادیوں پر فراخدلی سے خرچ کیا اور دستِ غیب کی عطائیں بڑھتی ہی گئیں۔ ۱۹۶۸ء میں ملازمت سے ریٹائر ہو گئے تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے

Marfat.com

وقت عرض کیا حضور تمام سرکاری ملازمین کو پنشن مل جاتی ہے مگر میری پنشن نہیں ہے۔ حضورِ انورؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "منشی جی! فکر نہ کرو۔ اللہ کریم تمہاری پنشن بھی مقرر فرمادیں گے"۔ چنانچہ دوسرے ریٹائرڈ مدرسین کے ساتھ مل کر تھوڑی سی کوشش کرنے کے بعد حضورِ انورؒ کے ارشاد کے مطابق آغازِ ملازمت سے سب کی سرکاری سروس شمار کرلی گئی اور اللہ کریم کے فضل سے سب کو پنشن مل گئی۔

اولادِ نرینہ عطا ہوئی

موضع مہموں کے۔ پاکپتن شریف کی ایک نواحی بستی ہے وہاں کے نمبردار حاجی کندر خاں آپ کے مخلص عقیدتمندوں میں تھے۔ اور آپ کو حاجی کندر خاں سے محبت تھی۔ درگاہِ عالیہ پاکپتن شریف کی حاضری سے فراغت کے بعد ایک مرتبہ آپ حاجی کندر خاں اور دوسرے عقیدتمندوں کی پُرخلوص دعوت پر موضع مہموں کے تشریف لے گئے۔ گاؤں میں کچھ دیر قیام کے بعد جب آپ کی روانگی کا وقت آیا تو ایک پریشان حال دیہاتی نوجوان عورت اُس مکان کے باہر آکر بیٹھ گئی جہاں آپ فروکش تھے۔ کسی نے اس سے اس کی پریشانی کا سبب پُوچھا تو وہ کہنے لگی کہ اولاد کی دولت سے محروم ہوں اور زندگی وبال بن گئی ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ "بی بی! اب تو حضرت صاحبؒ بالکل روانہ ہونے والے ہیں۔ اب کیسے عرض پیش کی جائے"۔ عورت دھن کی پکی تھی اُٹھی اور جھٹ گاؤں سے باہر جاکر اس راستہ پر لیٹ گئی جہاں سے آپ کی موٹر کار گزرنے والی تھی۔ آپ موٹرکار میں سوار ہوکر روانہ ہوئے اور جب اس جگہ پہنچے جہاں عورت راستہ میں لیٹی ہوئی تھی تو کار رُک گئی۔ آپ نے دیکھا کہ سامنے ایک عورت لیٹی ہوئی ہے۔ دریافت فرمایا کہ "کیا معاملہ ہے کیا یہ عورت اپنی جان سے بیزار ہے"؟ کسی واقفِ حال نے عرض کیا کہ حضور اس عورت

Marfat.com

کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے اور ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہے۔"

آپؒ نے فرمایا کہ اِس بی بی سے کہدیں کہ اللہ تعالیٰ اِس کی گود ہری کر دیں گے اور اسے چاند سا بیٹا عنایت فرمائیں گے اب یہ اپنے گھر کو خوش خوش جائے اور ہمارا راستہ چھوڑ دے۔" یہ خوشخبری پاکر وہ عورت اپنے گھر کو روانہ ہوگئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کی گود ہری ہوگئی اور اس کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا۔

دِل کی حقیقی صفائی

ایک دن آپ حلقۂ عقیدتمنداں میں تشریف فرما تھے۔ ایک تعلیم یافتہ نوجوان آئے اور خاموشی سے محلس میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ اُس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ بابو جی آپ کیسے آئے ہیں" نوجوان نے جواب دیا۔ "حضرت ! دل کا مریض ہُوں اِس کے علاج کے لیے حاضر ہُوا ہوں۔" آپ نے ذرا زور دار لہجہ میں فرمایا۔ "میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" نوجوان نے عرض کیا۔ "حضُور! دل کی روشنی کا متلاشی ہُوں۔" آپؒ نے ارشاد فرمایا۔ "مجھے روشنی اور اندھیرے سے کیا سروکار ہے۔ مَیں تو یہ جانتا ہُوں کہ ہر مُسلمان سنّتِ نبوی کا پابند ہو اور حضُور نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرے۔ پھر نہ کسی اندھیرے کا ڈر باقی رہتا ہے اور نہ کسی اور روشنی کی تمنّا باقی رہتی ہے۔" مزید ارشاد فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے ادا کریں۔ رزقِ حلال کے حصُول کی کوشش کریں۔ کسی کی حق تلفی نہ کریں۔ اور ظاہری شکل وصورت بھی مسلمانوں جیسی بنالیں تو کوئی کمی نہیں رہے گی۔

عرضداشتوں پہ فوری فیصلے

محمد امین صاحب شرقپوری نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضری

کے لیے جا رہا تھا۔ دورانِ سفر دل میں خیال گزرا کہ حضرتِ اعلیٰ سرکارِ شرقپوری حضرت میاں صاحبؒ تو حاضر ہونے والوں کی عرضداشتوں پر فوراً فیصلہ صادر فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہؒ اکثر معاملات میں اُس قسم کی تیزی سے تصفیہ نہیں فرماتے۔

خدمتِ اقدس میں باریاب ہُوا تو آپ حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ کی ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ اِتنے میں ایک مولوی صاحب چند ہمراہیوں کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحبؒ نے مولوی صاحب کی جانب نظر اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ "مولوی صاحب! کیا آپ کے ساتھ آٹھ آدمی ہیں؟ مولوی صاحب کہنے لگے جی ہاں۔ اِن لوگوں پر قتل ......

حضرت صاحبؒ نے ارشاد فرمایا۔ "مولوی صاحب کسی انسان کو جان سے مار دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اِن کو بری کر دے گا، اور یہ ڈاڑھی نہ منڈایا کریں"۔ مولوی صاحب نے پھر عرض کیا کہ مقدمہ میں پہلے سے کچھ رعایت ہو گئی ہے"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مَیں نے تو آپ سے کہہ دیا ہے کہ یہ لوگ سچے دل سے توبہ کریں کہ پھر ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بری کر دیں گے، اب آپ لوگ جائیں"۔

اُن کے جانے کے بعد حضرت قبلہؒ نے نظرِ شفقت سے مولوی محمد امین صاحب (مرحوم) کی طرف دیکھا۔ مولوی صاحب نے سر خم کر لیا اور اپنے قلبی وسوسہ پر پشیمان ہوئے۔

کشف و کرامت کے اِس باب کو اگر لکھتا چلا جاؤں تو اِس کے ختم ہونے کا امکان نہیں۔ یہ ایک بحرِ بے کنار ہے جس کا احاطہ ناممکن ہے۔ ہر شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ گو علیحدہ اور اسرار جداگانہ تھے لیکن ہر ایک مرید اور خادم یہی سمجھتا تھا کہ

Marfat.com

حضرتؒ کی شفقت اور عنایت جتنی اُس پر ہے اُتنی اور کسی پر نہیں - آپ کا معاملہ مریدوں کے ساتھ مُرید کرنے اور تعلیم شروع کرنے کے دن سے اعلیٰ مقامات تک ترقی دینے تک ہر روز ایسا ہی تھا اور سب کے احوال پر ہمیشہ نظر رہتی تھی۔ طالبوں کے حالات سے آپؒ کا آگاہ ہونا اور اُن کے حالاتِ آیندہ سے اطلاع دینا اور پھر اُسی کے مطابق واقعات کا ظہور میں آنا بے شمار مرتبہ آپؒ سے ظاہر ہُوا۔ لاعلاج مریضوں کی شفایابی۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی اور مشکلات و مصائب میں پھنسے ہوئے لوگوں کی رہائی آپ کی توجہ سے آسان ہو جاتی تھی۔ آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اگر ہر ایک کی نسبت صرف ایک کشف و کرامت کا بیان کیا جائے تو خوارق و کرامت لاکھوں تک پہنچ جائیں۔ ہر لمحہ اور ہر ساعت آپ سے خوارق ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ اِس لیے طوالتِ بیان سے اجتناب کے لیے اِسی پر اکتفا کرنا مناسب ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

یہ باب تشنۂ تکمیل ہی رہے گا اگر اس میں مختصر ذکر آپؒ کے اُن تصرفات کا نہ کیا جاتے جن کا ظہور وصال کے بعد ہُوا۔ یہ مسلّمہ امر ہے کہ اولیاء اللہ حینِ حیات میں مخلوقِ خدا کو ہر طرح نفع پہنچاتے ہیں اُن کی ظاہری اور باطنی اصلاح کی جانب اپنی ہمت صرف فرماتے ہیں۔ لیکن وصال کے بعد یہ سلسلہ بدرجۂ اولیٰ جاری رہتا ہے اور اُن کے متوسلین اور عوام الناس اُن کے فیضان سے برابر بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں

Marfat.com

اکثر احباب نے اِس فقیر سے ذکر کیا کہ اُن کو مشکلات میں جب بھی دربارِ عالیہ پر حاضری کا موقع مِلا مشکلات حل ہو گئیں اور انہیں اطمینانِ قلب حاصل ہُوا۔ بعض واقعات یہاں قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کچھ عرصہ بعد سیٹھ محمد شفیع لاہوری ذیابیطس میں مبتلا ہو گئے۔ خون اور پیشاب میں ۶۵۔۷۰ فیصدی تک شکر آنے لگی چند دنوں میں ہی ان کی صحت بالکل خراب ہو گئی۔ آخر ایک دن لاہور میں واقفِ اسرار حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ بخاری دامت برکاتہم نے اپنے ہمراہ ملتان چلنے کا حکم دیا۔ بیمار تھے مگر انکار نہ کر سکے اور ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف ایک رات ٹھہرے۔ رات کو سیٹھ محمد شفیع دربار پر حاضر ہوئے اور دیر تک اُن پر رقت طاری رہی۔ پھر عرض کیا: "حضور کبھی وہ بھی دن تھے کہ آپ پیار سے "سیٹھا۔ سیٹھا" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اب آپ اس ناچیز غلام کی خبر نہیں لیتے کہ کس حال میں ہوں مجھے تو اِس موذی مرض نے نڈھال کر دیا ہے۔"

دوسرے دن حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ ملتان روانہ ہو گئے۔ وہاں ڈاکٹروں کے بتلائے ہوئے سب پرہیز بالائے طاق رکھ دیے۔ ملتان سے واپس آئے تو طبیعت بہت حد تک برقرار معلوم ہوتی تھی۔ جب لاہور پہنچ کر ڈاکٹروں سے معاینہ کروایا تو سب حیران رہ گئے کہ شکر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کرم پر کرم یہ کہ آج تک پھر وہ تکلیف نہیں ہوئی۔

۲۔ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد تیسرے سال عرس مبارک کے موقع پر رائے نیاز احمد خاں مرحوم، سیٹھ محمد شفیع اور یہ فقیر دربارِ عالیہ پر حاضر تھے کہ

Marfat.com

فیصل آباد سے خان فضل الرحمٰن خاں بھی مزارِ مقدس پر آئے اور آتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ وہ کسی بیماری کی وجہ سے بالکل نحیف و نزار ہو چکے تھے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد ان کو کچھ سکون حاصل ہُوا تو رائے نیاز احمد خاں نے مزاج پرسی کی۔ اُنہوں نے گلوگیر آواز میں عرض کیا کہ وہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں اور علاج کرتے کرتے تھک چکے ہیں۔ دُعا کے لیے اب یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ سب احباب نے مل کر ہاتھ اُٹھائے اور ان کے لیے حضور رب العلمین میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے دُعا کی۔ سیٹھ صاحب نے باوازِ بلند کہا۔ "سرکار، آپ کے دربارِ فیض بار میں حاضر ہونے والا سائل خالی نہ جائے اس پر نظرِ کرم فرمائی جائے اور شفا بخشی جائے"۔

فضل الرحمٰن خان اُسی شام واپس فیصل آباد چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب لاہور میں ملے تو بالکل تندرست و توانا تھے۔ پھر ان کو اُس مرض کی تکلیف نہ ہوئی۔

۳- سیّد سخاوت حسین بخاری ایم اے ایل ایل بی پلیڈر ضلع کچہری شیخوپورہ میں وکالت کرتے تھے۔ وہ ضلع شیخوپورہ کی شیعہ کمیٹی کے صدر بھی تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وکالت کے پیشہ سے اُن کا جی بھر گیا۔ لیکن وہ اسے کسبِ معاش کا ذریعہ سمجھ کر وقت گزارتے رہے۔ اسی دوران حضرت صاحبؒ کے حالات و کمالات سُن کر اُن کو آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہُوا۔ چنانچہ وہ حضرت کرمانوالہ شریف نزد اوکاڑہ جا پہنچے۔ پہلی ہی ملاقات میں حضرت صاحبؒ کے گرویدہ ہو گئے۔ پڑھے لکھے تھے آپ کے ہاں شریعت اور سنّت کا مکمل اتباع دیکھا تو بے حد متاثر ہوئے۔ شیخوپورہ واپس گئے تو پیشۂ وکالت سے اور بھی دل سرد ہو گیا اور اسے ترک کرنے کا ارادہ لے کر پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالےٰ

Marfat.com

روزی رساں ہیں۔ وہ معاش کا کوئی اور بہتر ذریعہ بنا دیں گے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

تھوڑے دِنوں کے بعد اُن کو فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں جگہ مِل گئی اور وقت گزرنے لگا۔ جب کچھ عرصہ بعد پھر حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تنخواہ کیا ملتی ہے؟ عرض کیا کہ "تین سو روپے ماہوار"۔ آپ نے فرمایا "پانچ سو روپیہ ہو جائے گی اور پھر ہزار روپیہ ہو جائے گی فکر نہ کریں"۔ مگر تھوڑے ہی دِنوں کے بعد افسرانِ بالا سے اَن بن ہو گئی اور ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔ کچھ دن بیکاری میں گزرے تو پریشانی لاحق ہوئی۔ اسی حالت میں اپنے حقیقی بھائی پروفیسر شجاعت حسین بخاری سے ملنے لاہور گئے۔ وہ وحدت کالونی کوٹھی نمبر ۱۴ ڈی میں اقامت پذیر تھے۔ باتوں باتوں میں بھائی صاحب نے کہا کہ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت صاحبؒ کے توسّل سے کیوں کوشش نہیں کرتے۔ حضرت صاحبؒ کا وصال ہو چکا تھا۔

اُن سے رخصت ہو کر وہ گھر گئے اور وہاں سے حضرت کرمانوالہ شریف دربارِ عالیہ میں حاضری کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر مزار شریف پر حاضری دی اور حاضری کے وقت زبانِ خاموشی سے اپنی بیکاری کا حال خدمتِ اقدس میں بیان کیا۔

واپس گئے تو جلد ہی ان کو واپڈا میں جگہ مِل گئی اور وہ بطور فورمین تربیت حاصل کرنے لگے۔ تنخواہ تین سو روپے ماہوار مقرر ہوئی۔ ایک سال کے بعد وہ بطور مستقل فورمین پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ پانے لگے اور پھر جلد ہی الاؤنس وغیرہ شامل کر کے اُن کو ایک ہزار روپیہ ماہوار ملنے لگا۔ واپڈا کالونی میں اُن کو رہائش کے لیے ایک بنگلہ بھی مِل گیا جس کا نمبر ان کے بھائی صاحب کے نمبر کے مطابق ۱۴ ڈی ہے۔

سید صاحب ایک صاحبِ استعداد نوجوان ہیں اور ان کی ظاہری اور باطنی حالت

Marfat.com

اب قابلِ ستائش ہے یہ سب حضورؒ کا فیضانِ نظر ہے۔

اولادِ پاک

آخر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ پاک کے مختصر حالات تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔ آپ کے حقیقی چچا سید قطب الدین شاہؒ کی دختر نیک اختر کو حضورؒ کی شریکۂ حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس نیک اور پاک بی بی کے بطن سے آپ کے ہاں ایک صاحبزادی اور پانچ صاحبزادے تولد ہوئے۔ تین صاحبزادے ۱۔ سید عثمان علی شاہؒ اول ۲۔ حضرت میر طیب رحمۃ اللہ علیہ اور سید غلام جیلانیؒ) صغر سنی میں وفات پا گئے۔ آپ کے وصال کے وقت (جنوری ۱۹۶۶ء) آپ کی اولاد میں سے آپ کی عفیفہ اور طاہرہ صاحبزادی اور دو صاحبزادے (سید محمد علی شاہ صاحب اور سید عثمان علی شاہ صاحب دامت برکاتہم) آپ کی یادگار موجود تھے۔

۱۔ عمر کے لحاظ سے صاحبزادی پاکدامنہ سب سے بزرگ ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی تربیتِ روحانی خاص توجہ سے کی۔ دربار عالیہ میں حاضر ہونیوالی مستورات کو اُن کی ذاتِ بابرکات سے بہت فیضان حاصل ہے۔

۲۔ صاحبزادہ سید محمد علی شاہ صاحب دامت برکاتہم اپنی ہمشیرہ محترمہ سے عمر میں چھوٹے ہیں۔ نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے صاحبِ ارشاد ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے چھ سات سال قبل اُن کو چک ۵۷ ای۔ بی نزد عارف والا ضلع ساہیوال میں مع اہل وعیال روانہ فرمایا تھا کہ وہاں سکونت اختیار کریں تاکہ اس علاقہ کے لوگوں کو اُن کی

ذات سے فیض حاصل ہو۔ اُس گاؤں میں دو تین سال تک قیام کرنے کے بعد آپ مع اہل و عیال حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے واپسی پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے حضرت کرمانوالہ شریف آئے تو یہیں قیام پذیر ہو گئے اور پھر چک نمبر ۵۷ ای۔ بی نہ گئے۔ آپ اَب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد دربارِ عالیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے متعدد مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی ہے۔ آپ کی اولاد میں دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ سید غضنفر علی شاہ صاحب بخاری ہیں۔ صاحبزادہ صاحب تعلیم یافتہ ہیں اور بڑے ہونہار اور ملنسار ہیں۔

۳۔ حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ بخاری دامت برکاتہم حضور کی اولادِ پاک میں عمر کے لحاظ سے چھوٹے ہیں۔ اُن کا اسمِ گرامی حضرتِ اعلیٰ میاں صاحب شرقپوریؒ کا تجویز کردہ ہے۔ آستانہ عالیہ کے متوسلین اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں میں "چھوٹے باباجی" کے عرفِ عام سے مشہور ہیں۔ نہایت معاملہ فہم، منتظم، صاحبِ بصیرت اور دریادل واقع ہوئے ہیں۔

آپ کی علوِ شان

بچپن سے ہی ان میں آثارِ بزرگی نمایاں تھے۔ کرمانوالہ شریف میں کم سنی کے ایام میں جب حضرت صاحب قبلہ کی نظرِ شفقت اُن پر پڑتی تو آپ خوش ہوتے۔ ایک موقع پر آپ کو دیکھ کر فرمایا "اور تو مجھے معلوم نہیں۔ اگر عثمان علی شاہ دُعا کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھا دیں تو کوئی وجہ نہیں درِ اجابت وا نہ ہو"

حضرتِ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار شرقپوری کے وصال

Marfat.com

کے بعد دوسرے یا تیسرے عرسِ مُبارک کا موقع تھا۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اُن دِنوں موضع کرموں والہ شریف ضلع فیروزپُور میں تھا۔ عُرس مبارک پر حاضری کی تیاری شروع ہوئی تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی نور عالم صاحب ہیڈکلرک ڈویژنل ریلوے آفس فیروزپور اور مولوی کرم الٰہی صاحب کو ارشاد فرمایا کہ "آپ دونوں صاحبزادہ صاحبان (سید محمد علی شاہ صاحب اور سید عثمان علی شاہ صاحب) کو ساتھ لے کر شرقپور شریف چلیں مَیں بھی آرہا ہُوں۔ چنانچہ دونوں حضرات کے ہمراہ صاحبزادہ صاحبان شرقپور شریف پہنچ گئے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ دربار شریف پر حاضری دینے کے بعد وہ صاحبزادگان کے ہمراہ جامع مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں گئے ان دِنوں حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد شریف کے جنوبی حجرے میں مقیم تھے اور فالج کی وجہ سے معذور تھے۔ نمازِ پنجگانہ مسجد میں مُوہڑے پر بیٹھ کر باجماعت ادا کرتے تھے۔ صوفی صاحب صاحبزادگان کے ہمراہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں زیارت کے لیے گئے۔ حاجی صاحبؒ دونوں صاحبزادگان کو بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ پہلے صاحبزادہ محمدّ علی شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا "پیرجی! ہم نے صِرف صاحبزادہ ہی نہیں بننا۔ اللہ اللہ بھی کرنا ہے۔" بعدازاں صاحبزادہ عثمان علی شاہ صاحب کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا (آپ کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال تھی) "یہ تو بہت بڑا بابا ہے۔ خواجہ عثمان علی شاہ! پیرجی۔ بوجہ بیماری معذور ہوں اور کماحقہٗ آپکی تعظیم بجا نہیں لاسکتا۔" پھر خاموش ہوگئے اور کچھ دیر بعد بڑی شفقت سے رخصت فرمایا۔ حضرت صاحبؒ نے اس ملاقات کا ذکر سُن کر خوش ہو کر فرمایا۔ "پیرجی! حاجی صاحبؒ نے آپکو خواجہ بنا دیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد حضرت صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ اوکاڑہ کے قریب

Marfat.com

ایک گاؤں پکا چک میں تشریف لے آئے ۔ اور یہاں اقامت اختیار کی یہ بستی اب حضرت کرمانوالہ شریف کہلاتی ہے ۔یہاں صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب اپنی اطاعت شعاری اور سعادتمندی کے سبب دن بدن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرتے گئے ۔ حتیٰ کہ آپؒ نے لنگر کا انتظام و تقسیم اور دیگر جملہ امور کی نگہداشت اور اہتمام صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب کے سپرد کر دیا ۔ اس فقیر کو اس عرصہ میں تقریباً بارہ سال بطور مختارِ عام حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ ان ایام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بالعموم جناب صاحبزادہ سیّد عثمان علی شاہ صاحب دامت برکاتہم کی رائے مبارک کی تصدیق فرمایا کرتے تھے ۔

صاحبزادہ صاحب سے آپؒ کی والہانہ محبّت

حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے بے حد محبت تھی اور بعض اوقات اس محبّت کا اظہار برملا ہو جاتا تھا ۔ ایک مرتبہ بہت سے احباب نمازِ عصر کے بعد صف باندھے بیٹھے تھے ۔ آپؒ کے مزاج مبارک میں اس وقت تازگی اور شگفتگی تھی ۔ یہ فقیر دائیں جانب سب سے آخر میں بیٹھا ہوا تھا ۔ آپ نے اچانک بائیں جانب صف کے آخر میں بیٹھے ہوئے دوست سے دریافت کیا کہ " بتاؤ تمہیں دونوں پیروں (یعنی صاحبزادوں) میں سے کس سے زیادہ محبّت ہے ؟ " اُس نے بلا توقف کہا ۔ " حضور ! پیر عثمان علی شاہ صاحب سے " یکے بعد دیگرے سب سے یہی سوال ہوتا گیا اور سب کا جواب سوائے ایک شخص کے یہی تھا کہ اُسے پیر عثمان علی شاہ صاحب سے محبّت ہے " پھر آپ نے ارشاد فرمایا ۔ " مَیں کیا کروں میرے بس کی بات نہیں ہے ۔

Marfat.com

مجھے بھی عثمان علی شاہ سے ہی محبت ہے۔"

پاکپتن شریف سے مغرب کی جانب چک نمبر ۳۶ ایس پی میں مزروعہ زمین کا ایک وسیع قطعہ آپؒ کو الاٹ ہوا۔ اس میں کچھ رقبہ ایک برساتی نالے کے کنارے پھیلا ہوا تھا اور اس میں جنگلی درخت بکثرت اُگے ہوئے تھے۔ اس جنگل کی کٹائی کر کے رقبے کو قابلِ کاشت بنانے اور ٹیوب ویل لگانے کے لیے حضرت صاجزادہ سیّد عثمان علی شاہ صاحب خود کام کی نگرانی کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ آٹھ دس ماہ متواتر وہاں قیام رہا۔ اس دوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر اتوار کو چک ۳۶ ایس پی میں تشریف لاتے رہے اور اکثر اوقات زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:

"میرا یہاں کوئی کام نہیں ہے میں تو صرف عثمان علی شاہ کو دیکھنے اور ملنے کے لیے آجاتا ہوں۔"

علاوہ ازیں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاجزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب حضورؒ کے منظورِ نظر تھے۔ آخر میں حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کے علوِ شان کے متعلق ایک اہم واقعہ کا ذکر ضروری ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص محمد رمضان عرف رمضانی اور بشیر احمد صاحب راجپوت نے اس فقیر سے بیان کیا کہ جب آخری ایّام میں مرض کی شدت کے باعث نقاہت بڑھ گئی تھی تو ایک رات نمازِ عشاء کے بعد آپ اپنے حجرۂ مبارک میں فرشی بستر پر آرام فرما تھے۔ اُس وقت آپؒ پر عجیب جذب و کیف کا عالم تھا۔ اچانک آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ رمضانی جاؤ پیر عثمان علی شاہ کو بُلا کر لاؤ۔ میں ان کے حجرہ میں پہنچا اور عرض کیا کہ حضرت صاحب قبلہ نے یاد فرمایا ہے۔ وہ جلدی سے اُٹھے

اور میرے ساتھ ہو لیے۔ جب صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم آپؒ کے حجرہ مبارک میں داخل ہوئے تو باوجود کمزوری کے آپ اُٹھ کر دوزانو بیٹھ گئے اور رمضانی سے چاندی کا روپیہ لانے کو کہا۔ اُس نے چاندی کا روپیہ لاکر حاضر کر دیا۔ آپ نے وہ روپیہ دونوں ہاتھوں پر رکھ کر حضرت صاحبزادہ صاحب کو عنایت فرماتے ہوئے مصافحہ کیا اور فرمایا "پیرجی! اللہ اللہ کیا کرنا اور لوگوں کو اللہ اللہ بتایا کرنا۔ مَیں نے آپ سے کچھ نہیں چھپایا"

اِس کے بعد آپ پھر بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم غلبۂ حال سے بے قرار ہو گئے اور اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھے رہے اور پھر ساتھ والے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت صاحبزادہ سیّد عثمان علی شاہ صاحب دامت برکاتہم بڑی استعداد کے مالک ہیں اور ان کی ذات سے مخلوقِ خدا کو ہر طرح کا فیض حاصل ہو رہا ہے۔ آپ کی معاملہ فہمی۔ انتظامی صلاحیت، علوہمتی اور وسعتِ قلبی کو مدِّنظر رکھتے ہوئے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے سات آٹھ سال پہلے ہی تمام امور آپ کی سپرداری میں دے دیے تھے۔ وسیع لنگر کی آمد و خرچ اور مہمانوں کی خبر گیری کا انتظام آپ کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کا اُس وقت سے اب تک یہی طریقہ ہے کہ آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں اور متوسلین کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں اور سب کے حسبِ حال توجہ فرماتے اور سلوک فرماتے ہیں۔ آپ کی ایک اقامت گاہ لاہور میں گڑھی شاہو کے مقام پر ہے مگر اکثر اوقات آپ حضرت کرمانوالہ شریف میں ہی احباب سے ملتے ہیں۔

Marfat.com

آپ کی شادی حضرت قبلہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالی سرکار کی دختر نیک اختر سے ہوئی اور آپ کی اولادِ پاک میں دو صاحبزادے سید صمصام علی شاہ صاحب بخاری اور سید میر طیب صاحب بخاری رونقِ خاندانِ عالیہ ہیں۔

دونوں صاحبزادے نہایت سلیم الطبع اور ذہین ہیں۔

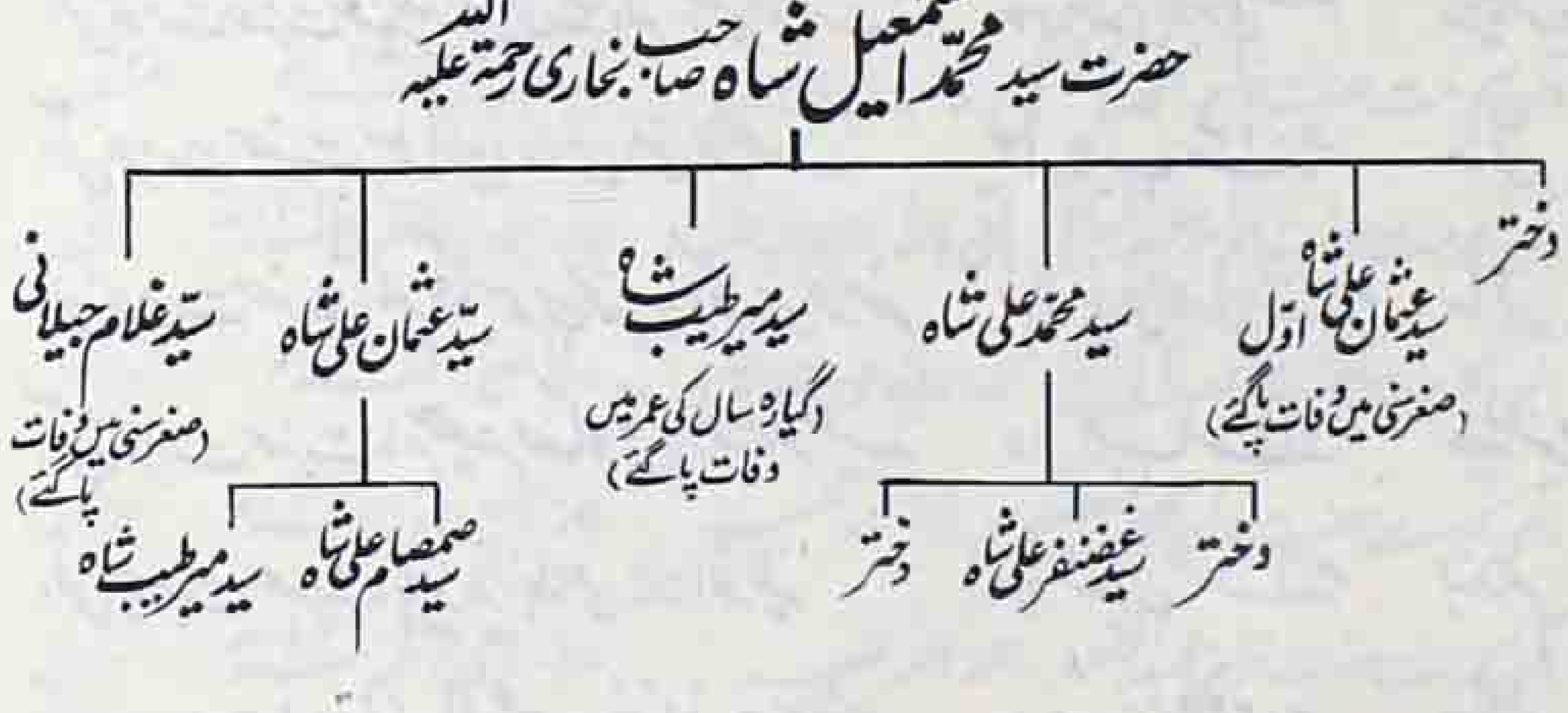

Marfat.com

شجرہ شریفیہ نقشبندیہ

الٰہی بحرمتِ سیّد المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیّدنا و وسیلتنا فی الدارین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۔ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ
الٰہی بحرمتِ حضرت عبداللہ ابن قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ	۲۲۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳ھ	مدینہ منورہ
الٰہی بحرمتِ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ	۱۰۔ رجب سنہ ۲۳ھ	مدائن
الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	۲۴۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۱ھ	مدائن
الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۔ رجب سنہ ۱۳۸ھ	مدینہ منورہ
الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۔ شعبان سنہ ۱۶۱ھ	بسطام
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔ محرم سنہ ۴۲۵ھ	خرقان
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴۔ ربیع الاول سنہ ۴۷۷ھ	طوس
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۔ رجب سنہ ۵۳۵ھ	مرو
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال سنہ ۶۱۶ھ	ریوگر نزد بخارا
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۷۱۵ھ	انجیر فغنوی
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸ ذی قعدہ سنہ ۷۲۱ھ	خوارزم
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔ جمادی الاخری سنہ ۷۵۵ھ	سماس
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۸۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۷۲ھ	سوخار
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۳۔ ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ	قصر عارفاں

Marfat.com

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۰ رجب سنہ ۸۰۲ھ	نوجفانیاں
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۵- صفر سنہ ۸۵۱ھ	بلغنور
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۹- ربیع الاوّل سنہ ۸۹۵ھ	سمرقند
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ	یکم ربیع الاوّل سنہ ۹۳۹ھ	موضع وخش
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمدؐ درویش رحمۃ اللہ علیہ	۲۹ محرم سنہ ۹۷۵ھ	استقرار
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲- شعبان سنہ ۱۰۰۸ھ	امکنگ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالباقی باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۵- جمادی الاخری سنہ ۱۰۱۲ھ	دہلی
الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸- صفر سنہ ۱۰۳۴ھ	سرہند
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	۹- ربیع الاوّل سنہ ۱۰۷۹ھ	سرہند
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ	۲۷- ذی الحجہ سنہ ۱۰۲۶ھ	سرہند
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ	۲۸- جمادی الاخری سنہ ۱۰۷۰ھ	سرہند
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ	یکم صفر سنہ ۱۱۳۳ھ	بامیاں
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمدؐ رحمۃ اللہ علیہ	—	—
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمدؐ زمان رحمۃ اللہ علیہ	۴- ذی قعدہ سنہ ۱۱۸۸ھ	لواری
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۲۲۳ھ	موضع بوبیدی
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ	۷- صفر سنہ ۱۲۲۴ھ	(زیر چھتر طلہ مکان شریف)
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۴- شوال سنہ ۱۲۸۲ھ	(زیر چھتر طلہ مکان شریف)
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ صادق علی رحمۃ اللہ علیہ	—	(زیر چھتر طلہ مکان شریف)
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ بابا امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ	۹ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ	کوٹلہ شریف

Marfat.com

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ میاں شیر محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ربیع الاوّل ۱۳۴۷ سنہ ھ شرقپور شریف

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۔رمضان المبارک ۱۳۸۵ سنہ ھ حضرت کرمانوالہ

شجرہ شریف نقشبندیہ (منظوم)

(از مولوی محمد اکرام مؤلف کتاب ہٰذا)

یا الٰہی کر کرم اپنی عطا کے واسطے
رحم کر ہم پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

بخش دے ساری خطائیں اے مرے مولا کریم
حضرتِ صدیق اکبر باوفا کے واسطے

دولتِ صبر و رضا دے خوگرِ تسلیم کر
حضرتِ سلمانِ فارس بے ریا کے واسطے

کر عنایت مجھ کو سوزِ عشق و مستی اے خدا
حضرتِ قاسم امام و مقتدا کے واسطے

میرا دل معمور کر صدق و یقیں کے نور سے
جعفرِ صادق امامِ اولیاء کے واسطے

فضل سے اپنے عطا کر نعمتِ قرب و حضور
شیخِ کامل بایزیدِ باخدا کے واسطے

بوالحسن خرقانی۔ شیخِ بو علی صاحب کمال
خواجۂ یوسف، شہ جود و سخا کے واسطے

عبدِ خالق غجدوانی، عارف و محمود نیز
شیخ علی رامیتنی شاہِ ہُدیٰ کے واسطے

خواجۂ بابا سماسی حضرت سیّد امیر
نقشبندِ ما بہاؤ الدین ضیا کے واسطے

شیخ علاؤ الدین عطارِ حقیقت آشنا
مولانا یعقوب چرخی باصفا کے واسطے

خواجۂ احرار دانائے رموزِ معرفت
اور محمد زاہد حضرت مولانا کے واسطے

شیخ درویش محمد۔ خواجگی امکنگی نیز
باقی باللہ عارفِ راہِ ہُدیٰ کے واسطے

شیخ سرہندی مجددِ الفِ ثانی خضرِ راہ
پیرِ کامل شیخ احمد پیشوا کے واسطے

Marfat.com

حضرتِ قیوم ثانی خواجہ معصوم وسعید
حضرتِ خواجہ حنیفی پارسا کے واسطے

بغض وکینہ سے الٰہی پاک کر سینہ مرا
شیخ محمدؐ زکیِ باخدا کے واسطے

حضرتِ خواجہ محمدؐ، حاجی احمد، شاہ حسین
اور امامِ با علی مشکل کشا کے واسطے

حضرت صادق علی - بابا امیر الدین ولی
ہادیانِ دیں پناہ حق آشنا کے واسطے

یا الٰہی معرفت اور سوز و مستی کر عطا
شیرِ حق شیر محمدؐ باصفا کے واسطے

کر عطا سب کو الٰہی دو جہاں کی نعمتیں
شاہِ کرمانوالا ہادی با خدا کے واسطے

قطبِ دوراں شیخ کامل چارۂ بے چارگاں
حضرت اسمٰعیل شاہ غوث الوریٰ کے واسطے

مشکلیں آسان کر دے دین و دنیا کی تمام
مرشدِ کامل حقیقت آشنا کے واسطے

شجرہ شریف چشتیہ

ہمارے پیر و مرشد شیخ الاسلام حضرت سید محمدؐ اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت تھی حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے اپنے جدِ امجد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ نور محمدؐ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت خواجہ مولانا فخر الدین فخرِ جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت مولانا خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شیخ الشیوخ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے

Marfat.com

اور وہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شیخ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ ابو اسحٰق شامی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ ابراہیم الادھم رحمۃ اللہ علیہ سلطانِ بلخ کے اور وہ شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کے اور وہ حضرت رسالت مآب سرورِ کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وَهُوَ مِنَ اللهِ تَعَالىٰ عَزَّ وَجَلَّ

خاتمۂ کلام

من آں حاکم کہ ابرِ نوبہاری | کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر بر روید از تن صد زبانم | چو سوسن شکرِ لطفش کے توانم

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا احسانِ عظیم ہے جس نے اِس فقیر پر تقصیر کو اپنی خاص عنایت سے اِس کتاب کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ اُس قادرِ مطلق کے اِس احسان کا کما حقہٗ شکر ادا کرنا مشکل ہے۔ میرے لیے یہ دارین کی سعادت ہے کہ اپنے پیر و مرشدؒ کا ذکرِ خیر بیان کرنے کے قابل ہُوا ہُوں۔ درحقیقت اُس شاہبازِ ولایت کے حالات و کمالات کا بیان میرے جیسے سراپا غفلت انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ محض اللہ کریم کا فضل اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کرم ہے۔ جس کی برکت سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ دورانِ تالیف و اشاعتِ کتاب اِس ناچیز کو ہر مرحلہ پر تائیدِ غیبی حاصل رہی۔

Marfat.com

جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میری یہ کوشش شرفِ قبولیت حاصل کر چکی ہے۔ توقع ہے کہ صاحبِ نسبت اور صاحبِ حال حضرات بالخصوص اور ہر طبقۂ خیال کے احباب بالعموم اس سے مستفیض ہوں گے۔ روایت بیان کرنے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ راوی نے اصل واقعہ بے کم و کاست بیان کیا ہو اور کسی قسم کی لفّاظی یا مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا ہو۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں اور خشک عالمانِ دین کے دلوں میں اہل اللہ کی محبّت کا جذبہ پیدا کرنے میں یہ کتاب بہت ممدو معاون ثابت ہوگی۔ یہ فرضی قصّے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ حقیقی واقعات ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع اس حقیر کے ذاتی مشاہدہ اور علم کی بات ہے۔ ایسے بے شمار اسرار و رموز جو عوام النّاس کے عقل و فہم سے بالا ہیں دانستہ یہاں بیان نہیں کیے گئے۔ کفر و الحاد اور بے دینی کی تاریکیوں کے دَور میں اگر اِس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی ایک خوش بخت انسان کے دل میں نورِ ایمان کی چمک اور اہل اللہ کی محبت کی ضیا پیدا ہو گئی تو میری روح کو تسکین حاصل ہو گی۔

آخر میں صمیمِ قلب سے میری یہ دُعا ہے کہ مولا کریم ہم سب کو اپنی خالص محبّت عطا فرمائیں اور اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور اولیا و صلحائے امّت کی دولتِ اُلفت سے مالا مال فرمائیں نیز ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰینَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَائِقِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط وَ ارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

Marfat.com

یہ کتاب ماہ جولائی سنہ ۱۹۷۰ء کے دوسرے ہفتہ میں برائے طباعت پریس کے حوالے کی جانیوالی تھی کہ اچانک ۹ شعبان سنہ ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۷۰ء کو سید **عثمان علی شاہ** بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا سانحہ عظیم پیش آیا۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام

احباب کے قلوب اِس تازہ گہرے زخم سے چُور چُور ہوگئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اِس قدر عجلت کے ساتھ اِس دارِ فانی سے رختِ سفر باندھ کر دارِ بقا کی جانب روانہ ہوجانا سب کو تڑپا گیا۔ ہر دیدہ گریاں اور ہر دل بریاں تھا۔ آپ کیا چلے گئے بزمِ احباب پر افسردگی چھا گئی۔ شمعِ محفل بجھ جانے سے چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا۔ ہر سو ویرانی ہی ویرانی نظر آرہی تھی۔ غم و اندوہ کی ان تاریکیوں کو دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے دو نئی روشن شمعوں کا سامان پہلے سے کر دیا تھا۔ صاحبزادہ سید صمصام علی شاہ صاحب بخاری اور صاحبزادہ سید میر طیب شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہیں۔ دونوں حضرات نجیب الطرفین ہیں اور متوسلین دربار عالیہ حضرت کرمانوالا شریف کے لیے ہر طرح سے واجب الاحترام ہیں۔ اللہ ربّ العٰلمین گلشنِ رسالت کے اِن نونہالوں کو اپنے عظیم المرتبت دادا پاک رحؒ اور نانا پاک رحؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور خدمتِ دین و ملت کا جذبہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خلقِ خدا کے لیے رُشد و ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔

اِیں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

صاحبزادہ حضرت باباجی سید **عثمان علی** شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شمائل و حالات الگ شائع کیے جائیں گے۔ وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

خادم آستانۂ عالیہ حضرت کرمانوالا شریف

سراپا غفلت محمد اکرام

Marfat.com

Marfat.com